پیام عمل

۷۸۶

دین نکتہ کشائندۂ اسرار نہان است ملک است تن خاکی و دین روح روان است

تن زندہ و جان زندہ ز ربط تن و جان است با خرقہ و سجادہ و شمشیر و سنان خیز

از خواب گران خواب گران خواب گران خیز

از خواب گران خیز

پیام عمل

مصنفہ

محمد عزیز اسیر علی گڈھی

بار اول ۱۰۰۰ - (مطبوعہ مختار پرنٹنگ ورکس نیا گاؤں لکھنؤ) قیمت فی جلد عا/

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

گذارش

۱۔ سیاسیات حاضرہ کے مطالعہ کا مجھے شوق رہا ہے۔ اسلامی معاملات پر انکا جو اثر ہو سکتا ہے اس پر اکثر مین نے غور کیا ہے اور سوچا ہے کہ موجودہ حالات مین کونسا مسلک ہمارے لئے زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ میری یہ کتاب ان تاثرات اور تفکرات کا نتیجہ ہے اپنے مافی الضمیر کو مین نے سیدھے سادھے الفاظ مین پیش کیا ہے۔ اگر کہین عبارت بے ربط ہو تو مجھے امید ہے کہ ناظرین معاف فرمائین گے۔

۲۔ پہلے اور دوسرے باب کا بیشتر حصّہ تاریخی واقعات پر مشتمل ہے جن کو مین نے اپنے الفاظ مین بیان کیا ہے باقی کتاب کے مضامین مین میری وہ تجاویز ہین جن کو مین تنظیم امت کیلئے ضروری سمجھتا ہون۔

۳۔ اسلامی آبادیون کیلئے مین نے جو نصب العین تجویز کیا ہے ممکن ہے لوگ اسے اس وقت ممکن الحصول نہ سمجھین لیکن اس کے یہ معنیٰ کہان ہین کہ کچھ عرصہ کے بعد بھی

مایوسی کا یہی عالم رہے ہے۔ نصب العین بیشک بہت بلند ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے
مسلسل مجاہدہ اور قربانی کی ضرورت ہے سے

تختِ جم و دارا سرِ راہی نفروشند　　این کوہ گران ست بکاہے نفروشند
با خون دلِ خویش خریدن دگر آموز

۴۔ تمام مسلمان بلا کسی امتیاز کے امت واحد ہین اسلامی اخوت کا مسئلہ میرے نزدیک
فلسفۂ حیات کے اہم ترین مسائل مین سے ایک ہے اس پاکیزہ تعلیم پر اگر صحیح طریقہ سے
عملدرآمد ہوتا تو مین سچ کہتا ہون کہ آج بیسوین صدی عیسوی مین لوگون کو کارل مارکس
لینن اور مسولینی وغیرہ کی تعلیمات پر توجہ کی ضرورت نہوتی اور نہ سرمایہ دار اور مزدور کا
جھگڑا ہوتا مین تو اس مقدس فلسفہ کی سراپا تفسیر ہون۔ میرے لئے ناممکن ہے کہ مین کسی
اسلامی آبادی کو پریشانی مین دیکھون اور محسوس نہ کرون۔ سے

میرا رونا نہین رونا ہے یہ سارے گلستان کا
وہ گل ہون مین خزان ہر گل کی ہی گویا خزاں میری

لیکن تنہا احساس میرے نزدیک لغو ہے اگر اس کے ساتھ تکلیف کو دور کرنے کا
عزم نہو۔ اس سلسلہ مین جہانتک میرا ذاتی تعلق ہے میرے محدود ذرایع ایسے ہین کہ درست
مین لاچار ہون اسلئے مین نے جس وقت تک کچھ اور نہ کرسکون خدمت کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

پیامِ عمل

میری نیت درست ہے اور میرے خیالات بے ریا ہیں اسلئے مجھے امید ہے کہ عوام میری گذارشات کو غور سے سنیں گے۔

اور دن کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے۔
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے!

محمد عزیر اسرائیلی
علیگڈھی

باب اول

مسلمانان ہند کی موجودہ حیثیت

سلطنت اسلامیہ کے انہدام کے بعد مسلمانون کا قومی انحطاط

عالمگیر علیہ الرحمۃ کا انتقال ۱۷۰۷ء مین ہوا راجپوتونکے ساتھ اُن کا سلوک وہ نہ تھا جس کے یہ لوگ اکبر کے سامنے سے عادی ہو گئے تھے بیجا پور اور گولکنڈہ کے فتح کرنے مین اس بادشاہ نے یہ مصلحت سوچی تھی کہ نہ صرف تمام دکھن کا وہ بلا شرکت غیرے مالک ہو جائیگا۔ بلکہ اس طریقہ سے وہ مرہٹون کے نوزآئیندہ جذبۂ قومیت کو بھی زیادہ آسانی کے ساتھ دبا سکے گا نتیجہ اس کے برعکس یہ ہوا کہ مرہٹے مغلون کی مخالفت مین پیشتر سے زیادہ آزاد ہو گئے۔ کیونکہ فی الحقیقت بیجاپور اور گولکنڈہ ان مفسدون کے استیصال مین کوشان تھے اس لئے مغلون نے ان دو ریاستون کو فتح کر کے مرہٹونکے دو دشمنون کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس طریقہ سے ان کے تنہا مخالف اب مغل رہ گئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ۱۷۰۷ء تک مغل شہنشاہ ان کے استیصال مین کامیاب نہین ہوا تھا۔

ہندو طاقتوں کا ہجوم

دارالحکومت سے مغل شہنشاہ کا اتنے عرصہ تک غیر حاضر رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جاٹ اور سکھ وغیرہ بھی متمرد ہو گئے تھے اور تمام ہندو آبادی کی اخلاقی تائید ان سرکشوں کے ساتھ تھی۔ عالمگیر علیہ الرحمۃ کے جانشین ایسی عظیم الشان سلطنت کو علیٰ حالہ قائم رکھنے کے اہل نہ تھے۔ خاص کر ایسی حالت مین جب خود موصوف کی زندگی مین ہی اضمحلال اور انتشار کے آثار نمایان ہو گئے تھے۔ نادر شاہ کی آمد سے پیشتر حکومت کا نظام بالکل کمزور ہو چکا تھا۔ ۱۷۵۰ء تک اس کا شیرازہ بالکل منتشر ہو گیا تھا۔ راجپوتانہ قریب قریب دہلی سے آزاد ہو چکا تھا۔ جاٹ اور سکھ بھی باغی ہو چکے تھے۔ مرہٹے ہندو حکومت کے قیام کی تجاویز پر غور کر رہے تھے اور قرائن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی تجاویز مین کامیاب ہو جائین گے۔ ۱۷۶۱ء مین مرہٹون نے چاہا کہ پٹھانون کو پنجاب سے نکالدین اور اس غرض سے ایک بڑی فوج کے ساتھ انہون نے پانی پت کے میدان مین پٹھانون کا مقابلہ کیا۔ مرہٹون کو شکست ہو گئی اور اس قدر ہولناک شکست کہ ان کو ہارا شٹر تک سب ملک چھوڑنا پڑا۔ افغانستان کی سیاسیات نے احمد شاہ ابدالی کو اسکے بعد اتنی مہلت نہ دی کہ وہ ایسی عظیم الشان کامیابی سے ہندوستان مین پورا پورا فائدہ اٹھائے۔ اس جنگ کا تنہا نتیجہ اس لئے یہ ہوا کہ انگریزون کی سلطنت کے قیام مین مرہٹون کی بڑھتی ہوئی طاقت سنگ راہ نہ رہی۔ مغلون کو اس سے کوئی خاص فائدہ نہین ہوا۔ کیونکہ حقیقتاً ان کا نظام

بالکل شکست ہو چکا تھا۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں یہ صورت تھی کہ پنجاب میں سکھوں کی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا اثر آہستہ آہستہ تمام ملک پر ہوتا جاتا تھا سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد ہندوستان میں کوئی آزاد اسلامی حکومت باقی نہیں رہی تھی مغربی ہند میں مرہٹے ابھی کافی طاقتور تھے ۱۸۵۶ء تک انگریز ہندوستان پر اچھی طرح مسلط ہو گئے تھے۔ مرہٹوں اور سکھوں کی طاقت شکست ہو گئی تھی۔

۱۷۶۱ء سے ۱۸۵۸ء تک ہندوستان میں طوائف الملوکی کا دور کہا جا سکتا ہے۔ اگر انگریز نہ آجاتے تو بلاشک ہندوستان میں ہندو سلطنت قائم ہو جاتی اور آج ہندوستان کی شکل دوسری ہوتی۔ اگر اس زمانہ میں انگریز آن کر یہاں کی حکومت اپنے ہاتھ میں نہ لے لیتے تو اسلام کے مستقبل پر اس کا کیا اثر پڑتا۔ ذیل کی سطروں میں میں اس کا جواب دینے کی کوشش کروں گا جب سر جان شور نے ہندوستانی ریاستوں کے معاملات میں دخل نہ دینے کا فیصلہ کیا تو فوراً ۱۷۶۵ء میں مرہٹوں نے ملکر کر دلہ پر نظام کو شکست دی اور ان کا بہت سا علاقہ چھین لیا۔ چونکہ انگریزوں کی یہ پالیسی دیر تک قائم نہیں رہی اس لئے بقایا رقبہ انکی دستبرد سے محفوظ رہا۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں اور انیسویں صدی کے بیشتر حصہ میں مسلمان تیزی کے ساتھ ہر شعبہ حیات میں نیچے چلے جا رہے تھے۔ اور جن جن علاقوں میں ہندوؤں کی حکومت قائم ہو گئی تھی وہاں ان کی نہایت قابل رحم حالت تھی۔

پنجاب مین سکھون نے مسلمانون کے اوپر اتنے مظالم کیے کہ ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔
سلطنت کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ان کی قوت مقاومت بھی رفتہ رفتہ ختم ہو رہی
تھی مسلمان بادشاہون کے مفروضہ مظالم کا بدلہ ہندو یہان کی مسلمان آبادی سے لینا چاہتے تھے۔
اور ان کا جو مطمح نظر تھا وہ مین پنڈت جواہر لال نہرو کے الفاظ مین نیچے درج کرتا ہون۔
موصوف نے نومبر ۱۹۲۹ء مین کانگریس کا خطبہ صدارت پڑھتے ہوے فرمایا کہ "ہمارا تمدن
بھی تاریخ کے معجزات مین سے ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہو کہ یہ، مخالف اثرات کو اپنے
اندر جذب کر لیتا ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالین موجود ہین" انھون نے فرمایا "اگر انگریز
نہ آجاتے تو یہی سلوک اسلامی تہذیب و تمدن کے ساتھ بھی ہوتا" مجھے انکے ایک ایک
لفظ سے اتفاق ہے اگر اٹھارھوین صدی مین انگریز یہان نہ آجاتے تو دو تین صدی کے
بعد یہان اسلام کا وجود موجودہ صورت مین ہرگز نہ رہتا۔

یہ خوش فہمیان کہ سرحد کے باشندے یا سلطنت افغانستان ہمین مشکلات
مین دیکھکر خاموش نہ رہتے بالکل واہیات ہین۔ یہ واقعہ ہے کہ سکھون کے تسلط پنجاب کے
زمانہ مین سرحدیون اور پٹھانون کو اپنی ہی حفاظت کی فکر رہتی تھی۔ اور جب وقت ہندوستان مین
ہندوؤن کا پورا تسلط ہو جاتا تو یہ ہوشمند قوم شمالی و مغربی سرحد کا کافی انتظام کر لیتی۔
اندلس مین مسلمان امداد کے لیے چیختے رہے۔ لیکن کسی اسلامی سلطنت کو ادھر توجہ

کرنے کی توفیق نہین ہوئی۔ لہٰذا مجھے یہ یقین ہے کہ اگر اٹھاروین صدی مین انگریز ہندوستان مین نہ آجاتے تو اسلام کا مستقبل دنیا کے اس حصہ مین نہایت تاریک ہوتا۔ اس حیثیت سے اُس زمانہ مین انگریزون کی ہند مین آمد کو مین اسلام کیلئے آیۂ رحمت سمجھتا ہون۔ اس مغربی قوم کو یہان اپنے تسلط کے قیام کیلئے ہندو مسلم مسئلہ کا ہونا مفید تھا۔ اس طریقہ سے خدائے برتر نے اسلام کے تحفظ کا سامان مہیا کیا۔

غدر

ہندوستان کے بیشتر حصہ پر تسلط قایم کرنے مین انگریزون کو کسی خاص دقت کا سامنا نہین ہوا۔ انگریز اگر اس زمانہ مین ہندوستان پر اپنا اقتدار قایم کر رہے تھے تو روس وسطی ایشیا کی چھوٹی چھوٹی حکومتون کو اپنی سلطنت مین شامل کر رہا تھا۔ انگریزون کو روس کی طرف سے اپنی اس مشرقی سلطنت کے تحفظ کی فکر تھی اور اس سلسلہ مین انھون نے یہ چاہا کہ افغانستان مین ان کا اتنا اثر ہو جانا چاہیے کہ وہان روس کی ریشہ دوانیان کامیاب نہون۔ چنانچہ ۱۸۴۱ء مین انگریزون نے افغانستان کی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھاکر وہان کے تخت پر اپنے ڈھب کا آدمی بٹھانا چاہا لیکن بالآخر اپنی اس پالیسی مین انگریزونکو سخت ناکامیابی ہوئی اور نہایت ہولناک نقصانات برداشت کرنے کے بعد یہ لوگ اس ملک سے نکل آئے۔ اس ناکامیابی سے انگریزون نے محسوس کیا کہ مشرق مین ان کے وقار مین دھکا لگا ہے بظاہر اس کی تلافی کرنے کیلئے اور تاکہ عوام پر یہ اثر ہو کہ ہماری

طاقت مین کوئی کمی نہین آئی ہے ۔ انگریزون نے بلا کسی خاص اور معقول وجہ کے سندھ پر
حملہ کرکے وہان کے مسلمان حکمرانون سے یہ ملک چھین لیا عام مسلمانون پر اس کا وہی اثر ہوا ۔
جو ایسے اہم واقعات کا عموماً ہوا کرتا ہے ۔ کچھ عرصہ کے بعد انگریزون نے اودھ کو بھی
اپنی سلطنت مین شامل کرلیا ۔ اور مسلمان یہ محسوس کرنے لگے کہ بحیثیت حکمران کے انکے استیصال
مین انگریزون کا بھی کچھ کم حصہ نہین ہے مسلمان تو یون بدل رہے تھے ہندو یہ خیال کرتے
تھے کہ کم وبیش ۷۰۰ سال کی غلامی کے بعد مسلمانون سے نجات کی ایک صورت ہوئی
تھی کہ انگریز بیچ مین آگئے اور ہماری تمام تجاویز خاک مین مل گئین اور اس لئے دل ہی
دل مین یہ لوگ اس دن کی آرزو کرتے تھے ۔ جب انگریزون سے گلوخلاصی کی کوئی صورت
سامنے آئے ۔ اس کے علاوہ ہندو ریاستون وغیرہ کے متعلق لارڈ ڈلہوزی کی پالیسی بھی
ہندوؤن کو مشتعل کرنے کا ایک سبب ہوئی ۔ ایسی فضا مین انگریزون کے خلاف غرض مند
لوگون نے عوام مین بے بنیاد افواہین بھی اڑائین ۔ اور نتیجہ ۱۸۵۷ء کا غدر ہوا ۔ نظام دکن نے
صحیح طور پر اندازہ کیا کہ اگر اس بغاوت مین بالآخر کامیابی بھی ہوئی تو عنان حکومت مسلمانون کے
ہاتھ مین نہین آئے گی ۔ اور اس صورت مین حیدرآباد کا انجام معلوم ۔ اس لئے انہون نے
انگریزون کی پوری پوری امداد کی ۔ اس بغاوت کے استیصال مین سکھون نے بھی بڑا حصہ لیا
کیونکہ گورو تیغ بہادر نے پیشینگوئی کی تھی کہ ایک مغربی قوم مسلمانون سے ہندوستان کی

حکومت چھینے گی۔ اور گویا کچھ دن کے چیلے اس موقع پر اس پیشینگوئی کو سچا ثابت کرنے مین کیون دریغ کرتے ۱۸۵۷ء کے اختتام سے پہلے غدر فرو ہو چکا تھا۔ ہندو قوم نے اب وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ سمجھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو انگریزون کو یقین دلایا جائے کہ اس ساری بدامنی اور بغاوت کی ذمہ داری تنہا مسلمانون پر عائد ہوتی ہے۔ مسلمان بالطبع لاپرواہ ہوتے ہین انہون نے صفائی پیش کرنے کی بھی ضرورت نہین سمجھی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے واقعات کی بیشتر ذمہ داری ہندوؤن کے اوپر تھی۔ اس یک طرفہ پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون کے ساتھ انگریزون نے برسون تک باغیون کا سا سلوک روا رکھا اور اس دَور مین جو کم و بیش تیس سال تک رہا مسلمانون کو انگریزون کی ناراضگی اور ہندوؤن کی عداوت کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ انگریزی تعلیم سے مسلمانون نے اپنے آپ کو الگ رکھا۔ اور چونکہ ہندوستان مین صدیون تک وہ حکمران رہے تھے اسلئے تجارت کرنا اپنی شان سے بعید سمجھتے تھے۔ اس کا ایک ہی نتیجہ ہو سکتا تھا۔ ملک کی ملازمتین قریب قریب سب ہندوؤن کے ہاتھون مین آگئین تھین۔ اور تجارت پر وہ پہلے ہی سے قابض تھے مسلمانون کو اپنی معاش کیلئے بالآخر اپنی جائدادونکو ہندوؤن کے ہاتھ بیچنا پڑا۔ گویا بحیثیت ایک قوم کے ان کی تباہی کے سارے سامان مہیا ہو گئے تھے۔

سرسید علیہ الرحمۃ: سرسید احمد خان مرحوم نے ان حالات کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا۔

اور ایک صحیح الدماغ اور دوربین انسان کی طرح انیسوین صدی کے اس بڑے رہنما نے یہ سوچا کہ اگر مسلمانون کو تباہی اور بربادی سے بچانے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے تو اوّل حکمران جماعت کے دل سے وہ بدگمانی دور کیجائے جو غرض مند برادران وطن نے مسلمانونکے غدر کے رویہ کے متعلق بالخصوص اور عام رویہ کے خلاف بالعموم پیدا کردی تھی۔ انہون نے یہ بھی غور کیا کہ انگریزی تعلیم کے متعلق مسلمانون نے کچھ دیر اور اگر اپنا یہی مسلک رکھا تو انجام یہی ہوگا کہ جس قوم نے ۷۰۰ برس تک اس ملک مین حکومت کی تھی اس کی اولاد دفترون مین چپراسی اور افسرون کے یہان خانسامہ کا کام کرے۔ تا آنکہ زمانہ کا انقلاب اس کو بالکل صفحۂ ہستی سے مٹادے بموصوف کی تصانیف اس کوشش کا ثبوت ہیں جو اول الذکر شبہ کے ازالہ کیلئے عمل مین آئی اور علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کا وجود دوسری شق کے سلسلہ مین ہے۔ مسلمان قوم سچے رہنما کا احترام کرتی ہے اور اپنے محسن کو کبھی نہین بھول سکتی۔ سر سید احمد خان مسلمانون کا سچا رہنما اور بہت بڑا محسن تھا اور مجھے یقین ہے کہ مسلمانون کی قوم جذبات تشکر اور احترام کے ساتھ انہین ہمیشہ یاد رکھے گی۔

کانگریس ۱۸۸۵ء مین ہندوؤن نے کانگریس کی بنیاد ڈالی۔ تاکہ حکومت ہند سے آئینی طریقون سے جو کچھ اصلاحات مل سکتی ہون لیجائین مسٹر اے او ہیوم حکومت کے ایک ذمہ دار افسر بھی اس کے بانیون مین سے تھے مسلمانون نے اس مین شرکت نہ

پسند نہین کیا۔ چنانچہ پہلے اجلاس مین صرف دو مسلمان شریک ہوئے تھے ایک عرصہ تک کانگریس کے اجلاسون کی حکومت کی نظرون مین کوئی خاص سیاسی اہمیت نہ تھی۔ اور عوام بھی انھین اعتدال پسندون کے لئے حصول جاہ کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ مسٹر گوکھلے اور تلک کی زبردست شخصیتون نے اس کو ایک بڑی سیاسی جماعت بنا دیا۔ سر سید احمد خان کی رائے مین مسلمانون کے لئے ان کی موجودہ حالت مین یہ مناسب نہ تھا کہ وہ ہندوؤن کے ساتھ رہ کر انگریزون کے خلاف شورش مین حصہ لین۔ کیونکہ ان کی کمزور حالت کا یہ تقاضہ تھا کہ وہ حکومت کی امداد پر بھروسہ کرین مسلمانون کے کانگریس مین نہ شریک ہونے کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ حقیقی معنون مین ایک قومی جماعت نہین کہی جا سکی۔ جو ملک کے تمام باشندون کی ترجمانی کر سکتی ہو۔ برخلاف اس کے مسلم لیگ کے قیام کے بعد یہ صورت ہو گئی کہ ہندوؤن کے مطالبات کی کانگریس ترجمان سمجھی جاتی تھی۔ اور مسلمانون کے مطالبات کی مسلم لیگ۔

کانگریس ۱۹۱۹ء کے بعد جنگ عظیم مین ہندوستان نے انگریزون کو تیرہ لاکھ آدمی اور دس کروڑ پونڈ دئے انگریزون نے وعدہ کیا کہ اس امداد کے شکریہ مین وہ ہندوستان کو حکومت خود اختیاری دین گے لیکن جب مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کا اعلان ہوا تو کانگریس کے انتہا پسندون کو اس سے اطمینان نہین ہوا۔ پریسیڈنٹ ولسن کے چہاردہ نکات کا ہندوستان کی رائے عامہ پر بھی پورا پورا اثر ہوا تھا۔

اور اپنے ملک کا انتظام اپنے ہاتھ مین لینے کے لئے ہندوستانی بھی اپنے آپ کو حقدار سمجھتے تھے۔ ملک جدید اصلاحات کے خلاف شورش کر رہا تھا کہ ۱۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو رولٹ ایکٹ پاس ہوا جس نے جذبات کو اور زیادہ بھڑکا دیا اس سلسلہ مین جو فسادات ہوئے ان کا تتمہ جلیانوالہ باغ کا ہولناک حادثہ تھا۔ ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو جنرل ڈائر نے امرتسر کے جلیانوالہ باغ مین ۵-۶ ہزار کے غیر مسلح مجمع پر گولی چلادی اور اس شخص نے خود اپنے بیان مین تسلیم کیا کہ ۲۰۰ اور ۳۰۰ کے درمیان آدمی جان سے مارے گئے۔ ان امور کے علاوہ اس زمانہ کی سیاسیات کا سب سے اہم واقعہ مسٹر گاندھی کا کانگریس کے معاملات مین سرگرمی سے حصہ لینا ہے۔ حکومت کے خلاف ہندوؤن کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی احتجاج مین شریک تھے لیکن ترکی کے ساتھ اتحادیون کے سلوک نے انکو بالکل آتش زیر پا کردیا تھا جب جنگ عظیم شروع ہوئی تو ترکی نے جرمنی اور آسٹریا کے ساتھ شریک ہوجانا اپنے مصالح کے لئے زیادہ مفید سمجھا اور وہان کے صدر اعظم نے ۵ اپریل ۱۹۱۵ء کے ٹائمس مین جو مراسلہ شایع کرایا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اتحادیون کے ساتھ نہ شریک ہونے کے لئے ترکون کے پاس بھی معقول وجوہ تھے۔ مگر بہرصورت واقعات کی اس رفتار نے مسلمانان ہند کے سامنے ایک عجیب مسئلہ پیش کر دیا ایک طرف خلیفۃ المسلمین تھے اور دوسری طرف انگریز ہمارے ملک کے حکمران۔ مسلمانون کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ

مقامات مقدسہ کے محافظ خلیفۃ المسلمین کے خلاف انگریزون کی حمایت مین لڑین ۔ اس قسم کے شبہات کو دور کرنے کے لئے ولایت کے اکثر اخبارون نے مسلسل مضامین شایع کئے۔ مثلاً لندن اسپیکٹیٹر نے لکھا ”ایسا نہ ہو کہ مسلمانون کو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ یہ جنگ صلیب اور ہلال کی جنگ ہے۔ ہر ممکن سے ممکن احتیاط اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے عمل مین لانی چاہئے اور اس کا سب سے زیادہ مؤثر و کارگر طریقہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ دنیائے اسلام کے طول و عرض مین اعلان کر دے کہ اس جنگ کا نتیجہ خواہ کچھ بھی کیون نہو لیکن ہم نہ صرف یہ کہ ان مقامات مقدسہ ہی پر قابض نہ ہون گے جو عرب کے اندر واقع ہین۔ بلکہ سب سے بڑی اسلامی طاقت ہونیکے لحاظ سے ہم اس بات کا صدق دل سے عہد کرتے ہین کہ مقامات مقدسہ مین کوئی مسیحی طاقت دست اندازی نہ کریگی۔ اور یہ مقامات مسلمانون ہی کے قبضہ مین رہین گے۔ اور حج و زیارت کے لئے ان کا دروازہ مسلمانون کیلئے کھلا رہے گا عرب کی آبادی کے ایک بڑے حصہ کی ایک عرصہ سے خواہش ہے کہ وہ ترکی سیادت سے آزاد ہو جائین۔ اس آبادی کی یہ خواہش آزادی اب پوری ہو جائیگی۔ اور اسے کوئی خطرہ اس بات کا نہ ہوگا کہ اس کے علاقہ کو ہم ہتھیا لین گے۔ یا کوئی دوسری یوروپین سلطنت اس پر مسلط ہو جائیگی“۔ اسکے بعد حکومت ہند نے ذیل کا اعلان کیا ”چونکہ برطانیہ عظمی اور ترکی کے درمیان جنگ چھڑ گئی ہے اور برطانیہ عظمی کو افسوس ہے کہ اس جنگ کی

محرک دولت عثمانیہ کی غیر مآل اندیشانہ روش ہے جس نے بلا کسی وجہ اشتعال کے دیدہ و دانستہ طرح مخاصمت ڈالدی۔ لہذا ہز اکسیلنسی وائسرائے شہنشاہ معظم کی گورنمنٹ کی طرف سے عرب کے اماکن مقدسہ کے متعلق جس مین عراق و عرب کے مقدس مقامات کے ساتھ بندرگاہ جدہ بھی شامل ہے حسب ذیل اعلان عام کے صدور کے مجاز قرار دیئے گئے ہین تاکہ اس جنگ مین جسے مذہب سے کسی قسم کا تعلق نہین شہنشاہ معظم کی نہایت ہی وفادار مسلمان رعایا کو شہنشاہ معظم کی گورنمنٹ کے رویہ کے بارہ مین کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہونے پائے۔ جبتک ان مقدس مقامات اور اماکن مین جانے والے ہندوستانی زائرین اور حاجیون کو کسی قسم کی مزاحمت پیش نہ آئیگی یہ مقامات اور بندرگاہ جدہ برطانیہ کی بحری اور بری قوت کے حملہ یا دست اندازی سے معصون و محفوظ رہین گے شہنشاہ معظم کی حکومت کی استدعا پر سلطنت ہائے روس و فرانس نے بھی یہی یقین دلایا ہے۔"

اس پروپیگنڈہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون کی ایک بہت بڑی تعداد انگریزی فوج مین بھرتی ہوئی۔ اور ترکون کے خلاف تمام محاذون پر لڑی۔ اور بقول لارڈ النبی کے جس فوج نے بیت المقدس فتح کیا اسمین ایک جوتھائی سے زیادہ مسلمان موجود تھے لیکن بعد مین معلوم ہوا کہ یہ مضامین اور اعلانات ایکطرف اگر مسٹر لائڈ جارج اور لارڈ ایسکوئتھ وغیرہ کی بعض تقریرون کا اثر دور کرنے کیلئے تھے۔ تو دوسری طرف انکا منشا یہ تھا کہ مسلمان رنگروٹونکے بھرتی ہونے مین کوئی دقت پیدا نہ ہو۔ کیونکہ جنگ کے اختتام پر ذمہ دار برطانوی وزراء نے جن خیالات کا

اظہار کرنا شروع کیا وہ ان کی حکومت کے سابقہ اعلانات کے بالکل خلاف تھے مسٹر
لائڈ جارج نے فرمایا کہ "جب شرائط صلح شایع ہون گے تو دنیا مین ترکون کا ایک دوست بھی
نظر نہ آئیگا۔ اگر ان کا کوئی خیر خواہ پردہ زمین پر موجود رہا تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ ترکون کو
اپنی حماقتون اور گناہون کا کیا خوفناک خمیازہ بھگتنا پڑا ہے آدھی سے زیادہ سلطنت انکے
ہاتھ سے نکل چکی ہوگی۔ ان کا دار الخلافۃ دول متحدہ کے توپون کی زد مین ہوگا۔ وہ بری اور
بحری قوت سے محروم کئے جا چکے ہونگے۔ ان کا وقار و اقتدار خاک مین ملچکا ہوگا۔
درۂ دانیال ان کی دربانی سے نکل چکا ہوگا اس کے سارے قلعے منہدم کئے جا چکے
ہون گے۔ اور کوئی ترکی فوج درۂ دانیال کی رسائی کے اندر نہو گی" ۲۶ فروری ۱۹۲۰ء کو
دار العوام مین تقریر کرتے ہوئے لارڈ رابرٹ سیسل نے فرمایا کہ "بابعالی کو قسطنطنیہ سے
ضرور ہی نکالدینا چاہیے۔ قسطنطنیہ مین اگر ترکو نکو رہ جانے دیا گیا تو یورپ پر تباہی نازل ہوجائیگی
اور وہ مقصد ہی فوت ہو جائیگا جس کے لئے ہمنے اس جنگ مین حصہ لیا تھا" فرانس و انگلستان
کی مجلس عالیہ نے ۴ مارچ ۱۹۲۰ء کو ترکی فوج کے متعلق طے کیا کہ "مجلس عالیہ نے
فیصلہ کیا ہے کہ ترکی فوج کی تعداد اس قدر گھٹا دینی چاہیے کہ اس کا عدم وجود برابر
ہو جائے۔ اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ یہ تعداد پندرہ ہزار ہو یا پچیس ہزار یہ تجویز بھی
پیش کی جا رہی ہے کہ بجائے فوج کے ترکون کو صرف چند رسمہ رکھنے کی اجازت ہو

اور ان کے افسر یورپین ہون"۔ یہ اقوال تھے اگر افعال کا اندازہ کرنا ہو تو معاہدہ سیورس کا
غور سے مطالعہ کیجیے، مسلمانون کے مقدس مقامات کے متعلق بار بار یہ اطمینان دلایا
گیا تھا کہ ترکون سے لیکر ان کو عربون کے سپرد کر دیا جائیگا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ عراق
عرب فلسطین اور ماوراے یردون انگریزون کے سپرد کر دیئے گئے۔ اور شام کا زرخیز
ملک فرانس نے لیلیا۔ وائسرائے کی وساطت سے شہنشاہ معظم کی حکومت نے ہمین یہ
بتایا تھا کہ یہ مذہبی جنگ نہین ہے لیکن اسی حکومت کے وزیر اعظم نے لارڈ ایلنبی کو سب سے
آخری صلیبی جنگ کے فاتح کا لقب دیا۔ ہندوستانی مسلمانون نے جب اس حالت پر
غور کیا تو ان کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنے متفقہ احتجاج سے متعلقہ دول
کے اوپر دباؤ ڈال کر معاہدہ سورس پر نظر ثانی کرائین مجلس خلافت کی بنیاد ڈالی گئی اور تا کہ
ان کے مطالبات مین زیادہ وزن اور زیادہ طاقت ہو مسلمانون نے کانگریس مین اپنی شرکت کا
میلان ظاہر کیا مسٹر گاندھی اور دوسرے ہندو رہنماؤن نے مسلمانون کو ملا لینے کا یہ نہایت
مناسب وقت سمجھا اور کانگریس کے مطالبات مین خلافت کا مسئلہ بھی شامل کر لیا گیا۔
مبصرین کی یہ مسلمہ رائے ہے کہ اس کے بعد کانگریس کی اہمیت مین بے اندازہ اضافہ ہو گیا۔ وہ
اب حقیقتاً ملک کی نمائندہ جماعت تھی ۱۹۲۱ء و ۱۹۲۲ء مین ہندوؤن کے ساتھ ملکر مسلمانون نے
جو سرفروشیان کین انھون نے انگریزون کو واقعات سے دوچار کر دیا کانگریس کی کاروائیون سے

اب حکومت سخت خائف ہونے لگی لیکن مسلمان دیر تک کانگریس مین شریک نہین رہے کچھ تو ہندوستان کے متحدہ مطالبہ کی وجہ سے اور زیادہ تر مصطفےٰ کمال پاشا کے فاتحانہ اقدام کی وجہ سے معاہدہ سیورس مین نہایت اہم تبدیلیان ہوگئین. اس لئے مسلمانون کو ذرا سکون حاصل ہوا. دوسری طرف شدھی اور سنگھٹن کی سیاسی تحریکین شروع کردی گئین. ان واقعات کا ردعمل یہ ہوا کہ کانگریس سے مسلمان بھڑ بڑل ہو گئے. اور ملک مین ۳۰-۴۰ سال تک نہایت خوفناک ہندو مسلم فسادات ہوتے رہے لیکن ۱۹۲۰ء کے بعد کانگریس کے وقار مین جو زبردست اضافہ ہوگیا تھا اس مین مسلمانون کی علیحدگی کے بعد بھی مسٹر گاندھی سی آر داس. اور موتی لال نہرو کی انتظامی اور غیر معمولی قابلیتون نے کوئی کمی نہین آنے دی بلکہ نہایت پامردی استقلال اور قابلیت کے ساتھ انھون نے رفتہ رفتہ قومی تحریک کو ارتقائی مدارج تک پہونچا دیا بیشک مسلمان من حیث القوم کانگریس مین شریک نہ رہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر ملک مین کوئی جماعت سرفروش ہے اور اس کی اہل ہے کہ وہ انگریزون سے حکومت کا مطالبہ کرے اور ملک کی بیشتر آبادی کی ترجمانی کرسکے تو وہ تنہا کانگریس ہے مسٹر گاندھی کا اس کارنامہ مین سب سے بڑا حصہ ہے اور ہندو اس عظیم شخصیت کے اوپر جس قدر ناز کرین بجا ہے. کچھ عرصہ ہوا ایک مسلم کانفرنس مین اسکے صدر صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے مسلمانون نے ۲۱-۱۹۲۰ء مین کانگریس کو

آسمان تک پہونچا دیا اور یہ ہماری ہی کوششیں اور پروپیگنڈا تھا کہ مسٹر گاندھی آج دنیا کی ایک بڑی ہستی ہیں"۔ میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ مسلمانوں کی شرکت نے کانگریس کو تمام ملک کی واحد نمائندہ جماعت بنا دیا تھا۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ کانگریس کی کارروائیوں میں ہنگامہ خیزی بھی ایک حد تک انہیں کی شرکت کی رہین منت تھی لیکن مولانا سے میں یہ پوچھتا کہ یہ کہاں کی عقلمندی تھی کہ دوسرں کو تو انھوں نے آسمان تک پہونچا دیا۔ اور اپنے آپ زمین میں گھس گئے جہاں تک مجھے علم ہے کانگریس سے علیحدہ رہ کر گذشتہ ۸۰ سال میں مسلمانوں نے کوئی خاص کام اپنی بہبودی کیلئے بھی نہیں کیا۔ اور جو جماعت آگے نہیں بڑھتی ہے اُس کو زمانہ کی رفتار ایک طرف کر دیتی ہے بہر حال میرا مطلب یہ تھا کہ اس قسم کی باتوں کو میں لایعنی سمجھتا ہوں۔ اخلاقی تنزل کی یہ بھی ایک صورت ہے۔

مسلمانوں کی سیاسی اہمیت

ملک کی ۳۵ کروڑ سے زیادہ کی آبادی میں مسلمان کم و بیش ۸ کروڑ ہیں یعنی تقریباً ۲۴ فی صدی یہ تعداد ہر حالت میں ایک بڑی تعداد ہے۔ مگر جس طریقہ سے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں یہ پھیلی ہوئی ہے اس سے اس کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ مدراس میں وہ صرف پانچ فیصدی ہیں لیکن اس ۵ فی صدی میں وہاں کے دس لاکھ موپلے بھی شامل ہیں اس میں شک نہیں کہ ۱۹۲۱ء کی شورش میں ان کو نہایت شدید نقصان برداشت کرنا پڑا لیکن انشاءاللہ

حکومت کی دہشت انگیز پالیسی کا اس غیور آبادی پر مستقل اثر نہین پڑیگا۔ مدراس پریذیڈنسی
کی مسلمان آبادی کا ایک معقول حصہ تجارت کرتا ہے اور بحیثیت مجموعی وہ خوش حال ہے صوبہ کی
حکومت مین بیشک ان کا ہاتھ زیادہ نہین ہے تاہم وہ اس اقلیت مین بھی نہین ہین کہ
ان کو نظر انداز کر دیا جائے بمبئی پریذیڈنسی مین دسندھ کو چھوڑ کر مسلمان ۸ فی صدی
ہین لیکن ان کا بیشتر حصہ تجارت پیشہ ہے اور نہایت دولتمند اور خوشحال ہے اس صوبہ مین
مسلمانون کی شہری آبادی ۸ فی صدی سے بہت زیادہ ہے اور سیاسیات مین اس کا جو اثر
ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ بمبئی شہر کی ۱۲ لاکھ آبادی مین کم و بیش تین لاکھ مسلمان ہین اور
وہان کے ہر شعبہ مین ان کا کافی اقتدار ہے۔ صوبجات متوسط اور برار مین وہ صرف ۴ فیصدی
ہین۔ بیشک یہان وہ ایسی اقلیت مین ہین جس کی طرف سے فکر ہو سکتی ہے۔ خاص کر ایسی
حالت مین جب ان کے پڑوسیون کا بیشتر حصہ مرہٹون پر مشتمل ہے۔ اور ان حضرات کی
اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت کے ساتھ دلچسپی معلوم۔ ان تینون صوبون مین مسلمانون کی
تعداد بہت تھوڑی ہے۔ لیکن ان تینون کے بیچ مین حیدر آباد کی عظیم الشان اسلامی ریاست
موجود ہے جس کا رقبہ ۸۴۰۰۰ مربع میل ہے۔ اور جس کی آبادی کم و بیش ۱۴۰۰۰۰۰۰ ہے۔
برار کا ۱۷۰۰۰ مربع میل کا صوبہ حیدرآباد کا ہے اور اسیکا رہیگا خواہ اس مین کتنی ہی موانع پیدا ہون۔
یون تو تمام اسلامی ہندوستان کے لئے اسکا وجود باعث فخر و اطمینان ہے

لیکن اسلامی تہذیب و تمدن کی آبیاری مین اور اس کے فروغ مین اس کی مساعی کا زیادہ اثر
اس کے ہمسایون پر ہوتا ہے۔ اس لئے مدراس بمبئی اور صوبجات متوسط اور برار مین مسلمانون کی
آبادی کی کمی کی تلافی ایک بڑی حد تک اس محبوب ریاست کے وجود نے کر دی ہے۔ اسلامی
سلطنت کی تباہی کے بعد ہندوستان مین اسلام کے بقا کے لئے فطرت نے جو انتظامات کئے
ان مین سے ایک مین ریاست حیدرآباد کے وجود کو بھی سمجھتا ہون۔ بہار و اڑیسہ مین مسلمان صرف دس فیصدی
ہین۔ امیر الشریعت بہار و اڑیسہ کی کوششون سے وہ تھوڑے بہت منظم ہین۔ مغربی بنگال مین
بدقسمتی سے چونکہ مسلمانون کی تعداد زیادہ نہین ہے اس لئے مؤخر الذکر صوبہ مین مسلمانون کی
مجموعی کثرت کا اول الذکر صوبہ کے مسلمانون پر کوئی نمایان اثر نہین پڑ سکتا۔ بنگال مین مسلمان
۵۴ فی صدی ہین اور مشرقی بنگال مین ان کی تعداد بہت بڑی ہے لیکن تعلیم مین وہ نہایت پسماندہ ہین
زمیندارون مین ہندو زیادہ ہین اور کسانون مین مسلمانون کی اکثریت ہے۔ تمدن و معاشرت کے
ہر شعبہ مین وہ ہندوؤن سے بہت پیچھے ہین۔ لیکن بہر حال ان کی تعداد زیادہ ہے اور اس مین
سنہ ۱۸۸۱ء کے بعد جو معقول تدریجی ترقی ہوئی ہے اس کے بدستور جاری رہنے کے ماشاء اللہ
تمام امکانات موجود ہین۔ حکومت جب جمہور کے ہاتھ مین ہو تو تعداد کی کثرت بھی خدا کا ایک انعام
ہے۔ اس لئے جہالت اور غربت کی عارضی مصیبتون کی وجہ سے ان کے مستقبل کی طرف سے
مایوس ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہین۔ آسام مین مسلمان ۳۲ فی صدی ہین اور مشرقی بنگال سے

آ آکر یہان آباد ہو رہے ہین اس لئے اس صوبہ مین ان کی تعداد انشاء اللہ جلد بڑھ جائیگی۔
برہما واقعی ہندوستان کا حصہ نہین ہے اور سر جان سائمن کی سفارشات کے اوپر اگر عملدرآمد
ہوا تو یہ صوبہ ہندوستان سے الگ کر دیا جائیگا۔ برہما کونسل نے علیحدگی کی تجویز کو نظر پسندیدگی
دیکھا ہے۔ بہر حال یہان کم و بیش ۵ لاکھ مسلمان ہین اور قریب قریب سب تجارت پیشہ ہین
جو مدراس اور بنگال وغیرہ سے جا کر وہان آباد ہو گئے ہین۔ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ مین وہ
۱۴ فی صدی ہین لیکن اس صوبہ کے شہرون مین وہ تقریباً ۳۷ فی صدی ہین ملک کا یہ حصہ
اسلامی سلطنت کا مدتون تک مرکز رہا ہے۔ علی گڈھ یونیورسٹی اور دار العلوم دیوبند
کی وجہ سے تعلیم مین اس صوبہ کے مسلمان تمام ہندوستان کے مسلمانون سے آگے ہین مسلمان
تعلقدار اور زمیندار بھی اس صوبہ مین کافی اثر رکھتے ہین ان امور کی وجہ سے یہان کے مسلمان
بحمدہٗ تعالیٰ اپنی اقلیت کی وجہ سے زیادہ پریشان نہین ہین۔ دہلی مین مسلمان تقریباً ۳۲
فی صدی ہین اور مضبوط ہین۔ اور پنجاب مین ان کی تعداد ۵۸ فی صدی ہے اور بحیثیت مجموعی
ان کی حالت قابل اطمینان ہے اس سلسلہ مین سر فضل حسین بالقابہٖ کی مساعی بھی قابل ذکر ہین۔
"Land alienation act" کے
سلسلہ مین جو قانون پنجاب مین منظور ہوا ہے اس سے مسلمان زمیندارون اور کاشتکارون کو
بڑا امن ہو گیا ہے۔ بہاولپور کی بڑی اسلامی ریاست بھی اس صوبہ کے مسلمان آبادی کے

وقارمین بڑا اضافہ ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جدید نہروں کی وجہ سے اس کی زرخیزی
اور آبادی مین مسلسل ترقی ہو رہی ہے سنئے نئے گاؤں اور شہر آباد ہو رہے ہین کشمیر
مین مسلمان ۹۵ فی صدی ہین لیکن وہان کی ۵ فی صدی ہندو آبادی نے ان کے تمام حقوق
سلب کر لئے ہین لیکن کشمیر کا محل وقوع اور موجودہ زمانہ کی رفتار انشاء اللہ بہت جلد اپنا
اثر دکھائے گی۔[1] صوبہ سرحد مین مسلمان کم وبیش ۹۴ فی صدی ہین اس علاقہ کی
تمام آبادی بہادر پٹھانون پر مشتمل ہے اور ماورائے سرحد کے قبائل سے متعلق اور ہمرشتہ ہے غیور
اور بہادر آبادی مسلمانان ہند کیلئے باعث صد ہزار فخر ہے جسد اسلامی کیلئے بیشک یہ
بمنزلہ ریڑھ کی ہڈی کے ہے ہندوستان مین نیچے کی طرف دیکھکر اگر کچھ فکر و تشویش
ہوتی ہے تو اس اسلامی صوبہ کی طرف نظر کرنیکے بعد وہ دور ہو جاتی ہے بلوچستان
مین قریب قریب سب مسلمان ہین لیکن انکی حالت ہر حیثیت سے نہایت قابل رحم ہے۔
انگریز اس صوبہ کو فوجی مصلحتون کی وجہ سے اپنی سلطنت میں شامل کئے ہوئے ہین چونکہ
انتہائی جہالت کی وجہ سے وہ ان لوگون سے اصلاحات کا مطالبہ نہین کرتے اس لئے
بقول سرجان سائمن کے اس طرف توجہ کی بھی ضرورت نہین ہے۔ سندھ مین
مسلمان تقریباً ۸۰ فی صدی ہین بندرگاہ کراچی کی بڑھتی ہوئی اہمیت اس صوبہ کی ترقی کی

[1] یہ لکھنے کے بعد کشمیر کی تحریک شروع ہو چکی ہے اور شدید نتائج کے پیدا ہونے کے امکانات ہین۔

ایک صورت ہے۔ نہرون کا جدید سلسلہ اس صوبہ کے زراعتی رقبہ کو کئی گنا بڑھادے گا۔ اس لئے انشاء اللہ عنقریب یہ ایک نہایت زرخیز اسلامی صوبہ ہو جائیگا۔ سر جان سائمن اپنی رپورٹ مین فرماتے ہین کہ "سندھ عراق عرب وغیرہ سے زیادہ مشابہ ہے بہ نسبت ہندوستان کے

راجپوتانہ مین سلمان بہت تھوڑی تعداد مین ہین اور وہان ان کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہین ہے۔ یہان ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست ٹونک ہے ورنہ تمام علاقہ راجپوت راجے مہاراجون مین بٹا ہوا ہے۔ اجمیر کا مرکزی صوبہ حکومت کی مصلحتون کیوجہ سے انگریزون نے اپنے قبضہ مین رکھا ہے۔ یہان کی آبادی مین معقول حصہ مسلمانون کا ہے

ہندوستان کے مختلف صوبون مین ہمنے مسلمانونکی آبادی کا جو تناسب دکھایا ہے اس سے یہ ظاہر ہو گا کہ اس ملک کے تمام سرحدی صوبون مین مسلمانون کی کثرت ہے۔ (کشمیر، بلوچستان، سندھ، سرحد، پنجاب، بنگال) جنوبی ہند مین حیدرآباد کا وجود بڑا اہم ہے۔ اس وجہ سے اسلامی آبادیون کی جو اہمیت ہے وہ باریک بین لوگون سے پوشیدہ نہین ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمانون مین دوسری قومون کے مقابلہ مین عسکریت کی روح زیادہ ہوتی ہے ہندو من حیث القوم اس کے اعتراف سے انکار نہین کرین گے ایک ملک کے مسلمانون کو دوسرے ملک کے مسلمانون سے جو غیر معمولی تعلق ہوتا ہے بلکہ مین یہ کہون گا کہ ہونا چاہیئے اس کا صحیح اندازہ غیر مسلم نہین کر سکتے ہمارے مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ

مسلمان آپس مین بھائی بھائی ہین واقعتاً گذشتہ زمانہ مین اس کا مظاہرہ کیسے ہوا۔ ایک جدا بحث ہے جسے مین یہان چھیڑنا نہین چاہتا۔ لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہو کہ اسلام کی سچی تعلیم آپس کے برادرانہ تعلقات کو نسل اور رنگ اور ملک کی حد تک محدود نہین رکھتی مثلاً مین یہودی النسل ہون لیکن مذہباً مسلمان ہون تاہم فلسطین مین یہودیونکی نوآبادی کو مین اسی تشویش اور ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہون جیسے فلسطین کے مسلمان دیکھتے ہون گے اور میرے دل مین اس مغضوب فرقہ کی طرف سے نفرت اور حقارت کے وہی جذبات ہین جو اور نسل کے لوگون مین ہو سکتے ہین۔ اس کے یہ معنی ہین کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے خواہ وہ کسی دوسرے ملک اور نسل کا ہو زیادہ تعلق ہوتا ہے بہ نسبت ایک غیر مسلم کے خواہ مؤخر الذکر اس کی اپنی نسل کا ہو۔ ہندوؤن کو مسلمانون سے جو شکایتین ہین ان مین اس رویہ کا سب سے پہلے ذکر ہوتا ہے۔ وطن اور قومیت کے بارہ مین زمانہ کی اس وقت کیا رفتار ہے اور اس مسئلہ کے متعلق ترکی اور مصر کے رویہ کا اسلامی ممالک پر کیا اثر پڑیگا۔ یا اس اسلامی مسئلہ کی فلاسفی مین کیا پاکیزگی اور اہمیت پوشید ہے۔ ایسے سوالات مین جن کو مین دوسرے وقت کے لئے رکھتا ہون لیکن بہر حال یہ درست ہے کہ ایک ہندوستانی مسلمان ایک افغانی سے زیادہ مانوس ہو سکتا ہے۔ بہ نسبت ایک ہندو کے خواہ وہ اس کا پڑوسی ہو۔ اور اس کے ہم نسل ہو۔ مسلمانون کا یہ مذہبی جذبہ ہندوؤن کے

سیاسی مدبّرین کے لئے ہمیشہ ایک عقدۂ لانیحل رہا ہے مسلمانون مین ایک بڑا فریق یہ کہتا ہے کہ تقریب قریب تمام ہندو مدبرین کا حقیقی نصب العین "ڈومنین اسٹیٹس" ہے یا سوراج زیر سایہ برطانیہ۔ اور کامل خودمختاری کی حالت مین وہ مسلمانون کی نیت پر بھروسہ نہین رکھتے بہرحال یہ ایک رائے ہو لیکن اس مین شک نہین کہ اس کی تردید کے لئے تنہا قرار دادون کا منظور ہوجانا کافی نہین ہے پنجاب سے لیکر تراکو تک تمام ممالک کی آبادی مسلمان ہے مسلمان آبادیونکی اس مسلسل کڑی سے جہان غیر مسلم خائف ہین وہان مسلمانان ہند کو اس سے ایک بین الاقوامی اہمیت حاصل ہے تاہم چونکہ ہندوؤن کے مقابلہ مین ان کی تعداد ملک مین تھوڑی ہے تمول مین ہندوؤن سے انھین کوئی نسبت ہی نہین۔ اور تعلیم مین اب بھی وہ ان سے بہت پیچھے ہین اور ہندو جمہور اوسطاً مسلمانون سے بہت زیادہ بیدار ہین اس لئے مسلمان بحیثیت جماعت کے ہندوؤن سے خائف ہین اور انگریزون کے ساتھ موالات رکھنا اپنے مصالح کیلئے وہ زیادہ مفید سمجھتے ہین۔ انگریز اس موالات کی قدر کو خوب پہچانتے ہین اور انھین ایک حد تک یہ اطمینان ہے کہ ہندوؤن کے بے پناہ جذبہ قومیت کو دبانے کیلئے ان کے ساتھ مسلمانون کی موالات سب سے زیادہ مؤثر حربہ ہے اسی لئے حکومت مسلمانونکے ساتھ امکانی مراعات کرنا بے فائدہ نہین سمجھتی ۱۹۲۰-۲۱ء کے واقعات کے بعد گورنمنٹ کو اندازہ ہوچکا ہے کہ جس تحریک مین ملک کی یہ دونون قومین ہمہ تن شریک ہوجاوین۔

اس کو دیر تک موثر طریقہ سے روکنا قریب قریب محال ہے اس لئے ظاہر ہے کہ حکومت کی پالیسی
ان دو فریقون کے اتحاد کو کس نگاہ سے دیکھتی ہوگی ہندوؤن نے کانگریس کے ماتحت حکومت
کے خلاف سنہ ۳۰ء مین جو زبردست اور مسلسل مظاہرہ کیا وہ امید سے زیادہ باثر ثابت ہوا،
لیکن مسلمان من حیث القوم اس سے علیحدہ رہے ہندو یہ اچھی طرح محسوس کرتے ہین اور واقعہ
بھی یہی ہے کہ مسلمانون کی عدم شرکت نے کانگریس کے خاطر خواہ نتائج نہین پیدا ہونے
دئیے۔ انھین مجبوراً یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ ملکی مقاصد کے حصول کے لئے مسلمانون کی اعانت
حاصل کرنا مقدم ہے۔ گویا ملک کے اہم ترین مسائل مین مسلمانون کا رویہ ہر دو فریق گورنمنٹ
اور ہندو کیلئے فیصلہ کن ہوسکتا ہے۔ ہندوستان مین مسلمانون کی سیاسی حیثیت کا یہ نچوڑ ہے۔
سنہ ۲۱ و ۲۲ء مین کانگریس کے ساتھ شامل ہو کر مسلمانون نے حکومت کے

موجودہ تحریک اور مسلمان

خلاف اپنی ناراضگی کا زبردست مظاہرہ کیا تھا، اُن نے
مسئلہ خلافت مین مسلمانون کے ساتھ ہمدردی کی۔ مسلمانون کی شریف اور شکر گذار قوم نے اس
احسان کے بدلہ مین گاؤکشی کے انسداد پر آمادگی ظاہر کی اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ملک کی
ان دو بڑی جماعتون مین بالآخر اتحاد ہو گیا ہے۔ جس جماعت کے نزدیک یہ صورت پسندیدہ
نہ تھی اور جس فریق کو اپنے مقاصد کے حصول کیلئے متلاطم فضا کی ضرورت تھی وہ شدھی
اور سنگھٹن کی سیاسی تحریکین بروئے کار لانے کا موجب ہوا۔ مسلمانون نے بجا طور پر ان تحریکون

اپنے خلاف کھلی ہوئی سازش سمجھا اور ۲۔۲۴ سال تک ملک مین وہ ہنگامہ برپا رہا کہ حکومت کی وہ تمام
جو لین جو ترک تعاون کے زمانہ مین ہلگئی تھین اپنی جگہ پر خوب مضبوطی سے جسم گئین مسلمان
کانگریس سے بالکل بددل ہوگئے اور اس جماعت کے متعلق جو رویہ ان کا پہلے سے تھا وہی
پھر ہوگیا۔ ۲۸ء مین کانگریس کا اجلاس ڈاکٹر انصاری کی صدارت مین مدراس مین منعقد ہوا۔
جن اسلامی مطالبات کو مدراس کانگریس مین منظور کیا گیا تھا بعد مین ان کو نظر انداز کر کے ۲۹ء
کے سالانہ اجلاس مین نہرو رپورٹ کا آئین منظور کر لیا گیا۔ نہرو رپورٹ مین چونکہ سلمانون کے
بہت سے مطالبات غیر تسلیم شدہ رہ گئے تھے اس لئے انھون نے شروع ہی سے اس کی
مخالفت کی مسٹر گاندھی جو ترک موالات کی تحریک کے ختم ہونے کے بعد سیاسیات سے کنارہ کش
ہوگئے تھے کلکتہ کے اجلاس مین پھر شریک ہوے۔ اس اجلاس مین یہ طے پایا کہ ۳۱ دسمبر
۲۹ء تک انگریز ہندوستان کو ڈومنین سٹیس دیدین اور آئین کی تشکیل نہرو رپورٹ کی
بنیاد پر ہو اگر کانگریس کے اس مطالبہ کو انگریز منظور نہ کرین تو آئندہ کانگریس کا نصب العین کامل
خود مختاری ہوگا۔ جس کا ذریعہ حصول مسٹر گاندھی کی مقاومت مجہول کا حربہ ہوگا یکم نومبر ۲۹ء
کو انگلستان سے واپس آکر وائسرائے نے ایک تقریر کی جس مین منجملہ اور امور کے انھون نے
یہ بھی فرمایا کہ وہ حکومت برطانیہ کے نزدیک ہندوستان کا نصب العین ڈومنین سٹیٹس ہے۔
اور یہ کہ آئین کی تشکیل کیلئے لندن مین ایک گول میز کانفرنس ہوگی جس مین برطانوی نمائندگان

حکومت کے ساتھ ہندوستان کے مندوبین بھی ملکر بیٹھینگے اور حل طلب مسائل کا تصفیہ کرینگے۔ اور نیز یہ کہ ہندوستان کے آیندہ نظام مین ریاستین بھی شریک ہونگی"۔ اس تقریر کا ملک کی سیاسی فضا پر بڑا اثر ہوا۔ یہانتک کہ کانگریس کے رہنماؤن نے اپنے ایک بیان مین حکومت کے ساتھ موالات پر آمادگی ظاہر کی لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے مزید اطمینان کے لئے انھون نے چاہا کہ حکومت ہند سیاسی قیدیون کو رہا کر دے۔ اور گول میز کانفرنس کی تاریخ کا بہت جلد اعلان کردے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس اثنا مین وائسرائے کے اس اعلان کے خلاف پارلیمنٹ مین بہت سی تقریرین ہوئین۔ مقررین نے کہا کہ وائسرائے نے اپنے علان سے ہندوستانی رہنماؤن کو مغالطہ مین ڈالا ہے ورنہ قریب مستقبل مین اس ملک کو ڈومنین اسٹیٹس دینے کا کوئی امکان نہین۔ ذمہ دار اخبارات نے لکھا کہ ہندوستان کو ڈومنین اسٹیٹس دینے کا اس صدی مین کوئی امکان نہین۔ بہر حال ذمہ دار حلقوں کی طرف سے جب اس قسم کی تحریرین اور تقریرین سامنے آئین تو وائسرائے کے اعلان کی اہمیت ایک حد تک زائل ہوگئی۔ اس اندیشہ کا اظہار کانگریس کی مجلس عاملہ نے الہ آباد مین کیا لیکن اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ بحث وتمحیص سالانہ اجلاس کیلئے ملتوی ہوئی۔ کانگریس کے سالانہ اجلاس سے پہلے وزیر ہند کی ایک تقریر ہوئی جسمین انھون نے ملکی مطالبات کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا لیکن کانگریسی رہنما جن امور پر اپنا اطمینان کرنا چاہتے تھے ان کا ذکر کرنا انھون نے مصلحت کے خلاف سمجھا۔ لاہور

روانہ ہونے سے پہلے مسٹر گاندھی، موتی لال نہرو، محمد علی جناح، اور ڈاکٹر انصاری وغیرہ
کی ملاقات کا انتظام وائسرائے سے کرایا گیا۔ اول الذکر ہر دو صاحبان نے یہ خواہش کی کہ وائسرائے
یہ یقین دلادیں کہ گول میز کانفرنس میں ڈومنین اسٹیٹس کے آئین کی تشکیل ہوگی۔ وائسرائے نے
اس قسم کا وعدہ کرنے سے اپنی مجبوری کا اظہار کیا اور اس طریقہ سے یہ جلسہ بغیر کسی نتیجہ کے
منتشر ہو گیا۔ مسٹر محمد علی جناح کی آئین پسندی نے کانگریس کی ہنگامہ خیز کارروائیوں میں
حصہ لینا کبھی مناسب نہیں سمجھا اور ڈاکٹر انصاری کو مسٹر گاندھی اور پنڈت موتی لال نہرو کا
وائسرائے کی تقریروں کے بعد یہ غیر مصالحانہ رویہ پسند نہیں آیا۔ اور کانگریس کی آئندہ
تحریک میں حصہ لینے پر انھوں نے آمادگی کا اظہار نہیں کیا۔ علی برادران مسٹر گاندھی وغیرہ سے
ملے اور ان سے صاف صاف کہدیا کہ ہندوستان کے آئندہ نظام میں مسلمانوں کے
مطالبات کا پہلے فیصلہ ہونا چاہیے۔ تاکہ ملک کی آزادی کی جنگ میں وہ بھی برادران وطن
کے ساتھ پورا پورا حصہ لے سکیں۔ اور یہ کہ نہرو رپورٹ کے خلاف وہ اپنی ناراضگی اور
ناپسندیدگی کا تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے اظہار کر چکے ہیں۔ مسٹر گاندھی نے فرمایا کہ
ہندوستان کا نصب العین اب کامل خود مختاری ہے اور ایسی حالت میں نہرو رپورٹ
اپنے آپ زائد المیعاد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا طلب حقوق کا مسئلہ اب غیر ضروری ہو گیا
ہے جس وقت ملک آزاد ہو جائیگا اس وقت ان مسائل کا تصفیہ ہوتا رہیگا۔ کانگریس کا

اجلاس ہوا نہرو رپورٹ زائد المیعاد قرار دی گئی، اور ہندوستان کا نصب العین کامل خود مختاری قرار پایا۔ کچھ عرصہ کے بعد کانگریس کی مجلس عاملہ نے مسٹر گاندھی کو مقاومت مجہول کے شروع کرنے کا پورا پورا اختیار دیدیا۔ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء مین مسٹر گاندھی نے وائسرائے کو ایک مراسلہ بھیجا جس مین انھون نے کچھ مطالبات درج کئے اور لکھا کہ یہ منظور کر لئے جاوین ورنہ وہ نمک کا قانون توڑنے کے لئے اپنے آشرم سے روانہ ہو جائین گے۔ اس کا جواب وہی آیا جس کی امید ہوسکتی تھی۔ اور مسٹر گاندھی نے قانون نمک کی خلاف ورزی کرنے کے لئے اپنے رضا کار ساتھ لیکر ڈانڈی کی طرف کو کوچ کیا۔ کانگریس کی سیاسیات نے یہ رفتار میرے نزدیک اس لئے اختیار کی کہ (۱) سنہ ۱۹۲۸ء مین کانگریس کے رہنما حکومت کو متنبہ کر چکے تھے کہ دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء تک اگر ڈومنین سٹیٹس نہ دیا گیا تو سنہ ۱۹۳۰ء مین ان کا نصب العین کامل خود مختاری ہوگا اس لئے اپنی دھمکی کو عمل تشکیل دینے کے لئے انھون نے اپنے آپ کو یہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور پایا۔

(۲) کانگریس اپنے آپ کو ایک حد تک منظم کر چکی تھی۔ (۳) ڈومنین اسٹیٹس کی صورت مین مسلمان پہلے اپنے حقوق کے تصفیہ کے متعلق اصرار کرتے تھے نیز ان مین کا ایک فریق یہ کہتا تھا کہ کانگریس کا نصب العین اگر کامل خود مختاری ہو جاوے تو وہ اسمین شریک ہو کر ملکی جنگ آزادی مین پورا پورا حصہ لین گے۔ کانگریس نے خیال کیا کہ اگر اپنے

نصب العین مین یہ تبدیلی کردیجاے تو تصفیۂ حقوق کے مسلہ سے نجات بھی ملجائیگی۔ اور مسلمان بھی کانگریس مین شریک ہو جاوین گے۔

(۴) لارڈ ارون ایک نیک دل اور شریف وائسرائے تھے جن کو ہندوستان کیساتھ واقعی ہمدردی تھی۔ اور وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ملکی تحریک کن مدارج مین ہے۔

(۵) برطانوی حکومت حزب العمال کے ہاتھون مین تھی اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ دوسری دو جماعتون کے مقابلہ مین محکوم آبادیون کے متعلق اس جماعت کا رویہ زیادہ صلح جویانہ ہے لہذا کانگریس نے اس وقت کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سب سے بہتر سمجھا اسے یہ اندازہ تھا کہ انگریزون کے لئے اس ملک کو ڈومنین اسٹیٹس دینا سخت مشکل ہے۔ اس لئے انھون نے اپنا نصب العین کامل خودمختاری قرار دیا تاکہ بقول لیکے بمرگ گیر تا بتپ راضی شود۔ کامل خودمختاری کا پورے زور شور کے ساتھ مطالبہ کیا جائے تاکہ بالآخر گورنمنٹ برطانیہ مجبور ہوکر ڈومنین اسٹیٹس یا اس کے لگ بھگ کوئی اور اسٹیٹس منظور کرلے اس عرصہ مین سائمن کمیشن کی سفارشات بھی شایع ہوچکی تھین۔ وہ قطعًا غیر تسلی بخش تھین۔ کانگریس نے انکی طرف توجہ بھی نہین کی۔ اور نہ وہ مسلمانون کو مطمئن کرنے مین ہی کامیاب ہوئین۔ من حیث القوم مسلمانون نے اس جہاد حریت مین شرکت نہین کی لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ پنجاب، بمبئی، بنگال۔ اور صوبہ سرحد مین مسلمانون کی ایک خاصی تعداد نے اس تحریک مین

دلچسپی لی۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد جیسا بالغ نظر رہنما شروع سے کانگریس کے ساتھ رہا۔ تاہم مسلمانون نے اس تحریک مین شرکت نہین کی۔ کیونکہ قریب قریب تمام اسلامی جماعتون نے عدم شرکت کے بارے مین متواتر اور مسلسل قرار دادین منظور کین تہین میرے نزدیک مسلمانونکے اس رویہ کی مندرجہ ذیل وجوہ ذمہ دار ہین۔

(۱) گورنمنٹ چاہتی تھی کہ مسلمان اس تحریک مین ہندوؤن کے ساتھ شامل نہون اور اس نتیجہ کے حصول کیلئے اُسنے تمام امکانی کوششین جائز سمجھین

(۲) آزادی اور حریت کی جو تڑپ اس وقت ہندوؤن کو بیچین کئے ہوے ہے اسکا پورا پورا اثر ابھی مسلمانون پر نہین ہے۔

(۳) ۱۹۲۰ء مین خلافت کے مسئلہ نے مسلمانون کو بہت مشتعل کر دیا تھا اسلئے اس زمانہ مین ملکی جنگ مین انھون نے والہانہ طریقہ سے شرکت کی موجودہ تحریک کیوقت ایسا کوئی خاص مسئلہ ان کے سامنے نہین تھا۔ جو ان کو اس طریقہ سے آمادہ جنگ کر سکتا۔

(۴) ۱۹۲۱ء مین مسلمان کانگریس مین شامل ہوئے مگر کچھ عرصہ کے بعد شدھی اور سنگھٹن کی تحریکین شروع ہوگئین جن کے بانی کانگرس کے معزز ترین رہنماؤن مین سے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی سال تک نہایت خوفناک ہندو مسلم فسادات ہوے۔

اور مسلمان کانگریس سے الگ ہو گئے۔ اب انھیں اسمین پھر شامل کرنے کے لئے بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہو گی

(۵) مسلمانون کے ذمہ دار رہنماؤن نے کانگریس کے رہنماؤن سے ایک سے زیادہ مرتبہ کہا کہ آپس کے تعلقات درست کر کے مسلمانون کے متفقہ مطالبات منظور کرلو تاکہ جنگ، آزادی مین وہ بھی برادران وطن کے ساتھ ملکر لڑ ین لیکن اس اہم ترین مسئلہ کے تصفیہ سے اس جماعت نے یا تو اپنے آپ کو معذور سمجھا اور یا اس سے عمداً گریز کیا۔ (۶) مسلمان ہندوؤن کی تنظیم سے خائف تھے۔ اور کانگریس مین اپنی شرکت سے وہ ایسے سوراج کے حصول کیلئے کوشش کرنا مضر سمجھتے تھے جسمین ان کے حقوق متعین اور محفوظ نہون بہرحال مسلمان من حیث القوم کانگریس مین شریک نہین ہوئے پہلی گول میز کانفرنس ہوئی کانگریس نے اسمین شرکت نہین کی لیکن مسٹر گاندھی نے جو کانگریس کے ممتاز ترین لیڈر ہین یہ کہدیا کہ اس کانفرنس کے نتائج اگر اچھے ہوے تو وہ ان پر غور کرینگے نتائج بہر نوع اچھے نکلے اور مسٹر گاندھی دوسری گول میز کانفرنس مین خود شریک ہوئے لیکن بوجوہ ذیل

(۱) فرقہ وارانہ مسئلہ طے نہ ہو سکا۔

(۲) ریاستون نے مجوّزہ نظام ترکیبی مین شامل ہونے سے پیشتر بعض مسائل مین مزید وضاحت کی ضرورت سمجھی۔

(۳) مسٹر گاندھی کانگریس کی عائد کردہ پابندیون کی وجہ سے وہان کوئی مفید تعمیری

کام نہ کر سکے۔

(۴) برطانیہ کی عنان حکومت قدامت پسندون کے ہاتھ مین آ گئی تھی۔

اس لئے اس کانفرنس کے نتائج خاطر خواہ نہین ہوے مسٹر گاندھی نے اپنی بے اطمینانی کا اظہار مختلف تقریرون مین کیا۔ ہندوستان کی رائے عامہ پر بھی اس کا اثر ناگوار ہوا۔ حکومت برطانیہ اور حکومت ہند نے اپنی ظاہری روش اس سارے معاملہ مین ایسی رکھی تھی کہ غیر متعلق مبصرین کے لئے سوائے یہ رائے قائم کرنے کے کوئی چارہ نہ تھا کہ کانگریس جو مطالبات پیش کرتی ہے کم از کم موجودہ حالات مین وہ اس کی اہل نہین اور یہ کہ سائمن کمیشن کی سفارشات یا حکومت ہند کی تجاویز اور یا بالآخر گول میز کانفرنس کی سفارشات سے آگے بڑھنا خود برطانیہ کے لئے ممکن نہین۔ اس کا ایک نتیجہ ظاہر تھا۔

حکومت اور کانگریس کے زاویۂ نگاہ مین بعد المشرقین تھا۔ اس لئے جلد یا بدیر دونون مین تصادم لازمی تھا۔ حکومت ہند کیلئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ ملک مین ایسی منظم جماعت کے وجود کو استغنا سے دیکھ سکے جو کسی وقت اس کے نظام حکومت کی جگہ لے لے۔ لہذا مناسب وقت پر اس کو شکست کرنے کے لئے اس نے بڑے پیمانہ پر خاموش کوشش کی برطانوی پارلیمنٹ مین اب ان ممبرانکی کثرت تھی جنہون نے لارڈ ارون کی پالیسی کو غیر پسندیدہ نگاہ سے دیکھا تھا۔ اور جن کو یہ یقین تھا کہ ہندوستان مین تحریک حریت ان مدارج مین نہین ہکر

جن مین کہ وہ ظاہر کی جاتی ہے اور یہ کہ خواہش آزادی ایک محدود طبقہ مین ہے اور کانگریس
ملک کی تنہا نمایندہ جماعت نہین اس لئے کانگریس کی متمردانہ روش کو سختی سے دبایا جا سکیگا
کانگریس بھی آویزش کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہی تھی۔ اور تیاری سے زیادہ تیاری کی
منادی کر رہی تھی۔ لارڈ اروِن اور مسٹر گاندھی کے درمیان جو سمجھوتہ ہوا تھا۔ اور اس طریقہ
سے مخاصمین کو جو مہلت مل گئی تھی اس کو دونون نے فیصلہ کن آویزش کی تیاری مین صرف کیا
کم از کم اس سمجھوتہ کا ظاہری منشاء تو یہ نہ تھا مسٹر گاندھی ابھی انگلینڈ ہی مین تھے کہ
ہنگامی حالات نے بنگال آرڈیننس کی ضرورت پیدا کر دی۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے
ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے بعض اضلاع مین عدم ادائیگی لگان کی تحریک شروع
کرنے کی دھمکی دی ان کا خیال یہ تھا کہ کم از کم ضلع الٰہ آباد مین وہ بردولی کے تجربہ کا اعادہ
کر سکین گے اور اس طریقہ سے وہ متعلقہ حلقون مین تشویش پیدا کر سکین گے۔ سردار پٹیل کی
تقریرین بھی نعرۂ جنگ کا حکم رکھتی تھین جہان ان تقریرون کا ایک منشاء یہ تھا کہ لوگ اب
پھر مجاہدہ اور قربانی کے لئے تیار ہون۔ وہان لندن کے سیاسی حلقون کو ڈانٹنا بھی مد نظر تھا
تا کہ ان دھمکیون سے کچھ زیادہ حاصل کر لیا جائے۔ اس اثناء مین سر میلکم ہیلی گورنر
صوبۂ متحدہ نے نہایت فاضلانہ طریقہ سے ایسے انتظامات کئے کہ عدم ادائی لگان کی
تحریک مین رائے عامہ کانگریس کی تائید نہ کر سکے۔ دوسرے باردولی اور الٰہ آباد مین بڑا فرق تھا

اور پنڈت جواہر لال نہرو کا اس امتیاز کو اہمیت نہ دینا تعجب کا سبب تھا۔ یوپی مین آرڈیننس
جاری ہو گئے اور سرحد مین بھی ان کا اجرا ہو گیا۔ ان حالات مین مسٹر گاندھی انگلستان سے
واپس ہوے۔ انھون نے وائسرائے سے ملک کی صورت حالات کے متعلق مشورہ کرنا
چاہا لیکن وائسرائے نے ملنا پسند نہین کیا۔ تحریک ترک موالات وغیرہ کا از سر نو جاری
ہو جانا تیقن تھا۔ مسٹر گاندھی کو گرفتار کر لیا گیا - خان عبدالغفار خان اور مسٹر جواہر لال نہرو
ان سے بیشتر گرفتار ہو چکے تھے۔ کانگریس کی طرف سے تحریک سول نافرمانی شروع ہو گئی
حکومت ہند نے ایکدم بہت سے آرڈیننس جاری کر دیئے۔ اور کانگریس کے قائدین کو فوراً
گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ تحریک کو جلد کچل دیا جائے۔ اور ۱۹۳۰ء کی طرح اس کو پھیلنے کا
موقعہ نہ دیا جائے۔ اب فروری ۱۹۳۲ء ختم ہو رہا ہے گویا اس ہنگامہ کو دو ماہ ہو چکے ہین پچھلے سال
کے تجربہ کے بعد حکومت نے تحریک کو روکنے کیلئے زیادہ موثر طریقہ اختیار کئے ہین۔
اخبارات کو حکم ہو گیا ہے کہ وہ کانگریس کی کارروائیون کو شایع نہ کرین۔ اور کانگریس کے
روپیہ کو مختلف مقامات پر ضبط کر لیا ہے۔ اور کانگریس کی مالی امداد جرم قرار دیدی گئی ہے۔
یہ حربے زیادہ موثر ثابت ہوے ہین اور آج دو ماہ کے بعد مین دیکھتا ہون کہ کانگریس
مضمحل ہو گئی ہے۔ اور اس کی ساری کارروائیان معطل ہو گئیں ہین۔ ادھر اس تحریک کو
کچلنے کے سارے سامان ہو رہے ہین اور دوسری طرف نئے آئین کے اجرا کیلئے ضروری انتظامات

ہو رہے ہین۔ ابھی یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ اس آویزش کا نتیجہ کیا ہوگا۔ لیکن جہان تک مین غور کرسکتا ہون حکومت وہ آئین فوراً نافذ کر دیگی جس کی بابت وہ طے کرچکی ہے اور اس نظام کو چلانے کے لئے اسکو اعتدال پسند اور اقلیتون کے گروہ ملجائین گے اقتصادی پریشانیون سے تنگ آکر رائے عامہ پھر انتہا پسندون کی تائید مین تامل کریگی۔

مسلمان بحیثیت قوم کے اس مجاہدہ مین شریک نہین ہوے۔ ہندوؤن نے اپنے رویہ سے ان کو بالکل مایوس کر دیا تھا۔ انھون نے کافی غور کے بعد اپنی قومی وجود کے تحفظ کے لئے کچھ مطالبات پیش کئے تھے۔ اور باصرار خواہش کی تھی کہ وہ منظور کر لئے جاوین۔ تاکہ حکومت کے سامنے متحدہ مطالبات پیش ہوسکین۔ ہندوؤن نے اُن کو منظور نہین کیا۔ مسٹر گاندھی اور کانگریس نے البتہ ان کے کچھ مطالبات مان لئے تھے لیکن اس خاص مسئلہ مین ہندو قوم کے ترجمان کانگریس اور گاندھی سے زیادہ ہندو مہاسبھا اور موتیجے وپرمانند ہین۔ مجھے یقین نہین کہ ہندو کسی وقت مین بھی مسلمانون کے مطالبات مان لین گے۔ مسلمان چونکہ اقلیت مین ہین اور وہ ابھی منظم نہین ہین اس لئے ہندو راج کے امکانات سے خائف ہوکر انھون نے حکومت کے ساتھ تعلقات کی درستگی زیادہ مناسب سمجھی۔ حکومت بھی اس رویہ کی بے انتہا آرزومند تھی تاکہ دونون فرقے ملکر اس کی شہنشاہیت کو ختم نہ کردین قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت مسلمانون کے اکثر

مطالبات ماننے کو تیار ہے۔ بادی النظر میں مسلمانوں کا یہ رویہ اعتراض کے قابل معلوم ہوتا ہے کہ ہموطنوں کے خلاف انھوں نے غیر ملکی حکمرانوں کا ساتھ دیا لیکن آپ خود ہی مجھے بتائیے کہ موجودہ حالات میں وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے ہندوؤں اور حکومت کی جنگ میں انکا مندرجہ ذیل تین راستوں میں سے ایک راستہ ہو سکتا تھا۔

(۱) وہ ہندوؤں کے ساتھ ملکر حکومت کے خلاف جنگ کرتے۔

(۲) وہ اس آویزش کو خاموشی سے دیکھتے۔

(۳) وہ حکومت کے ساتھ ملکر کانگریس کی طاقت کو شکست کر دیتے تاکہ پھر ان کا قومی وقار اور ان کی قومی ہستی مسلم ہو جاتی۔

(۱) جہاں تک اول الذکر صورت کا تعلق ہے وہ ہندوؤں سے بالکل مایوس ہیں ڈاکٹر مونجے وغیرہ نے اکثر کہا ہے کہ مسلمانوں کی امداد سے مستغنی ہو کر سوراج کی لڑائی لڑی جائے۔ اور اگر مجھے صحیح یاد ہے تو گذشتہ سال خود مسٹر گاندھی نے فرمایا تھا کہ خواہ مسلمان شریک ہوں یا نہ ہوں جنگ شروع ہو جائیگی" اور یہی منشاء کانگریس کا اسوقت تھا جب علی برادران نے کہا تھا کہ پہلے ہندو مسلم مسئلہ حل ہو جائے۔ اس کے بعد یہ تحریک شروع ہو۔ ان اعتراضات اور ان گذارشات پر توجہ نہیں ہوئی۔ ایسے حالات میں اندیاد ہند مسلمانوں کا کانگریس میں شریک ہو جانا ان کی قومی خودداری کیخلاف تھا

ان کے وقار کے خلاف تھا ان کے مسلمہ مفاد کے خلاف تھا تحریک کی کامیابی کی صورت مین امید کرنا کہ ہمارے مطالبات ہندو منظور کر لیتے۔ وہم سے زیادہ وقیع نہین اسلئے۔ اگر مسلمان کانگریس مین شریک نہین ہوے تو وہ حق بجانب تھے(۲) اگر اس مجاہدہ کو وہ خاموشی سے دیکھین تو یہ ان کی سیاسی موت کا پیغام ہوگا ہندوستان کے معاملات کو ہم بغیر اپنی مداخلت کے کسطرح طے ہوتا دیکھ سکتے ہین۔ لہذا یہ سوال خارج از بحث ہو جاتا ہے۔(۳) اب رہی آخری صورت جب پہلی اور دوسری صورت پر کاربند نہین رہا جاسکتا تو سوائے اس کے چارہ کار کیا ہے کہ تیسری صورت اختیار کیجاوے خواہ وہ کیسی ہی ناگوار ہو۔ لیکن اس موالات کا مظاہرہ کیسے ہو۔

اس طریقہ سے نہین کہ مسلمانون کا ایک جلوس یونین جیک لئے ہوئے سرکار زندہ باد کہتا ہوا نکلے۔ یہ کام تو اب اچھوتون کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ ہمارا کام یہ ہونا چاہئے کہ ملک کی عنان حکومت سنبھالنے مین حکومت کی امداد کرین۔ امن اور قانون کو بحال رکھنے کی اس لئے کوشش کیجاوے کہ ہمارے مفاد کو نقصان نہ ہو۔ جن صوبون مین ہم اکثریت مین ہین وہان کوئی اور رنگ دکھائی نہ دے۔ اور ہماری آواز سب پر غالب ہو۔ جن صوبون مین ہم حکومت چلا سکتے ہین وہان مخالفین کو بالکل ناکارہ کر دیا جاوے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے داخلی معاملات درست کئے جاوین۔ تاکہ مناسب وقت پر اپنے مفاد کا لحاظ رکھتے ہوے

جو ہم مناسب سمجھیں وہ روش اختیار کریں۔ اور جو جماعت یا جو گروہ ہماری روش سے بددل ہو کر ہمکو نقصان پہونچانے کی جرأت کرے تو ہم اس کی خاطر خواہ گوشمالی کر سکیں۔

مسلمانوں کے مطالبات ذیل میں ناظرین کی اطلاع کیلئے میں وہ چودہ مطالبات درج کرتا ہوں جن کو قریب قریب تمام ذمہ دار اسلامی جماعتوں نے بالاتفاق منظور کر لیا ہے۔

(۱) ہندوستان کا آئندہ نظام حکومت ترکیبی ہونا چاہیئے۔ تمام انتظامی معاملات میں صوبوں کے اختیارات قطعی ہونے چاہئیں۔ نظام ترکیبی میں یہ آسانی بھی ہو گی کہ ریاستیں مناسب وقت پر اس میں شامل ہو سکیں گی۔

(۲) ملک کے تمام صوبوں کو یکساں حکومت خود اختیاری عطا کی جاوے۔

(۳) ملک کی تمام مجالس قانون ساز میں اور دیگر منتخب جماعتوں میں نمائندگی کا یہ طریقہ ہونا چاہیئے کہ ہر صوبہ میں اقلیتوں کی کافی اور مؤثر نمائندگی ہو مگر اکثریت کسی حالت میں بھی اقلیت میں یا برابر نہ رہ جائے

(۴) ملک کی مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی ہونی چاہیئے۔

(۵) اگر کسی وقت میں صوبوں کی تقسیم کا مسئلہ پیش ہو تو اس کا اثر پنجاب اور بنگال کی اسلامی آبادی کی کثرت پر نہیں پڑنا چاہیئے۔

(۶) ملک کی تمام جماعتون کو پوری پوری مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہیئے یعنی ان کے اعتقادات و مراسم مین اور تعلیم و تبلیغ وغیرہ مین پابندیان عاید نہ کرنی چاہئین۔

(۷) کسی قانون یا قرارداد کو یا اس کے کسی حصہ کو ہندو یا مسلمان ممبرونکی ¾ تعداد منظور نہ کرے تو وہ منظور نہو سکے گا۔

(۸) سندھ کو صوبہ بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے۔

(۹) صوبہ سرحد و بلوچستان مین بھی اسی قسم کی اصلاحات نافذ کی جاوین جیسی ملک کے تمام اور صوبون مین نافذ ہون۔

(۱۰) حکومت کے تمام شعبون مین نیز چنگی ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ کی ملازمتون مین مسلمانونکو معقول حصہ ملنا چاہیئے۔

(۱۱) جدید آئین مین مسلمانون کے مذہب اور ان کے تمدن اسلامی تعلیم زبان اور اسلامی اوقاف کے تحفظ کا انتظام ہونا چاہیئے۔ اور حکومت اور دوسری انتظامی جماعتونکا مسلمانون کی امداد مین کافی حصہ ہونا چاہیئے۔

(۱۲) جو ریاستین کہ نظام ترکیبی کا جزو ہین ان کی مرضی کے بغیر آئین مین کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

(۱۳) موجودہ حالت مین مجالس قانون ساز و دیگر انتخابی جماعتون مین مسلمانون کیلیٔے

فرقہ وارانہ انتخاب ناگزیر ہے اور چونکہ گورنمنٹ وعدہ کر چکی ہے کہ جس وقت تک مسلمان خود اس طریقہ کو تبدیل نہ کریں اس وقت تک انتخابات کی یہی صورت جاری رہے گی لہذا جس وقت تک مسلمانوں کو اپنے حقوق کے متعلق پورا پورا اطمینان نہ ہو جائے۔ وہ فرقہ وارانہ انتخابات کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔

(۱۱) جس نظام یا آئین میں مندرجۂ بالا شرائط کا لحاظ نہ ہوگا مسلمان اسے منظور نہ کریں گے۔

قومیت متحدہ کا امکان لاتعداد مراسم اور اعتقادات کے مجموعہ کا نام ہندو مذہب ہے پنجاب اور مدراس کے ہندوؤں میں اگرچہ کوئی بات بھی مشترک نہیں تاہم مذہباً دونوں اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں اگر ایک آریہ جو خدا کی وحدانیت کا قائل ہے اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے تو آسام کے پہاڑی قبائل بھی جو درختوں اور جانوروں کو پوجتے ہیں ہندو کہلاتے ہیں۔ اسلام اور عیسائیت وغیرہ میں ایسے اصول اور قوانین ہیں جو ان مذاہب کے متبعین کو دوسری جماعتوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہندو مذہب میں ایسے متعینہ قوانین اور ارکین نہیں ہیں۔ جو شخص اس ملک میں رہتا ہو اور جس کا کوئی خاص مذہب نہ ہو وہ ہندو ہے۔ ذات پات کے ساتھ ہندو مذہب کا جو تعلق ہے یا اس مذہب میں متعینہ ارکین وغیرہ نہ ہونے کے ساتھ ذات وغیرہ کا جو تعلق ہے مجھے

اس سے اس وقت بحث نہین میرا مطلب یہ ہے کہ بادی النظر مین یہ صورت اس کی
کمزوری کی معلوم ہو سکتی تھی۔ لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کا یہی وصف
ہمیشہ اس کی سب سے بڑی طاقت رہا ہے۔ اسلام سے پیشتر اس ملک مین جو قومین
آئین انھون نے آہستہ آہستہ یہان کی معاشرت اور تہذیب اختیار کرلی۔ یہان تک کہ
کچھ عرصہ کے بعد ان کا نام ونشان بھی نہین رہا۔ برخلاف اس کے جب مسلمان اس ملک
مین آئے تو اپنے ساتھ اپنا مذہب اور تمدن ومعاشرت کے اصول لائے۔ نیز چونکہ
یہان وہ فاتح کی حیثیت سے آئے تھے اور اپنے ساتھ ایسا مذہب اور ایسی تہذیب لائے تھے
جس پر انھین فخر تھا اس لئے محکوم اقوام مین اپنے خیالات اور اعتقادات کی تبلیغ کو وہ
انسانیت کی خدمت سمجھتے تھے۔ ۷۰۰ برس کی حکومت کے بعد مسلمانون نے دیکھا کہ
ہندو مذہب نے ان کے اثر کو بہت زیادہ قبول نہین کیا اور ان کو مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ہندو
فلسفہ، ہندو تہذیب، تمدن اور ہندو معاشرت کا یہان کی آبادی کے قلوب پر پورا پورا اثر
ہے۔ اور اگر گذشتہ ہزارہا سال تک انسانیت کے ایک بڑے طبقہ کی ضروریات کو اس نے
پورا کیا ہے، تو آئندہ بھی کائنات کی تکمیل مین پورا پورا حصہ لینے کا اس کو حق ہے ہندوستان
مین متحدہ قومیت کی سب سے پہلی کوشش اکبر اعظم نے کی تھی لیکن بالآخر وہ بے نتیجہ رہی
مغلیہ سلطنت کے انہدام کے بعد ہندوستانی مدبرین کا یہ نقطۂ نظر رہا ہے کہ اس ملک پر

بلا شرکت غیرے ان کا پورا پورا تسلط قائم ہے۔ اور یہ کہ مسلمانون کے وجود کو بحیثیت ایک جدا جماعت کے کبھی تسلیم نہ کیا جاوے تاکہ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ متحدہ قومیت کا وہ نقشہ انکے سامنے ہو جسکے تصور سے بھی مسلمان پریشان ہین انگریز پچھلے ڈیڑھ سو برس سے یہان حکومت کر رہے ہین نظام حکومت سارے ملک مین ایک سا ہے۔ ایک قسم کے قوانین کی ہندو اور مسلمان دونون تعمیل کرتے ہین۔ انگریزی زبان تمام ملک مین عام ہو گئی ہے اس قسم کے اسباب متحدہ قومیت کے امکان کو توی کرتے ہین۔ لیکن موجودہ حالات ہمارے روبرو ہین یہان کے واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ ہندوستانی قومیت متحدہ قومیت ہے یہ بجا ہے کہ ہندو رہنما اپنے نقطۂ نظر کی تائید کیلئے ہمیشہ یہ کہتے ہین کہ جو معمولی فسادات یہان آپس مین ہوتے رہتے ہین یا جس قسم کے اختلافات ملک کی ان دو جماعتون مین ہین ویسے ہر ملک مین رہتے ہین اور بعینہٖ اس قسم کے مذہبی فسادات عیسائیت کے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقون مین یورپ مین رہا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے نزدیک یہ امور متحدہ قومیت کے قیام مین مانع نہین ہو سکتے۔ اس سلسلہ مین وہ یہ نہین سوچتے کہ ہندو مسلمان آپس مین شادیان نہین کرتے ملکر ساتھ کھانا نہین کھا سکتے۔ اور مذہبی اعتقادات مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ معاشرت مین کوئی مناسبت ہی نہین۔ ایک فریق گائے کو پوجتا ہے تو دوسرا فریق اس کو ذبح کرنا مذہبی شعائر

ہین سے سمجھتا ہے۔ اکثر مقامات پر مسلمان کی چھوئی ہوئی چیز کو ہندو استعمال نہین کرتے ہندو مسلمانون کے اختلافات کو عیسائیون کے دو فرقون کے اختلافات سے وہی شخص تشبیہ دیسکتا ہے جو زبردستی اپنا نقطۂ نظر مخالف سے منوانا چاہتا ہو۔ مسز اینی بسینٹ متحدہ قومیت کے لیئے دوسرا علاج بتاتی ہین۔ ان کا مطمح نظر یہ ہے کہ تمام مذاہب مین جو خوبیان ہون ان کو مجتمع کر کے ایک جدید مذہب بنایا جاوے اور سارے ہندوستانی اس کے حلقہ بگوش ہون اس کا کوئی امکان نہین لہٰذا یہ خارج از بحث ہے ہر مذہب کا پیرو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مذہب تمام خوبیون کا مجموعہ ہے میرا خیال ہے کہ مسز اینی بسینٹ مغرب مین زیادہ مفید ثابت ہون گی۔ ہندو چاہتے ہین کہ ملکی مجالس مین انتخابات مخلوط ہو جائین مسلمانون کیلئے جداگانہ اسکول نہ ہون۔ بلکہ تمام طلبا بلا لحاظ مذہب و نسل کے ایک ہی قسم کے مدارس مین تعلیم حاصل کیا کرین۔ ملک کی زبان ایک ہو اور وہ ہندی ہو۔ اس طریقہ سے ان کو امید ہے کہ ایک وقت مین متحدہ قومیت کا امکان ہو سکتا ہے فرقہ وارانہ انتخابات بہرحال عارضی ہین۔ مخلوط انتخابات بالآخر رائج ہون گے۔ اور یہ بھی امکان ہے کہ آیندہ مدارس فرقہ وارانہ بنیاد پر قائم نہ ہون۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ مسلمان اردو زبان کو زندہ رکھین گے اور کم از کم ان صوبون مین جہان ان کا اثر زیادہ ہے تاہم یہ امور ایک حد تک اگر متحدہ قومیت کی طرف یہان کی آبادی کو لیجاتے تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تو غور کرنا چاہیئے کہ

ہندوستان کا آیندہ نظام بہر صورت ترکیبی نوعیت کا ہوگا۔ ایسی حالت مین صوبون کو بڑی حد تک قطعی اختیارات حاصل ہونگے۔ بنگال اور پنجاب سندھ بلوچستان اور صوبۂ سرحد مین مسلمانون کا پورا پورا اقتدار ہوگا۔ ملک کے باقی حصہ مین مسلمانون کی مذکورۂ بالا پانچ صوبون مین کثرت کی وجہ سے ان کی کافی اہمیت ہوگی۔ مسلمانون کی جو پست حالت اس وقت ہے۔ وہ انشاء اللہ دیر تک قائم نہین رہے گی۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ ایک پست جاہل اور غریب قوم اپنے زیادہ فارغ البال اور زیادہ طاقتور پڑوسی کا اثر قبول کرلیتی ہے۔ اس صورت کا اندیشہ اٹھارہوین اور انیسوین صدی مین ممکن تھا۔ لیکن اس وقت خدا نے اسلام کی حفاظت کی بیسوین صدی مین اس کا امکان کم ہے۔ اور آیندہ کے لئے مجھے امید ہے کہ مسلمان انشاء اللہ زمانہ کے ساتھ ساتھ ترقی کرینگے۔ لہذا آنے والے زمانہ مین مجھے اندیشہ نہین ہے کہ مسلمان ہندو تہذیب و تمدن کا کوئی خوفناک اثر قبول کرینگے مسلمان بحیثیت دوسرے لوگون کے زیادہ مذہب پرست ہوتے ہین اور جس وقت تک ان مین مذہبیت موجود ہے مین کوئی وجہ نہین دیکھتا کہ وہ کوئی دوسرا رنگ اختیار کرسکین۔ اس لئے جہان تک مین نظر ڈالتا ہون ہندوؤن اور مسلمانون کا ایک قوم ہوجانا مجھے ممکن نظر نہین آتا۔ اس سلسلہ مین مجھے یہ اور کہنا تھا کہ ہند۔ وسیاسی مدبرین کیون اس عقدہ کی حل کی فکر مین ہین۔ جواب احاطۂ امکان سے باہر ہے کیونکہ وہ یہ تسلیم

نہین کرتے کہ ہندوستان ایک ملک نہین ہے۔ بلکہ ایک براعظم ہے اور اس لئے کیا اُن کی
یہ کوشش کہ تمام ملک کی ایک قوم ہو فضول لغو اور اشتعال انگیز نہین ہے۔ ملک کا آئین اب مرکزی
نہین رہے گا۔ وہ ترکیبی ہو گا۔ بہت سے صوبون مین تم ہاتھ پیر پھیلا کر آرام کرو۔ تھوڑے سے
صوبون مین ہمین بھی اطمینان سے رہنے دو۔ تم بھی دنیا کے سامنے اپنا فلسفہ پیش کرو۔
اور ہمین بھی موقعہ دو تاکہ ہم ان ذرایع کے متعلق سوچین جن سے ہم دنیا کی مصیبتون اور
خامیون کو دور کر سکین۔ پڑوسیون کے جو آپس مین بہترین تعلقات ہو سکتے ہین وہ ہمارے
اور تمہارے رہنے چاہئین۔ اور بس لکم دینکم ولی دین۔

ہندو مسلمان

یہان مجھے یہ بتانا ہے کہ میرے نزدیک ہندو مسلم اختلافات کا سبب کیا ہے اور ایسی حالت مین حقیقی اتحاد کا امکان ہے یا
نہین اور بہر صورت مسلمانون کا کونسا رویہ معقول ہو سکتا ہے۔ ملک کی ۳۵ کروڑ آبادی
مین سے کم وبیش ۲۴ کروڑ ہندو ہین بعض مسلمانون کا یہ رویہ کہ اچھوت ذاتین ہندؤن مین
شامل نہین ہین اور اس لئے ان کی تعداد اس قدر نہین ہے جتنی ظاہر کی جاتی ہے۔
میری سمجھ مین نہین آتا تعلیم بہت تیزی سے عام ہو رہی ہے۔ اچھوت ذاتین دیر تک
اپنے حقوق سے غافل نہین رہین گی۔
ہندو عموماً اور آریہ سماجی خصوصاً ان کے وجود کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہین۔ اور خواہ

اس وقت سیاسی مصلحتوں سے یہ ذاتیں علیحدہ نمائندگی زیادہ مفید سمجھتی ہوں لیکن باوجود تمام سختیوں کے اور ان تمام ظلموں کے جو اونچی ذات کے ہندوؤں نے ان کے ساتھ روا رکھے ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کی ہمدردیاں سب ہندوؤں کے ساتھ ہیں۔ اور یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اس لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اونچی ذات کے ہندو عموماً وہ ہیں جو اوپر سے آئے اور اچھوت لوگ وہ ہیں جو یہاں کے اصل باشندے تھے ہندو مذہب دونوں میں مشترک ہے۔ آریہ اوپر سے اپنے ساتھ کوئی مذہب نہیں لائے تھے کچھ انھوں نے اپنے اعتقادات کو جمع کیا کچھ ہندوستان کی اصل آبادی کے رسم و رواج وغیرہ سے لئے اور اس طریقہ سے ہندو مذہب بن گیا۔ اس لئے مسلمانوں کے اس نظریہ سے مجھے اتفاق نہیں۔ ملک کی یہ بڑی آبادی جس کا تہذیب و تمدن چین کے بعد دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ پرانا اور شاندار ہے عجیب و غریب خصوصیات کی مالک ہے اسلام نے تمام شمالی افریقہ کو ایران و ترکستان کو بہت تھوڑے عرصہ میں بالکل اپنے رنگ میں رنگ دیا لیکن ہندوستان میں اس کو ایسی شاندار تہذیب سے واسطہ پڑا کہ صدیوں کے تعلقات کے بعد بھی وہ اس کے اوپر کوئی مستقل اثر نہیں ڈال سکا جس زمانہ میں یورپ میں وحشت و بربریت کا دور تھا ہندوستان اس وقت اعلیٰ درجہ کی تہذیب سے روشناس تھا۔ اس ملک کے فاضل رشیوں اور فلاسفروں نے دہ اعلیٰ درجہ کا نظام مجلسی

مرتب کیا تھا جس کی شکست صدہا سال کے بعد محال ثابت ہوئی ہے۔ اور جنھوں نے ہندو مذہب میں جاذبیت کی وہ زبردست طاقت رکھی تھی جس نے لا تعداد قوموں اور فرقوں کو ہمیشہ کیلئے اپنے میں ملا لیا۔ اس کے علاوہ ایک عجیب وصف اس مذہب میں یہ رہا ہے کہ غیر معمولی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مناسب وقت پر ان میں ایک آدھ بڑا انسان پیدا ہو جاتا ہے جس وقت مہاتما گوتم بدھ کا مذہب تمام ہندوستان میں پھیل گیا۔ اور برہمنوں کو اپنے مستقبل کی طرف سے اندیشہ ہوا تو سوامی شنکر آچاریہ نے انکی بعض ہر دلعزیز اصول ہندو مذہب میں شامل کر کے اس نئے مذہب کے خلاف زبردست جہاد کیا۔ اور اگرچہ یہ غیر معمولی قابلیت کا انسان نوعمری ہی میں انتقال کر گیا لیکن اس کی فاضلانہ تعلیم نے ہندوستان میں بدھ مذہب کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اسلامی حکومت کے زمانہ میں گرونانک نے ایک نئی جماعت کی بنیاد ڈالی انھوں نے کچھ حصہ اسلامی تعلیم کا لیا اور کچھ حصہ ہندو تعلیم کا۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ ایسی قوم بنائی جائے جس میں دونوں مذہب مشترک ہوں۔ گورو گوبند سنگھ اسی تحریک کو دوسرے راستہ پر لیگئے۔ سوامی دیانند نے اپنے وقت میں ملکی حالات کا مطالعہ کیا اور اس ذہین شخص نے یہ سوچا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کا بڑھنا ہندو نقطۂ نظر سے تشویش کا سبب ہے اس نے دیکھا کہ کمسنی کی شادی کی وجہ سے ہندو بیواؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس کی دوربین نگاہ سے یہ امر بھی پوشیدہ نہ تھا کہ اچھوت ذاتوں کے ساتھ ہندوؤں کا سلوک

کچھ عرصہ اگر ایسا ہی رہا جیسا کہ ابتک ہے تو قریب مستقبل میں مسلمان اور عیسائی اس بڑی جماعت کو اپنے مذہب میں ملا لینگے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اسلام کی توحید کی تعلیم کے بعد ہندو عوام بت پرستی سے بددل ہو جاتے ہیں ان امور پر غور کرنے کے بعد اس فاضل انسان نے آریہ سماج کی سیاسی تحریک کی بنیاد رکھی ہندو شاستر کی تعلیم کے خلاف اس نے شدھی کو رائج کیا عقد بیوگان کی اس نے اجازت دیدی۔ ہندو آبادی کو بہر حال بڑھانے کے خاطر اس نے نیوگ کا مسئلہ بھی اپنی متبعین کی تعمیل کے لئے ایجاد کیا۔ چھوت چھات دور کرنا اس کی تعلیم کا خاص جزو ہے۔ بت پرستی کے خلاف اور توحید کی تائید میں جو اس نے کیا اس کا سب کو علم ہے غلامی کے بعد ایک ملک کی آبادی اخلاقی حیثیت سے بالکل پست ہو جاتی ہے اور غلامانہ ذہنیت زندگی کے کسی شعبہ میں اسے ارتقائی مدارج تک نہیں پہونچنے دیتی تمام دنیا کی قوموں کے برخلاف ہندو قوم میں یہ خصوصیت ہے کہ ہزار سالہ محکومی کے بعد بھی اس کی مخصوص قومی صفات میں کوئی خاص فرق نہیں آیا۔ ہم اپنے سامنے مسٹر گاندھی کو دیکھتے ہیں۔ اخلاق فاضلہ کی یہ تصویر اسی قوم نے پیدا کی ہے۔ ایک مظلوم اور محکوم قوم کو آزاد کرنے کے لئے پرامن ترک موالات اور مقاومت مجہول کا جو نایاب فلسفہ اس زمانہ کے سب سے بڑے انسان نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ دنیا کی سیاسیات کی رفتار کو تبدیل کر دیگا۔ آنیوالی نسلیں اس حربہ کی قدر کرینگی۔ اور صرف اس کے بعد تخفیف اسلحہ کا مسئلہ سیاسی امکانات میں شمار ہو سکیگا

مجموعی حیثیت سے یہ قوم نہایت دور اندیش معاملہ فہم اور ذہین ہے اور اس بڑی آبادی مین بہت سے فرقے مثلاً جاٹ، سکھ، راجپوت، مرہٹے، اور گورکھے وغیرہ نہایت جنگجو ہین۔ قوم کی مالی اور تعلیمی حالت بحیثیت مجموعی نہایت قابل اطمینان ہے۔ ہندو سبھا اور کانگریس وغیرہ اسکے منتشر اجزا کو خوب منظم کر دیا ہے۔ ملک کا سارا پریس قریب قریب ان کے قبضہ مین ہے۔ حیدرآباد، بھاولپور، خیرپور، اور بھوپال، وغیرہ کو چھوڑکر تمام ریاستین ہندوون کی ہین۔ اس سے جو زبردست اہمیت ان کو حاصل ہو جاتی ہے وہ ظاہر ہے۔ علاوہ ازاین کچھ عرصہ سے نیپال کی خودمختار اور خاصی بڑی ہندو سلطنت اس ملک کے سیاسی معاملات مین دلچسپی لینے لگی ہے۔ ہندو سبھا خاص طور پر اس معاملہ مین سرگرمی کا اظہار کر رہی ہے چین اور جاپان کی آبادیان تہذیب و تمدن اور معاشرت کے لحاظ سے ہندوون سے بہت زیادہ مشابہ ہین۔ اور آئندہ زمانہ مین ان تینون قومون کے تعلقات آپس مین نہایت خوشگوار ہو جائینگے۔ اور بہت ممکن ہے کہ آئندہ کسی آویزش مین دوسرے فریق کیخلاف مذکورۂ بالا ہر دو قوم مین ہندوون کو نہ صرف اخلاقی بلکہ مادی امداد بھی دین۔ بہر حال یہ زبردست قوم ہے جس سے اس ملک مین ہمین واسطہ پڑا ہے ہمارے ساتھ اُن کا کیا رویہ رہا اسکا جواب سننے سے پیشتر آپ کو یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ

(۱) اسلامی دور کے اوائل مین خاص کر محمودؒ غزنوی کے زمانہ مین اس قوم کے

اکثر مذہبی معابد منہدم کیئے گئے اور بعض سلاطین نے مذہبی معاملات مین اُن پر سختی کی۔

(۲) ہماری آبادی اس ملک مین کم وبیش ۸ کروڑ ہے ظاہر ہے کہ اس کا بیشتر حصہ ہمنے اسی قوم مین سے اپنے مین ملا یا ہے۔

(۳) جس ملک کو یہ قوم اپنا بناتی ہے اس کے کم از کم چوتھائی حصہ کے ہم مالک ہین اور اب دنیا کی کوئی طاقت ہمین اس سے بیدخل نہین کرسکتی۔

(۴) ہندوستان کی متحدہ قومیت کے قیام کے راستہ مین مسلمانون کا وجود اس قوم کے نزدیک ایک مستقل روڑا ہے۔

(۵) جس سوراج کا ہندو سیاسی مدبرین خواب دیکھا کرتے ہین۔ اس کی تعبیر کا کوئی امکان نہین ہے۔ اور اس کا سبب ہندوستان مین اسلام کا وجود ہے۔

(۶) ہندوستان کے شمالی صوبون مین مسلمانون کی روزافزون آبادی ہندؤن کے لئے ایک ایسا خطرہ ہے جس سے وہ عمر بھر سکون سے زندگی بسر نہین کرسکتے۔ ان کو ہمیشہ یہ اندیشہ رہے گا کہ وسطی ایشیا کے مسلمان حملہ آورون کا اس ملک مین آجانا اب پہلے سے زیادہ آسان ہوگیا ہے۔ یہ اندیشہ ان کے اوپر اس درجہ غالب ہے کہ وہ زمانہ کی بدلی ہوئی حالت کا بالکل لحاظ نہین کرتے بعض ان ہی خطرات

کی وجہ سے ہندو مسلمانون کے سیاسی مطالبات منظور کرنے سے گھبراتے ہین ۔ بہر حال اس ملک مین ہمارا وجود ہندوؤن کی سیاسی آرزوؤن اور قومی تمناؤن کی موت ہے اس کو ہم بھی جانتے ہین اور ہندو بھی جانتے ہین یہ حقائق ہین اور واقعات ہین ان کی تردید کا امکان نہین ۔ لہذا یہ ظاہر ہے کہ سمجھدار اور ہوشمند ہندو بر ین جو اپنی تمام مایوسیون اور نا امیدیونکا ہمین ذمہ دار سمجھتے ہین ۔ اس مسئلہ کے متعلق کیا رائے رکھتے ہونگے ۔ لہذا ہندو اور مسلمانون کے جو تعلقات آپس مین ہو سکتے ہو سکتے ہین ظاہر ہین جن اصحاب کو ہندوؤن کے سلوک کا روزمرّہ تجربہ ہوتا ہے ان کو معلوم ہو گا کہ اس قوم کے اندرونی جذبات ہمارے متعلق کیا ہین ۔ ہندو مسلم فسادات کے بعد مقدمات کے ذریعہ سے غریب مسلمانون پر جو تباہی آتی ہے اس سے ہمارے ان بھائیون کو جو مسرت ہوتی ہے اسکا اندازہ انہی کو ہو سکتا ہے جنہین ایسے واقعات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو ۔ جو قوم جاندار کو مارنا اوہرم سمجھتی ہو وہ مسلمان کے خون کرنے سے اطمینان حاصل کرتی ہے ۔ جو قوم جانورون کو التزام کے ساتھ کھلاتی ہو وہ ایک مسلمان کی مدد کرنا پاپ سمجھتی ہے ۔ حکومت کے مختلف صیغون مین جہان ان کا اثر ہوتا ہے وہان اسلامی مفاد کے ساتھ جو بیدردانہ سلوک ہوتا ہے اس کو وہی لوگ خوب سمجھتے ہون گے جنہین ذاتی طور پر ایسے واقعات کا تجربہ ہوا ہو ۔ بہر حال میرا مطلب یہ ہے کہ اختلافات کے جو حقیقی اسباب ہین اور جن کی مستقل حیثیت ہے ان کی

نوعیت کو دیکھنے کے بعد ایک شخص آسانی سے یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ ملک کی ان دو قوموں میں حقیقی اتحاد کا امکان کوئی نہیں۔ عید کے دن یہ گردن پر راستہ میں اگر یہ لوگ عطر لگادیں یا دسہرہ کے ایام میں ہم انھیں پان سپاری دیدیں اور یہ سمجھ لیں کہ ہندو مسلم اتحاد ہو گیا تو ہم سے زیادہ بیوقوف کوئی نہیں۔ لیکن بایں ہمہ ایک ملک میں ہم دونوں کو بہر حال رہنا ہے اگر حقیقی اتحاد کا جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے کوئی امکان نہیں تو کم از کم سیاسی اتحاد تو ممکنات سے ہے ملک کے آئندہ نظام میں جس وقت تک ہر دو فریق کی حیثیت مسلم نہیں ہو جاتی اس وقت تک بیشک یہ لوگ اپنے داؤ پیچ جاری رکھیں گے۔ تاکہ جو کچھ بھی ان کمیوں سے روک لیا جائے غنیمت ہے اس کے بعد مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ ہماری سیاسی حیثیت اچھی ہو جاویگی اور ان حضرات کی درازدستیوں سے بھی ایک حد تک اطمینان ہو جاویگا۔ ملک کے نظام حکومت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہر دو قوموں کا فرض ہے اور جسوقت تک اس لئے اشتراک عمل نہ ہو، روزمرہ کا کام کیسے چل سکتا ہے۔ ملک کا جدید آئین عنقریب مرتب ہو جائیگا۔ دونوں قوموں کی سیاسی حیثیت مسلم ہو جائیگی، دونوں کی ذمہ داریاں واضح ہو جائیں گی۔ اور جب یہ سب سے بڑا اور اہم مسئلہ طے ہو جائیگا۔ اسکے بعد ہندو مسلم مقاصد میں تصادم کا بظاہر کوئی امکان نہیں رہیگا۔ ہندو مسلم فسادات جن کا منبع دونوں فریقوں کے سیاسی مقاصد کا تصادم ہے۔

اس کے بعد آپ بند ہو جائین گے مسجد کے سامنے سے ایک برات اگر باجہ بجاتی ہوئی نکل جائے تو گوارا کیا جا سکتا ہے لیکن اگر مسجد کے سامنے دروازہ پر کھڑے ہو کر نماز کے وقت ڈھول پیٹا جاوے تاکہ مسلمان مشتعل ہون، اور کہا یہ جائے کہ ہم سڑک پر ہین ہمین ڈھول بجانے کا حق ہے تو ایسے مسخرون کی تنبیہ ضروری ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی مسلمان گائے بیشک ذبح کرین کسی ذی عقل انسان کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہین ہو سکتا ہے لیکن جب وہ ایک گائے کو آراستہ کر کے ہندو آبادی مین سے اس کا جلوس نکالین اور یہ کہین کہ دیکھو ہم اسے ذبح کرین گے تو مین سمجھتا ہون کہ وہ ایک قابل شرم بدتمیزی کا مظاہرہ کرینگے۔ ان حرکتون سے اسلام کی عظمت کہان ہوتی ہے۔ اور اپنے پڑوسیون کی خواہ مخواہ دلازاری سے کیا فائدہ۔ بہر حال تعلیم جب عام ہو جائیگی یہ خفیف حرکات خود بخود کم ہو جائین گی۔ اور ہندو مسلم کشیدگی کے یہ معمولی اسباب آپ نہ رہین گے۔ ملک جیسا کہ ہندوؤن کو محبوب ہے اس سے زیادہ ہمین ہے۔ یہ بہتان کہ یہان کی اسلامی آبادی کو اپنے وطن سے محبت نہین وہ بیرونی اسلامی ممالک پر نظر رکھتی ہے ایک افترا ہے جس کی کوئی بنیاد نہین آنیوالے زمانہ مین انشاءاللہ ملک کی یہ بڑی تومین یہ محسوس کرنے کے بعد کہ کائنات کے اہم واقعات کی اور طاقت سے ذمہ دار کوئی ہے دو شریف ہمسایون کیطرح اس محبوب ملک مین رہین گی۔ اور اس دنیا کی تکمیل مین جو وہ کر سکتی ہون کرینگی۔

سکھ اور مسلمان

گوروناک کا منشا یہ تھا کہ اس ملک کی دو بڑی جماعتوں مین افتراق کے امکان جس قدر کم ہوسکین کیے جاوین۔ چنانچہ انھون نے بعض اسلامی تعلیمات کو اور بعض ہندو عقائد کو سامنے رکھکر ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جسکے ماننے والونکو سکھ کہتے ہین جیسا کہ زمانہ مین اکثر ہوا ہے۔ گورونانک کے انتقال کے بعد ان کے پیروؤن نے انکے نصب العین کو پس پشت ڈالدیا اور یہ فرقہ آہستہ آہستہ مسلمانون کے مقابلہ مین اپنے آپکو ہندوؤن کا پشت پناہ سمجھنے لگا۔ ان کے تمرد کی وجہ سے مسلمانون بادشاہون نے وقتاً فوقتاً ان کی گوشمالی ضروری سمجھی۔ ہندو آبادی کی اخلاقی تائید کامل ہمدردی اور جہان موقعہ ہوتا تھا وہان ہر قسم کی تائید اس فرقہ کے ساتھ تھی۔ مغلیہ حکومت کے اضمحلال کا وقت تھا۔ گورو گوبند سنگھ نے رفتہ رفتہ اس فرقہ کو فوجی شکل دیدی اور مسلمانون کی مخالفت اس نئے مذہب کا ایک جز ہوگئی۔ کچھ عرصہ کے بعد مغلیہ حکومت کا مرکزی نظام بالکل شکست ہوگیا۔ احمد شاہ ابدالی کے بعد افغانستان کی سیاسیات غیر قابل اعتبار ہوگئین ہندوستان کے صوبے مرکزی حکومت سے الگ ہوگئے۔ اور ملک کی اسلامی آبادی ہر شعبہ مین روبہ انحطاط ہوگئی۔ ایسے حالات مین پنجاب کی حکومت سکھون نے سنبھالی اور کم و بیش ۷۰ سال تک یہ صوبہ ان کے قبضہ مین رہا۔ ان ایام مین سرہند، امرتسر اور صوبہ کے قریب قریب تمام دوسرے مقامات پر مسلمان آبادیون پر جو مظالم ہوئے ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ جو مسلمان یہ کہتے ہین کہ

سکھوں نے صوبہ مین قومی حکومت قائم کر دی تھی۔ اور وہان کے ہر مذہبی فریق کو حکومت مین دخل
تھا مثلاً فقیر عزیزالدین، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ مین بااختیار وزیر تھے وغیرہ وغیرہ
انسے مین صرف یہ کہون گا کہ وہ اس زمانہ کی مفصل تاریخین اٹھا کر ملاحظہ کرین جو قوم
اپنے ایک فرد کے حکومت کے کسی شعبہ مین ملازم ہو جانیکو سیاسی ضرورتون کی تکمیل سمجھتی ہو اسکی
سادگی پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ بہرحال لارڈ ڈلہوزی نے اس سکھا شاہی کا خاتمہ کیا
اب صورت یہ ہے کہ ملک کی آبادی مین تقریباً ۴۲ لاکھ سکھ ہین جس مین کم و بیش ۴۰ لاکھ پنجاب کے
وسطی حصہ مین آباد ہین۔ تعلیم اور تمدن مین وہ ہندؤن سے پیچھے نہین ہین اور خاصکر جب سے صوبہ
تمام گوردوارے ان کے مرکزی نظام کے ماتحت آ گئے ہین ان کی طاقت مین ایک گونہ اضافہ
ہو گیا ہے — ان کا مرکزی نظام گوردوارہ پربندھک کمیٹی تمام جماعت کا حقیقی
ترجمان اور اس کا پورا نمائندہ ہے۔ ملک کی دوسری جماعتون کے مقابلہ مین مین سکھون کو سب سے
زیادہ منظم سمجھتا ہون۔ پنجاب مین اس جنگجو فرقہ کا وجود بہت سی پیچیدگیونکا سبب ہے۔ سکھون کو
ہندؤن سے الگ سمجھنا سخت غلطی ہے ہر حیثیت سے دونون جماعتین بالکل ایک ہین
مذہبی اعتقادات مین ظاہری فرق معاشرتی اور تمدنی تعلقات مین ہم رنگی سے مانع نہین۔
اور اگر ان مین آپس مین تھوڑے بہت اختلافات ہون بھی تو بھی مسلمانون کے مقابلہ مین یہ
جماعتین شیر و شکر ہین۔ ہندؤن سے زیادہ شدید دشمنی اور عناد مسلمانون کے ساتھ اس

فرقہ کو ہے۔ پنجاب مین مسلمانون کی کثرت ہے اور اس لئے جلد یا بدیر صوبہ کی قانون ساز جماعتون وغیرہ مین انکی نمائندگی بہرحال ان لوگون سے زیادہ ہو گی جن کی تعداد ان کے مقابلہ مین بہت حقیر ہے۔ علاوہ اس کے آبادی کی کثرت سے جمہوری حکومت مین ایک جماعت کو جو فوائد حاصل ہو سکتے ہین وہ بہرحال انشاءاللہ مسلمانون کو حاصل ہون گے اس صورت کے تصور ہی سے جو پریشانی پنجاب کی ان غیر مسلم جماعتون کو ہے اس کا اندازہ اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہین ہے۔ بہرحال مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ سکھ اور ہندو ہر حیثیت سے ایک ہین۔ ظاہری تفریق سے ایک بڑا فائدہ اس جماعت کو یہ بھی ہے کہ صوبہ کے قانون ساز جماعتون مین اور حکومت کے مختلف شعبہ جات مین اپنی "سیاسی" اہمیت کی وجہ سے یہ اپنی آبادی سے زیادہ نمائندگی حاصل کر لیتے ہین ۱۲ فی صدی سکھ ۳۰ فی صدی نمائندگی کے آرزومند ہین اور ظاہر ہے کہ ۲۷ فی صدی ہندو کم از کم اپنی آبادی کے حساب سے ۲۷ فی صدی نشستین حاصل کر لین گے۔ اس طریقہ سے ان حضرات کا منشا یہ ہے کہ ۵۷ فی صدی مسلمانون کو ان کی اکثریت کے فوائد کسی طرح حاصل نہون۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ایک ذمہ دار اور اس فرقہ کے نمائندہ اخبار نے لکھا تھا کہ "جس وقت تک پنجاب مین سکھ موجود ہین اس وقت تک یہان اسلامی راج قائم نہین ہو سکتا" اسلامی راج سے بظاہر اس کا منشا یہی تھا کہ اس ۵۷ فی صدی آبادی کو اس کی آبادی کی بنیاد پر حقوق حاصل ہو جائین گے۔ لیکن باین ہمہ

پنجاب کی بڑھتی ہوئی اسلامی آبادی اس جمہوریت کے دور میں ہر حال اپنے فرائض ادا کرے غیر مسلم جماعتوں کے اندیشے انکی آرزوئیں اور ان کی دھمکیاں ایک زبردست اور عنقریب منظم ہو جانے والی جماعت کے فطری حقوق کے راستہ میں دیر تک سنگ راہ نہیں رہ سکتے حقیقی اتحاد صرف ان ہی دو جماعتوں میں ہو سکتا ہے جن کے مقاصد میں یکسانیت اور ہم رنگی ہو۔ اس بنیاد پر جیسی مایوسی مجھے ہندو مسلم اتحاد کی طرف سے ہے اس سے زیادہ مسلمان اور سکھوں کے اتحاد سے ہے تاہم چونکہ مختلف الخیال آبادیاں شہروں اور دیہاتوں میں ساتھ ساتھ رہتی ہیں اس لئے دونوں جماعتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی رواداری کا سلوک کریں۔ ورنہ اگر سیاسی اور مذہبی اختلافات کی وجہ سے دو جماعتوں کا پڑوسی کی حیثیت سے رہنا ممکن نہ رہے تو ملک کے معاشرتی مجلسی اور تمدنی نظام میں گڑبڑ پیدا ہو جائے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اپنے نشوونما کے لئے ایک فرد کو اور ایک جماعت کو واقعات کا صحیح علم ہو جانا لازمی ہے پنجاب میں مسلمانوں کو اپنی سیاسی حیثیت مسلم کر سکنے کے لئے اس بات کا علم ضروری ہے کہ ان کو سکھوں کی منظم اور طاقتور اقلیت کی طرف سے اس سے زیادہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑیگا جتنا ہندوؤں کی طرف سے امکان ہو سکتا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ ہندو اور سکھ درحقیقت دو مختلف جماعتیں ہیں اور ممکن ہے کہ کسی وقت سکھ مسلمانوں کے ساتھ دلی موالات اور حقیقی اتحاد کی طرف مائل

ہو جائیں گے لغو خیال ہے۔ مسلمان جس وقت تک مسلمان ہیں اور سکھ جس وقت تک سکھ ہیں اس وقت تک ان دونوں جماعتوں کا آپس میں حقیقی اتحاد ممکن نہیں۔

انگریز اور مسلمان مغل بادشاہوں نے انگریزوں کو اُن کی درخواست پر ہندوستان کے بعض ساحلی مقامات پر تجارتی کوٹھیاں بنانے کی اجازت دیدی تھی جب مغلوں کی مرکزی حکومت کمزور ہو گئی تو ملک کے دور افتادہ صوبوں نے رفتہ رفتہ مرکز سے اپنا تعلق منقطع کر لیا۔ ایسی حالت میں ملک میں بدامنی اور بدانتظامی ہر چہار طرف پھیل گئی انگریز تجار نے اپنی حفاظت کے لئے جن جن مقامات پر ان کی کوٹھیاں تھیں ضروری انتظام کر لیا یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان اپنے وجود کے تحفظ کے لئے اور ہندو مسلمانوں کو مغلوب کر کے ملک کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایسی صورت میں ان دو جماعتوں کے آپس میں جو تعلقات ہو سکتے تھے ان سے انگریز جیسی باخبر اور دور اندیش قوم خوب واقف تھی۔ ہندوؤں کی خواہش یہ تھی کہ اسلامی حکومت جس کی بنیاد متزلزل ہو چکی تھی؛ اب بالکل ختم ہو جانی چاہئے۔ اور کوئی امکان اس کے احیاء کا اب نہ رہے۔ تاکہ ملک کا انتظام وہ اپنے آپ سنبھال لیں مسلمانوں کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر ملک کی عنان حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئی تو ان کا وجود بھی خطرہ میں پڑ جائیگا۔

ہندوؤں کی آرزو اور مسلمانوں کا اندیشہ انگریزوں کی پوشیدہ تمناؤں کے بر آنے کا

سب سے بڑا سبب ہوا۔

اٹھارھوین اور انیسوین صدی مین اس اختلاف سے جس فاضلانہ طریقہ سے اس قوم نے فائدہ اٹھایا اس کا نتیجہ بالآخر ہندوستان مین سلطنت برطانیہ کا قیام ہوا۔ انگریزی حکومت نے تمام ملک مین سڑکین، نہرین، اور ریلین جاری کین۔ عدل و انصاف کے لئے ملک مین نہایت مفید اور شاندار ادارے قائم کئے۔ اندرونی امن و امان کا معقول انتظام کیا۔ اور ملک کو بیرونی حملہ کے خطرہ سے محفوظ رکھا۔ اور جدید تہذیب و تمدن کے وہ تمام برکات جو ملک کی خوشحالی و فارغ البالی مین اضافہ کرسکتی تھین رائج کین۔ ملک کی عام آبادی مین وہ بیداری پیدا کردی جس کا مظاہرہ آج ہماری آنکھون کے سامنے ہے تعلیم کے سلسلہ مین اگرچہ برطانیہ نے وہ نہین کیا جو اس کے امکان مین تھا تاہم بلاشک انگریزی تعلیم نے باوجود بعض نقائص کے ملک مین حریت و مساوات کے زبردست جذبات پیدا کردئیے۔ اقلیتون کو اکثریت کی درازدستیون سے محفوظ رکھا۔ مسلمانون کو اس دور مین اپنے پاؤن پر کھڑے ہونے کا موقع مل گیا، تاآنکہ اب اُن کو ہندوؤن سے بہت زیادہ خائف ہونے کی کوئی معقول وجہ نہین۔ اسوجہ سے مین ذاتی طور پر انگریزون کا مشکور ہون۔ اور جن لوگون کو میرے اس نظریہ سے اتفاق ہے وہ بھی ان جذبات مین میرے شریک ہین۔ ان خوبیون اور ان برکات کا اظہار کرنے کے بعد یہ بھی بہرحال میرا فرض ہے کہ تصویر کا دوسرا رخ پیش کرون تاکہ مذکورہ بالا

عنوان کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرسکون جن امور کا مین نے اوپر ذکر کیا ہے وہ ایسے غیر معمولی نہین ہین جو برطانیہ کے سولئے دوسری حکومت نہ کرسکتی ہو۔ اس لئے جہان تک ان کا تعلق ہے برطانوی مدبرین کو زیادہ واد کا اصرار نہین کرنا چاہیئے۔ آج انگریزون کی کم وبیش ڈیڑھ سو برس کی حکومت کے بعد ہندوستانی تعلیم یافتہ آبادی کا شمار ۵ فی صدی ہے۔ انگریزون نے اس مسئلہ مین زیادہ دلچسپی اس لئے نہین لی کہ جہلا پر حکومت آسانی سے ہوجاتی ہے۔ اپنی اس کوتاہی کی انگریز کوئی معقول صفائی نہین پیش کرسکتے یہان کی صنعت وحرفت کو انگریزون نے ختم کردیا۔ تاکہ برطانیہ کی تجارت کے لئے ایک بہت بڑی منڈی مشرق مین قائم ہوجائے۔ ہندوستانیون پر انگریزون نے کبھی پورا پورا بھروسہ نہین کیا۔ اور اسلئے ملک کے اہم انتظامی معاملات مین ان کو کوئی دخل نہین رہا۔ ہندوستانی فوج کے معاملہ مین بھی برطانیہ کا یہی رویہ رہا۔ لارڈ برنٹفورڈ Lord Brentford نے ایک مرتبہ ایک تقریر کے دوران مین فرمایا تھا کہ "ہندوستان مین ہم اسلئے نہین ہین کہ ہمین ہندوستانیون سے محبت ہے۔ بلکہ ہم وہان اس لئے ہین کہ جو کچھ بھی ہم وہان سے حاصل کرسکین کرلین"۔ اس لئے اگر مین یہ کہون کہ اس ملک کی انگریزون کی نگاہ مین جو اہمیت ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ دنیا مین ان کی تجارت کی یہ سب سے بڑی منڈی ہے تو بیجا نہ ہوگا اگر آپس کے تعلقات مین یہ شعبہ نہ رہے تو ہندوستان کی حکومت کی ذمہ داری انگریزون کے لئے کوئی دلچسپ

شغل نہ رہے۔ جہان تک مسلمانون کا تعلق ہے مین نے اوپر عرض کیا ہے کہ یہان اٹھارہوین صدی مین انگریزون کا آنا انکے لئے ایک حیثیت سے آیۂ رحمت ہوا۔ اس ڈیڑھ سو برس مین مسلمانان ہندوؤن کی درازدستیون سے محفوظ رہے۔ اور رفتہ رفتہ اپنے پاؤن پر کھڑے ہونیکے قابل ہوگئے۔ اس لئے شکرگذاری کا کافی سبب ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ برطانیہ نے اگر ہندوؤن کے خلاف مسلمانون کے حقوق کا خیال رکھا تو اس کے یہ معنی نہین کہ مسلمانون کے ساتھ برطانیہ کو محبت ہے بلکہ ہندوستان مین اس کی حکومت کا قیام ملک کی ان دو جماعتون مین اختلاف سکے اوپر تھا۔ مسلمانون کی خاطرداری اس سلئے ضروری تھی کہ ملک کی اکثریت زیادہ شرارت نہ کرسکے۔ لہٰذا حکومت کا جو رویہ مسلمانان ہند کے ساتھ رہا وہ اصول جہانبانی کا تقاضہ تھا۔ اس دور مین سکون کے لئے اگر مسلمانون کو حکومت کا مشکور ہونا چاہیے تو حکومت کو بھی جسکی بقا مسلمانون کی موالات کی بڑی حد تک رہین منت ہے۔ اسلامیان ہند کا منت گذار ہونا چاہیے۔ اگر آپ کو ان صحیح جذبات کا اندازہ کرنا ہو جو انگریزون کو اسلام کے ساتھ ہو سکتے ہین تو بیرونی اسلامی ممالک پر انکی چیرہ دستیون مین دیکھیے۔ مراکو پر فرانس کا اثر تسلیم کرلیا جاتا ہے اس شرط پر کہ مصر مین ہمارے معاملات مین تم دخل نہ دو طرابلس پر اطالیہ کا قبضہ تسلیم کرلیا جاتا ہے اور اسکے بدلے کسی مسئلہ مین خفیہ تائید اس کی حاصل کرلیجاتی ہے۔ مصر کے معاملات مین انیسوین صدی کے اواخر مین عارضی طور پر دخل دیا جاتا ہے لیکن

وہ گرفت آج تک ڈھیلی نہیں ہوتی۔ سوڈان میں چونکہ روئی بہت پیدا ہوتی ہے اس لئے وہاں برطانیہ کا قیام ضروری ہے۔ مقامات مقدسہ وغیرہ یعنی شام، فلسطین، عراق ماورائے یردن باوجود مکرر مواعید کے عربوں کے سپرد نہیں کئے جاتے۔ اور اول الذکر ملک فرانس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اور موخر الذکر ممالک خود انگریز سنبھال لیتے ہیں۔ ایران میں اگر رضا شاہ پہلوی کی غیر معمولی ذات آڑے نہ آجاتی تو اس ملک کے ساتھ بھی عنایت کرنے میں اس "اسلامی سلطنت" نے اپنی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔ دہلی، بغداد، بیت المقدس اور قاہرہ، جو اسلامی سطوت کے صدیوں تک مرکز رہے ہیں سب انگریزوں کے پاس ہیں مسلمان کس طرح سے ان حالات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کی برباد شدہ عظمت برطانیہ کے دفتر خارجہ کی زبان حال سے شکایت کرتی ہے۔ پس جس سلطنت نے اپنی شہنشاہیت کا عظیم الشان قصر اسلام کے کھنڈرات کے اوپر بنایا ہو اس سے مسلمان وہ مسلمان جن کو خدا نے بصارت کے کے ساتھ بصیرت بھی عطا فرمائی ہو۔ اسی قسم کا سلوک روا رکھ سکتے ہیں جیسا کہ خودداری کا تقاضا ہے جنگ عظیم کے بعد برطانیہ عروج کی انتہائی منازل پر پہونچ چکا تھا۔ اور واقعات مابعد کو سامنے رکھنے کے بعد ایک شخص یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ انحطاط کا دور شروع ہو گیا ہے۔ جس راستہ روما کی عظیم الشان سلطنت اور عربوں کی عباسی خلافت گئی وہی پگڈنڈی اب برطانیہ کے سامنے ہے فطرت کے منشا سے بچاؤ کا کوئی امکان نہیں آئرلینڈ، کناڈا، آسٹریلیا، نیوزیلینڈ اور

جنوبی افریقہ ۳۰۔۴۰ سال کے اندر اندر مرکزی حکومت سے تعلق منقطع کرلین گے ہندستان
جو برطانیہ کے قصر استعمار کی بنیاد ہے بہت زیادہ بیدا ہوگیا ہے۔ کانگریس کی حریت نواز
مساعی نے اس بنیاد کو جڑ تک ہلا دیا ہے۔ حکومت خود اختیاری انگریز دیر تک نہین
روک سکتے اور جہان تک مین اندازہ کرسکتا ہون ہندوستان کے ساتھ برطانیہ کا رشتہ دن
بدن نازک ہوتا چلا جاویگا۔ تاآنکہ وہ برائے نام رہ جاوے سلطنت کے انحطاط کی یہ آخری
کڑی ہوگی۔ ہندوؤن سے زیادہ مسلمانون کو اس گرفت کے ڈہیلے ہونیکا انتظار ہے۔ کیونکہ
ڈیڑھ صدی سے برطانیہ کی ساری پالیسی کا مدار ہندوستان رہا ہے اور بیرونی اسلامی ممالک
کیلئے اسکے نتائج سخت برے ہوئے ہین ملک کا جہاد حریت جیسے ارتقائی منازل اختیار
کریگا۔ اسی قدر اسکے نتائج بھی شاندار ہون گے تاآنکہ وہ وقت آجائے جب ملک پر برطانیہ کا
تسلط بیرونی اسلامی ممالک کے لئے خطرہ نہ رہے۔ یہ بڑی کامیابی ہوگی۔ اب تو کیفیت یہ ہے کہ
بلوچستان پر انگریزی قبضہ کی ضرورت ہے۔ تاکہ افغانی اور ایرانی حملون سے ہندوستان کو
محفوظ رکھا جائے۔ افغانستان جس وقت تک چپ چاپ ہے اس وقت تک اس کی خیریت
ہے لیکن اگر کوئی ذی ہوش حکمران چارون طرف نظر ڈالکر ملک کی حالت درست کرنا چاہے
تو کابل مین اس کا قیام برطانیہ کے مصالح کے سخت خلاف ہے عراق کے ساتھ تعلقات
قائم رہنی چاہئین۔ کیونکہ ہندوستان سے ہوائی آمد ورفت کیلئے اسکا محل وقوع مناسب ہے

بیروت اور بصرہ کے درمیان جو ریلوے قائم ہوئی ہے۔ وہ ہندوستان کے لئے ایک راستہ اور نکالدیگی۔ اس لئے فلسطین، شام، اور عراق وہاں کی آبادیوں کو نہیں دئیے جاسکتے۔ فلسطین چونکہ سویز کے ایک طرف نہایت اہم موقعہ پر واقعہ ہے۔ اس لئے وہاں کے عربوں کو حکومت خود اختیاری نہیں دیجاسکتی۔ اور یہ اس لئے کہ سویز ہندوستان کے بحری راستہ پر واقع ہے۔ اور اس کی حفاظت ظاہر ہے کہ انگریزی حکومت کے لئے لازمی ہے خاص کر اس لئے کہ مصر آہستہ آہستہ خود مختار ہوتا جاتا ہے اور ادھر سے سویز کی حفاظت کا معقول انتظام ممکن نہیں رہے گا۔ مصر کو اس لئے کامل آزادی نہیں دیجاسکتی کہ سویز کے بالکل مغرب میں ایک کامل آزاد حکومت کا قیام مصلحت کے منافی ہے۔ ورنہ ہندوستان کا راستہ خراب ہوجانیکا اندیشہ ہے چونکہ فلسطین کی اہمیت مصر کے معاملات کی وجہ سے سویز کی حفاظت کی غرض سے زیادہ ہوگئی ہے اس لئے وہاں کا دائمی قبضہ برطانیہ کیلئے ضروری ہے اور تاکہ وہاں کی کثیر عرب آبادی کسی وقت حکومت کے لئے دقت کا سبب نہ ہو۔ اس لئے وہاں یہودیوں کی ایک زبردست نو آبادی کا قیام ضروری ہے۔ لہذا اعلان بالفور منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ خواہ اس کے خلاف چاروں طرف سے کتنا ہی احتجاج کیوں نہو بقول ''سنڈے ٹائمس'' کے ''اگر فلسطین کے متعلق مسئلہ یہود نہ بھی ہوتا تو بھی ہماری مصلحتوں کا تقاضہ تھا کہ یہ مسئلہ پیدا کیا جاوے۔'' مجھے ان لوگوں پر ہنسی آتی ہے جو سطحی امور پر رائے قائم کرلیتے ہیں۔

عدن کا محل وقوع ایسا کہاں ہے جو برطانیہ اس کو چھوڑ دے۔ بالکل ہندوستان کے راستہ پر اور بحر قلزم کے ایک کنارے پر ہے۔ عرب کے ساحلی مقامات اور خلیج فارس پر بھی ایسی غرض سے برطانیہ کا قبضہ رہنا ضروری ہے۔ غرض ایک ہندوستان پر اپنے قبضہ کو قائم رکھنے کیلئے برطانیہ کو اس قدر پیر پھیلانے پڑے ہیں اسلئے جب حکومت کی ذمہ داری خود ہندوستانی لے لین گے تو یہ غریب اسلامی ممالک برطانیہ کیلئے زیادہ اہم نہ رہین گے۔ اور انشاء اللہ سکون کیساتھ سانس لے سکین گے۔ اٹھارھوین اور انیسوین صدی مین مسلمانان ہند کے لیے انگریزون کی آمد مناسب تھی لیکن مسلمانون کا وجود اس زمانہ مین بھی انگریزون کی سلطنت کے قیام کا سبب ہوا۔ لہذا دونون قومون کو ایک دوسرے کا مشکور ہونا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تھوڑے عرصہ مین مسلمانون کی حالت قابل اعتبار ہو جاویگی۔ اور ان کو کسی جماعت کی نوازشونکی ضرورت نہین رہے گی۔ اور جس نصب العین کو وہ اپنے مصالح کے لئے مفید سمجھین گے اس کے اختیار کرنے مین انھین تامل نہو گا۔ وہ نصب العین کیا ہو گا انشاء اللہ مناسب وقت پر معلوم ہو جائیگا۔

دیگر اقلیتین اور مسلمان ہندو اور مسلمانون کے علاوہ ملک مین جو دوسری قومین ہین عیسائیونکو چھوڑ کر ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ سکھون کا ذکر اس سے پیشتر ہو چکا ہے، جنھیونکو مین بالکل ہندوؤن ایک جماعت سمجھتا ہون۔ یہودی اور پارسی قریب قریب

تمام صوبہ بمبئی مین رہتے ہین۔ اور جہان تک مین سمجھتا ہون یہ جماعتین بہ نسبت مسلمانونکے غیر مسلمون سے زیادہ مانوس ہین۔ بگر مذہب کے پیرو قریب تمام برہما ہین ہین اور چونکہ یہ صوبہ ہندوستان سے الگ ہو جائیگا اسلئے اس کی آبادی کے متعلق ذکر کرنا میرے موضوع سے باہر ہے۔ لہذا اگر مین یہ کہون کہ اس ملک کی ساری غیر مسلم آبادی مسلمانون کے مقابلہ مین کامتہ واحدہ کی حیثیت رکھتی ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس کا سب سے بڑا سبب تو وہ ہے جس کا ذکر خود کلام پاک مین ہے کہ "یہ لوگ اس وقت تک تم سے خوش نہون گے جبتک کہ تم انھین جیسے نہو جاؤ"۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اس ملک مین مسلمانون کی سیاسی اہمیت کو یہ لوگ حاسدانہ نظر سے دیکھتے ہین تاہم چونکہ ہندوون وغیرہ کے مقابلہ مین مسلمانونکا وقار اور اثر ملک مین کم ہے اور ان کی آئینی حیثیت ابھی مسلم نہین ہوئی ہے۔ اس لئے یہ تمام حضرات مسلمانون کے مطالبات کی اور ان کی سیاسی حیثیت کی تخفیف کرنی ضروری سمجھتے ہین عیسائیون کی تعداد ملک مین کم وبیش ۶۰ لاکھ ہے۔ جس کا بیشتر حصہ مدراس مین ہے چونکہ ان کا تعلق ایک حیثیت سے حکمران جماعت سے ہے۔ اور نیز اس لئے کہ بیرونی عیسائی سلطنتین عموماً اور امریکہ خصوصاً ان کے تبلیغی ادارون کی کافی امداد کرتی ہین اس سلئے ان کا نظام نہایت اچھا اور با اثر ہے۔ جن لوگون کو ان جماعتون نے اپنے مین شامل کیا ان کی تعلیم و تربیت کا بھی معقول انتظام کیا۔ اس کے علاوہ ملک مین ایک عیسائی سلطنت کا مسلط ہونا بھی ان کا

بڑا معاون ثابت ہوا۔ ان کی تعداد مین برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل امور آہستہ آہستہ مزید اضافہ کو روک دین گے۔

(۱) آریہ سماج کی کوششین۔

(۲) ملک مین حکومت خود اختیاری کا قیام۔

(۳) اچھوت ذاتون کی بیداری۔

(۴) اونچی ذاتون کے ہندوؤن کا آہستہ آہستہ اچھوتون کے حقوق کو تسلیم کرنا۔

(۵) اچھوتون کی بڑی تعداد کی ہندوؤن کے نزدیک اہمیت اور آمین عیسائیت کی تبلیغ سے اندیشہ

(۶) جمہور مین تعلیم کا رفتہ رفتہ عام ہونا۔

مغربی سلطنتون نے جس ملک پر قبضہ کیا ہے وہان تجارت کے علاوہ باشندون مین عیسائیت کی تبلیغ کیلئے پادریون کے بھیجنے کا بھی انتظام کیا ہے تاکہ کم از کم ایک جماعت تو ملکی باشندون کی ایسی پیدا ہو جاوے جس سے ان کو ہر وقت اخلاقی تائید ملتی رہے۔ اس قسم کی سیاسی حرکتون کو مذہبی اور روحانی رنگ دینے کے لئے تمام ضابطہ کی کارروائیان عمل مین آتی ہین۔ تاکہ سیدھے سادھے جہلا کو آسانی سے مغالطہ دیا جا سکے سب سے بڑی حیرت مجھے یہ ہے کہ یہ مذہبی گروہ جو تثلیث کا قائل ہے اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے مصلوب ہو کر تمام عیسائیت کے گناہون کا بار اپنے

اوپر لے لیا ۔ اور یہ کہ اپنی منفعت کا اس لئے اب نہیں اطمینان ہے کس طریقہ سے ذی ہوش
لوگوں کو ۲ ہزار برس تک دھوکہ دینے میں کامیاب ہوا ہے بہر حال اس سائنس کے زمانہ مین
لوگ بہت تیزی سے اسکا جوا اپنے اوپر سے اُتار رہے ہیں جہانتک اس ملک مین عیسائیت کا
تعلق ہے میرا خیال ہے کہ دو صدی کے اندر اندر ہندو اسے اپنے مذہب مین جذب کر لین گے
ملک کی سیاسی فضا مین ان کی رفتار کا اگر غور سے مطالعہ کیا جاوے تو بعض دلچسپ حقائق کا
تجربہ ہوتا ہے۔ مسلمان چاہتے ہین کہ معلومہ اسباب کی وجہ سے ان کی جداگانہ حیثیت کو
تسلیم کیا جاوے ۔ ہندو کہتے ہین کہ یہ قومیت متحدہ کے قیام کے منافی ہے ۔ اور اس لئے
ان پر وطن دشمنی وغیرہ کا الزام لگاتے ہین ۔ عیسائی اپنے آپ کو سارے ہندوستان مین قومیت
متحدہ کے قیام کا حامی ظاہر کرتے ہین اور ثبوت مین یہ کہتے ہین کہ ملک کی قانون ساز جماعتوں
وغیرہ مین فرقہ وارانہ نمایندگی کی ہمکو ضرورت نہیں ہم مخلوط انتخاب کے حامی ہین اور نہ ملازمتوں
وغیرہ مین ہمین اس اصول سے اتفاق ہے جس کے لئے مسلمان اصرار کرتے ہین اب اگر
ان امور کا تجزیہ کیا جاوے تو ایک معمولی عقل کا آدمی بھی یہ سمجھ سکے گا کہ جس ملک کی آبادی
۳۵ کروڑ ہو وہاں ایک چھوٹی سی جماعت اگر فرقہ وارانہ نمایندگی کی آرزو کرے تو قانون ساز
جماعتوں مین اس کے کے نمایندہ پہونچ سکین گے ۔ اسی طریقہ سے جب ان حضرات کو
اچھی طرح سے یہ علم ہے کہ ملازمتوں مین اس وقت ان کا حصہ ان کی تعداد کے اعتبار سے

کئی گنا زیادہ ہے تو پھر وہ اس شعبہ مین آبادی کے تناسب سے ملازمتون کا مطالبہ کیون کرینگے۔
لیکن مدراس مین ان کی آبادی معقول ہے وہان کی مقامی قانون ساز مجالس مین وہ فرقہ وارانہ
نمایندگی کا مطالبہ کرتے ہین اس کے بعد ان کے دعویٰ کی حقیقت کا راز معلوم کرنا دشواری کا
کام نہین رہتا ہندوستان کے اکثر پادریون نے ملکی اخبارات مین ایک اعلان شایع کیا تھا
جس مین قومی تحریک کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا تھا اور متعلقہ حلقون کو مشورہ دیا تھا
کہ ملکی مقاصد کے ساتھ ہمدردی کی جاوے۔ کیونکہ عیسائیت کا یہی تقاضہ ہے بالکل بجا
اور درست ہے۔ مراکو اور طرابلس مین وہان کی اسلامی آبادیون کے ساتھ فرانس اور
اٹلی کی عیسائی سلطنتین جو سلوک روا رکھ رہی ہین اس کے خلاف بھی اگر احتجاج ہو جاتا تو
ہمین آپ کے دعوے کا تھوڑا سا یقین ہو جاتا۔ اسپین کو جب اسلام سے بیکد وش
کرایا جا رہا تھا تو عیسائیت کے تمام حلقون مین مسرت و اطمینان کے جذبات ظاہر تھے۔ اس
سلسلہ مین مسلمانون پر جو ہولناک مظالم ہوئے ان کے خلاف کہین سے احتجاج کی صدا
بر آمد نہین ہوئی۔ بلقان مین وہان کی عیسائی ریاستون نے مسلمانون کے ساتھ کون سی
مظالم روا نہین رکھے۔ لیکن ہمین یاد نہین جو ان قابل صد ہزار نفرت جرائم کے خلاف
عیسائیون کی کسی جماعت نے آواز بلند کی ہو۔ بہر حال کہان تک ان کا ذکر کیا جاوے۔
خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کی ان ترکیبون مین خلوص نہین سب ریاکاری اور زمانہ سازی ہے۔

چین کے تجربہ کے بعد ان حضرات کو یہ علم ہے کہ ہندوستان میں حکومت خود اختیاری کا قیام
اب صرف وقت کا سوال ہے اس لئے زبانی ہمدردی سے کیوں اغماض کیا جاوے رائے عامہ
کو ہماری ہمدردی اور ہمارے حب وطن کا ثبوت ملجائیگا۔ اور آئیوالے وقت میں ہماری حیثیت
بدستور مسلم رہے گی غرضیکہ مسلمانون سے یہ ترکیبین کہان آتی ہین۔ جو ان کے دل مین ہوتا ہے
وہی ان کی زبان پر ہوتا ہے۔ اور اس لئے سب کے نزدیک بیچارے گناہگار ہین۔

بیرونی اسلامی ممالک پر ایک نظر

بیرونی اسلامی ممالک کے معاملات کے ساتھ چونکہ مسلمانون کو غیر معمولی دلچسپی ہے اور جو
انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی۔ اس لئے مین سرسری طریقہ سے یہان ان کا ذکر کر دینا غیر ضروری
نہین سمجھتا۔ افغانستان۔ ایران۔ ترکی۔ نجد و حجاز۔ مصر اور البانیا آزاد اسلامی ممالک ہین۔
غازی امان اللہ خان کے عزل کے بعد وہ ساری امیدین

افغانستان جو ان کے وجود کے ساتھ وابستہ تھین مایوسی سے تبدیل ہوگئی ہین
مسلمانون کو یقین تھا کہ افغانون کی عنقریب ایک تعلیم یافتہ اور حقیقی معنون مین مہذب قوم ہوجائیگی
ملک مین جو معدنیات وغیرہ ہین ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائیگا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ دنیا کی
ترقی یافتہ قومون مین شمار ہو سکے گی لیکن افغانون نے اس غیر معمولی انسان کی قدر کو نہ پہچانا اور

اس کے محبوب ملک سے اس کو نکالنے پر مجبور کردیا کیونکہ بقول ان کے امان اللہ خان نے "ملک میں ایسی تعلیم رائج کی جس میں الٹی طرف سے لکھتے تھے جغرافیہ اور تاریخ، نصاب میں داخل کیے جس میں ایسے دریاؤں اور پہاڑوں کا ذکر تھا جو افغانستان سے باہر ہیں۔ اور ایسے بادشاہوں کا تذکرہ تھا جو ان کے ملک کے نہ تھے"۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ؎

لیکن یہ سب باتیں لغو ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں جو بھی حکومت ہو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ افغانستان کے تخت پر ایک زبردست حکمران کا وجود اپنے لیے خطرہ سمجھے اور اس خطرہ کو دور کرنے کے لیے جو کچھ بھی وہ کر سکے اُسے جائز سمجھے۔ امان اللہ خان کی ناکامیابی کا ایک سبب تو یہ ہوا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ تمام اسلامی ممالک کو رشتۂ اتحاد میں منسلک کردینا بھی اس کی آرزوؤں میں سے ایک تھا۔ ترکی و ایران کے ساتھ جس نوعیت کے معاہدات اس نے کیے وہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی تھے جن سلطنتوں کے لیے امان اللہ خان کی اس رفتار میں خطرہ تھا انھوں نے بالآخر اپنے غیر معمولی ذرائع کو اس کے خلاف درپردہ استعمال کیا اور جو نتیجہ ہوا وہ ہمارے سب کے سامنے ہے۔ نادر خان زمانہ کا رنگ دیکھے ہوئے ہیں اور اصول پروری عالی حوصلگی و بلند خیالی انکے نزدیک وہ خوبیاں ہیں جن کا لحاظ صرف مصلحتاً مناسب وقت پر ہی کیا جا سکتا ہے۔ غازی امان اللہ خان کے عزل کے تمام ظاہری و باطنی اسباب ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ انھیں بہرحال اپنا تخت قائم رکھنا ہے

اس لئے ظاہر ہے کہ وہ اس سڑک کی طرف رُخ بھی نہین کرین گے جس پر انکا عظیم الشان پیشرو گامزن تھا اس کے علاوہ غازی امان اللہ خان کے ساتھ انھون نے وہ نہین کیا جس کی امید ان سے دنیا کے ایک بڑے حصہ کو تھی - اور اس کا سبب یہ ہوا کہ کابل کا تخت انکے نزدیک رائے عامہ سے زیادہ وسیع تھا - بہر حال نادر خان جیسے انسان کے ساتھ زیادہ امیدین وابستہ نہین کیجا سکتین - لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمسایہ اسلامی ممالک کی ترقیان افغانون کو دیر تک تاریکی مین نہین رہنے دین گی - اور یہی اس انسان کی آرزو تھی جو آج اٹلی مین بیٹھا ہوا بھی اپنے بیوفا ہموطنون کیلئے دعا کر رہا ہے -

ایران کے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے قادر مطلق نے رضا شاہ پہلوی جیسا غیر معمولی انسان پیدا کر دیا - اس صدی کے اوائل مین ایران کے واقعات کا جس انسان نے بھی غور سے مطالعہ کیا ہے اس کے نزدیک اس بڑی اسلامی سلطنت کا بھی وہی انجام ہونا تھا جو دیگر اسلامی سلطنتون کا اس سے پہلے ہو چکا تھا لیکن ایران آج حقیقی معنون مین آزاد ہے - ملک آہستہ آہستہ ان تمام برکات سے مستفید ہو رہا ہے جن کی اہمیت موجودہ تمدن نے بالکل واضح کر دی ہے - ملک کی حفاظت کے تمام امکانی انتظامات رفتہ رفتہ ہو رہے ہین - ملک کی مالی حالت بحمدہٗ تعالیٰ نہایت قابل اطمینان ہے اور بحیثیت مجموعی اس کے وقار مین کافی اضافہ ہو گیا ہے اس تمام

کامیابی کا سہرا رضا شاہ پہلوی کے سر ہے. اس عظیم شخصیت کے وجود کے اوپر جس قدر فخر کیا جائے تھوڑا ہے۔ اور قوم جس قدر بھی ان کا شکریہ ادا کرے کم ہے لیکن ایران میں انھوں نے شخصی حکومت کے قیام کو جمہوریت پر ترجیح دی اور خاندان قاچ کے بجائے انھوں نے پہلوی خاندان کے لئے جگہ کی. اگر قومی خدمات میں یہ غرض شامل نہ ہوتی تو میں ان کو دنیا کا ایک بڑا انسان سمجھتا۔

ترکی

جنگ عظیم کے اختتام پر بحیثیت ایک سلطنت کے ترکی کا خاتمہ ہو چکا تھا قسطنطنیہ پر اتحادی قابض تھے اور سلطان ترکی کا وجود برائے نام رہ گیا تھا سلطنت کے تمام اجزا منتشر ہو چکے تھے اتحادیوں نے طے کر لیا تھا کہ عربی ممالک کے علاوہ بھی ترکی کے ٹکڑے کر کے کچھ حصے یونان کے سپرد کر دیئے جاویں۔ کچھ علاقہ بین الاقوامی انتظام میں دیدیا جائے تاکہ ترکی کا عدم اور وجود برابر ہو جائے۔ سیورس کا معاہدہ انھیں بنیادوں پر مرتب ہوا تھا قسطنطنیہ کی ترکی حکومت ایسی حالت میں تھی کہ اس سے ہر قسم کی شرائط منوائی جاسکتی تھیں۔ چنانچہ سیورس کے معاہدہ پر دستخط بھی ہو گئے اور مسٹر لائڈ جارج کی حکومت نے یونانیوں کو وہ علاقہ لے لینے کی اجازت دیدی جو مذکورہ بالا معاہدہ کی روسے ان کے سپرد کئے گئے تھے لیکن ترکوں کی ایک سرفروش جماعت نے جو اس قومی تذلیل کو گوارہ نہیں کر سکتی تھی۔ اناطولیہ کا راستہ لیا۔ اور

انگورہ مین اپنا مستقر بنایا اس جماعت کا رہنما مصطفیٰ کمال پاشا تھا۔ اس مستقل مزاج انسان نے انگورہ مین آہستہ آہستہ ایک قومی حکومت کی بنیاد ڈالی اور باوجود ہر قسم کی بے سروسامانی کے اس سالار اعظم نے سقاریہ مین یونانیون کی آرزوؤن کو دفن کردیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ مین اس ملعون قوم کی افواج کو اپنے محبوب ملک اناطولیہ سے دفع کردیا کمالی ترکون کی روزافزون طاقت نے بالآخر معاہدۂ لاسین کی طرح ڈالی اور سطح سیاسی پر پھر اس زندۂ جاوید قوم نے دنیا پر یہ ثابت کردیا کہ بڑے سے بڑا ابتلا اس قوم کی روح کو مردہ نہین کرسکتا۔ معاہدۂ لاسین کے بعد ترکون نے سلطنت اور خلافت کے ادارے منسوخ کردیئے اور ملک مین جمہوری حکومت قائم کی جس کا صدر انھون نے اس شخص کو بنایا جو ترکی کی حیات ثانیہ کا سبب ہوا ہے۔ جمہوریہ ترکی کے دس سالہ دور کی کارروائیون کو دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوگا کہ وہ تمام اسباب جو ترکون کے انحطاط کا سبب ہوئے رفتہ رفتہ دور کئے جارہے ہین اور وہ تمام صورتین جو ایک قوم کے احیاء کے لئے ضروری ہین اختیار کی جارہی ہین۔ نتیجہ یہ ہے کہ بین الاقوامی معاملات مین ایک مرتبہ پھر ترکی ایک حد تک فیصلون پر اثر ڈال سکتا ہے۔ لیکن جدید ترکی کے بانیون کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھون نے اپنے ملک مین تنگ نظر، جاہل، متعصب، اور بدبخت ملاؤن کا استیصال کردیا اور حقیقی اسلام سے دنیا کو روشناس کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ

ہدایت کی جو شعل انگورہ مین روشن کی گئی ہے اس کا نور دیگر اسلامی ممالک مین برابر پھیل رہا ہی۔
جس وقت مین مصطفےٰ کمال پاشا کے تدبر شجاعت استقلال بیغرضی اور دوراندیشی پر
غور کرتا ہون اور ان کے کارنامون کی اہمیت کا اندازہ کرتا ہون تو میرا سر احترام کیلئے
جھک جاتا ہے۔ اور مین اسلام کے اس بلند پایہ فرزند پر ناز کرتا ہون۔

نجد و حجاز

شریف حسین اور اس کی اولاد کو جنگ عظیم کے آغاز پر انگریزون نے یقین دلایا تھا کہ اگر وہ ان کے ساتھ شریک ہو کر ترکون کو عراق و فلسطین وغیرہ سے نکالنے مین مدد دین تو جنگ کے اختتام پر ان کی قیادت مین ایک متحدہ عربی حکومت قائم کی جاویگی۔ شریف حسین اور اس کی اولاد نے ترکون کے ذبح کرنے مین بڑی بڑی جانفروشیان کین اور عراق فلسطین اور شام وغیرہ کے چھیننے مین انگریزون اور فرانسیسیون کی خوب مدد کی لیکن جنگ کے ختم ہونے پر فلسطین ماورائے یردون اور عراق انگریزون نے لیلئے اور شام کا زرخیز ملک فرانس کے سپرد ہو گیا۔ شریف حسین جو عربی ممالک کی شہنشاہیت کے بعد اسلامی دنیا کی خلافت کے امیدوار بنے بیٹھے تھے سخت مایوس ہوے۔ اور اپنی ناراضگی کا بھی مظاہرہ کیا لیکن اس بدبخت انسان کو یہ معلوم نہ تھا کہ سلطنتین مانگے سے نہین ملا کرتی ہین۔ اور نہ برے اعمال کے بعد اچھے نتائج کی امید ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ انگریزون کو جو اسکی

ماہیت سے واقف تھے۔ اس کی ناراضگی کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو سکتی تھی۔ ترکوں سے غداری کے بعد دنیا اسلام اُسے مردود کر چکی تھی۔ اور اپنے حمایتیوں کو بھی وہ آخر وقت تک خوش نہ رکھ سکا۔ خسر الدنیا والآخرہ۔ ابن سعود والی نجد کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات خراب تھے۔ اور ان کو مشتعل کرنے کا کوئی موقعہ آپ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ جب ابن سعود نے مناسب وقت دیکھا تو انھیں حجاز سے نکال باہر کیا۔ اور آجکل آپ قبرس میں مقیم ہیں اور قبر میں جانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔[1]

سلطان ابن سعود نے جب سے حجاز پر قبضہ کیا ہے وہاں کے انتظام میں ایک گونہ ترقی ہو گئی ہے۔ سڑکیں وغیرہ تعمیر ہو رہی ہیں۔ حج کے انتظامات پہلے سے بہتر ہیں۔ تعلیم کا بھی معقول انتظام کیا جا رہا ہے۔ وہابی سلطان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلام کے دوسرے فرقوں کے ساتھ ان کا سلوک تنگ نظرانہ نہیں ہے۔ یہ بدلی ہوئی ذہنیت اسلام کے مستقبل کے لیئے فال نیک ہے۔ ایک اور بات جو اس سے بھی زیادہ توجہ کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ سلطان ابن سعود مغربی تمدن و تہذیب کے اہم اور ضروری شعبوں سے متمتع ہونا اسلام کے خلاف نہیں سمجھتے۔

جزیرہ نمائے عرب کے جنوب و مغرب میں ایک زرخیز اور خود مختار اسلامی سلطنت **یمن** کا ہے۔ یمن کے محل و توسع کا تقاضہ تھا کہ بحر قلزم کا جنوبی دروازہ کم از کم اسکی

[1] آپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اللہ رحم کرے۔

اس کے قبضہ مین رہے لیکن انگریزون کی بے شمار مصلحتین عدن کو کب چھوڑ سکتی ہین عدن اور سویز کے بیچ کا سمندر عربون کے پاس ہونا لازمی تھا مگر ان غریبون کو اپنی موجودہ حیثیت برقرار رکھنی دشوار ہو رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور ان کے بعد ہارون رشید نے بھی بحر روم اور بحر قلزم کے ملانے پر غور کیا تھا لیکن اس اندیشہ سے کہ مغربی قومون کو اس طریقہ سے عرب کی طرف رخ کرنے کا موقع ملجائیگا۔ اس تجویز پر عملدرآمد نہین کیا تھا۔ آج ہم دیکھتے ہین کہ وہ کیسے دور اندیش انسان تھے اور ان کا خیال کس درجہ صحیح تھا۔

البانیا البانیا کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس کے مستقبل پر ابھی اطمینان سے بھروسہ نہین کیا جاسکتا۔

نیم آزاد اسلامی ممالک

عراق عراق کے متعلق حکومت برطانیہ کا وعدہ ہے کہ ۱۹۳۲ء تک اس کو انجمن البین الاقوام مین داخل کردیا جائیگا۔ ملک سے فوجین وغیرہ ہٹالی جاوینگی اور عراق حقیقی معنون مین خودمختار ہوجاویگا۔ بہت ممکن ہے کہ ایسا ہو لیکن مجھے اس کے یقین کرنے مین تامل ہوتا ہے۔ موصل کا تیل برطانیہ کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ موصل اور حیفہ کو ملانے کے لئے ریل کا جدید سلسلہ حکومت برطانیہ کے زیر غور ہے اور

اس کے اخراجات کے سلسلہ میں حکومت برطانیہ نے ایک بڑی رقم منظور کی ہے جس ملک سے بالکل آزاد کیا جا رہا ہو وہاں اس قسم کے انتظامات کے کیا معنی۔ نیچے بصرہ کا اہم بندرگاہ ہے۔ خلیج فارس میں اپنا اقتدار قائم رکھنے کیسلئے بصرہ پر قبضہ نہایت ضروری ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ برطانیہ اسے آسانی سے چھوڑ دیگا۔ ایران کو کویٹہ کی طرف سے بیشک دھمکایا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کے سارے مغربی محاذ پر بھی انگریزوں کا تسلط رہے تو اسکو زیادہ مرعوب کیا جا سکتا ہے۔ عراق کے قبضہ کی یہ بھی ایک اہمیت ہے اگر خلیج فارس میں برطانیہ کی گرفت ذرا بھی ڈھیلی ہوتی ہے تو ایران اپنا بحری بیڑا بنا کر اپنا اقتدار بڑھانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ برطانیہ کے لیے اس صورت کا تصور بھی پریشان کن ہے۔ برطانیہ اور ہندوستان کے درمیان ہوائی آمد و رفت کے سلئے دجلہ اور فرات کی وادیوں میں بہترین ہوائی مستقر بن سکتے ہیں۔ اس صورت کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ ابن سعود سے برطانیہ کے تعلقات اسوقت بیشک ایک طرح سے دوستانہ ہیں لیکن انگریز جیسی فرزانہ اور دور اندیش قوم ہنگامی اور وقتی واقعات کے اوپر اپنی پالیسی کا مدار نہیں رکھتی۔ فلسطین شرق اردن اور عراق کو وہابیوں سے محفوظ رکھنے کے سلئے ریاض کی پشت پر ایک ہوائی مستقر ضروری ہے۔ تاکہ جس وقت ضرورت ہو نجد و حجاز کی حکومت کو دھمکایا جا سکے۔ بیروت بصرہ لائن کی دلاویزی اور بے اندازہ اہمیت عراق کی آرزوؤں کی تکمیل میں ایک

مستقل رکاوٹ ہوگی پھر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ رضا شاہ پہلوی کے بعد ان کے صاحبزادے اپنے باپ جیسے ذی ہوش، دانشمند اور طاقتور ہون گے شخصی حکومت کی یہ سب سے بڑی لعنت ہے کہ ملک کے مستقبل کے متعلق صحیح رائے کبھی قائم نہین کی جاسکتی۔ پس اگر خدانخواستہ رضا شاہ پہلوی کے جانشین اپنے باپ جیسے نہوے تو بالکل قرین قیاس ہے کہ بصرہ اور کوئٹہ بھی ریل کے ذریعہ سے ملا لیا جاوے۔ اور اس طریقہ سے مشرق وسطی مین برطانیہ کا اثر غیر قابل تسخیر ہو جائے۔ نیز عراق کی آزادی کے بعد کم از کم مصر و فلسطین اور شرق اردن کی آبادیون کے جذبات حریت مین شدت ہو جاویگی۔ مذکورہ بالا ظاہری اسباب کے سمجھنے کے بعد میرے لئے یہ باور کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ انگریز ۱۹۳۲ء تک عراق کو کامل آزادی دیدینگے۔

مصر مصر کو آزادی دیدی گئی ہے لیکن برطانوی فوجین ابھی قاہرہ مین موجود ہین۔ ملک کی اقلیتون کی حفاظت کی ذمہ داری برطانیہ مصریون کو دینے کیلئے تیار نہین۔ سوئیز اور سوڈان کا مسئلہ بھی ابھی تعویق مین ہے۔ مصری حکومت کوئی ایسا قانون نہین بنا سکتی جو بالواسطہ یا بلا واسطہ برطانیہ کے مفاد کے خلاف ہو۔ غیر ملکی مشیر انگریز ہونے لازمی ہین۔ بہرحال اس قسم کی آزادی ہے جو مصر کو دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک مذاق ہے۔ مصر کو کامل آزادی اس لئے نہین دیجا سکتی ہے کہ نہر سوئیز اس

صورت مین غیر محفوظ ہو جاتی ہے اور یہ ایک ایسا حیلہ ہے جو غیر معین میعاد تک کام دیسکتا ہی

شام شام پر فرانس کا قبضہ ہے وہان بھی حکومت خود اختیاری کا تجربہ کیا جارہا ہی۔ وہان کے باشندون کے شدید اور مسلسل احتجاج کے باوجود ملک کے کئی ٹکڑے کر دیے گئے ہین تاکہ فرانس کو آئندہ متحدہ قومی شورش کا مقابلہ نہ کرنا پڑے شام کی کامل آزادی کے مسئلہ پر فرانس اس وقت تک کیسے غور کر سکتا ہے جبتک کہ اس کے حریف کے پاس مشرق وسطی مین اتنے بہت سے علاقے ہون۔

شرق اردن کو بھی فلسطین کا ایک حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس ٹکڑہ کو الگ کر کے شریف حسین کے صاحبزادے امیر عبداللہ کو ان کی وفاداریون کے صلہ مین سپرد کر دیا گیا ہے۔ لیکن حقیقی حکومت یہان کی بھی برطانیہ کے پاس ہے۔ تاہم امیر عبداللہ کو اس سے کوئی مطلب نہین وہ خوش ہین کہ ہم شرق اردن کے امیر ہین سبحان اللہ۔ جزیرہ نمائے عرب کے دوسرے حصے مثلاً حضرموت، عمان، وغیرہ انگریزون کے زیر اثر ہین اور ان کی سیاسی حیثیت بمنزلہ صفر کے ہے۔ روس مین جو اسلامی ریاستین ترکستان قفقاز و آذربائیجان وغیرہ مین ہین وہ داخلی انتظامات مین بالکل خود مختار ہین لیکن ان سب کو روس کے مرکزی اقتصادی نظام کی تعمیل کرنی پڑتی ہی۔ چونکہ روس کے حقیقی واقعات کا مجھے علم نہین ہے اس لیے اس سلسلہ مین کچھ اور نہین کہہ سکتا۔ ملایا کا پورا جزیرہ نما انگریزون کے تسلط مین ہے سلطان جوہور وغیرہ کا وجود محض

برائے نام ہے۔ لیکن اس سے زیادہ پریشان کن صورت یہ ہے کہ ملایا کی حقیقی آبادی جو قریب قریب تمام مسلمان ہے۔ اس وقت تک برابر رو بہ انحطاط ہے اور چینی وغیرہ اپنا اثر بڑھاتے جا رہے ہین۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ملایا کے مسلمان باوجود اس پستی کے اپنی حالت سے مطمئن ہین۔ اور یہ زیادہ ماتم کے قابل ہے۔

حیدرآباد ہندوستانی مسلمانون کی آٹھ سو سالہ حکومت کی یہ آخری نشانی ہے۔ اس رقبہ مین جس انسان نے اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی تھی وہ کیسا پاک باز اور خدا کا برگزیدہ بندہ تھا۔ سارا ہندوستان رفتہ رفتہ مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن خدا کے فضل و کرم سے دکن کے اس حصہ پر ابھی تک آصفی پرچم لہراتا ہے۔ اور انشاء اللہ جبتک مسلمان زندہ ہین یہ پرچم اسی شان سے لہراتا رہیگا۔ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ نے اورنگ آباد مین شاید اسی مصلحت سے آخری قیام مناسب سمجھا تھا کہ اس کی پاک اسلامی روح آخری وقت تک اسلامی فضا مین آرام کرے۔ اے پیارے اور محبوب اسلامی شہنشاہ تیری آرزو کا احترام ہمارے اوپر فرض ہے۔ تیری آخری قیامگاہ بیشک ہمیشہ اسلامی فضا مین رہے گی۔ اور وہ خطہ جہان تو نے اپنی عمر کے آخری ایام گذارے انشاء اللہ ہمیشہ اسلام کے سایہ مین رہیگا۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمارے اس عزم مین حائل نہ ہوگی جو قوم اور جو جماعت اس محبوب اسلامی ملک کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھے گی اُسے تباہ و برباد کر دینا ہمارا فرض ہوگا۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدر آباد کا تعلق آیندہ بہ نسبت انگریزون کے ہندوستانیون سے زیادہ رہیگا۔ ایسی حالت مین انگریزون سے تو بہر حال نجات ملجائیگی۔ اس کے بعد انشاء اللہ زیادہ تشویش کی ضرورت نہین رہیگی۔ اب مین ایک سرسری نظر ان اسلامی ممالک پر ڈالونگا جو دول یورپ کے قبضہ مین ہے۔ جاوا، سماترا وغیرہ جزائر مین لاتعداد اسلامی آبادیان ہین اور یہ ہالینڈ کے قبضہ مین ہین۔ زنجبار انگریزون کے حلقۂ اثر مین ہے سوڈان کا وسیع اور زرخیز ملک انگریز مصر کو واپس نہین دینا چاہتے کیونکہ یہان روئی بہت پیدا ہوتی ہے اور اس کی کاشت بڑھانے کے امکانات قوی ہین۔ نیز وہان کی غیر تعلیم یافتہ جمہور کی حفاظت کی ذمہ داری بھی برطانیہ کے سر ہے۔ طرابلس پر اطالیہ نے جس طریقہ سے قبضہ کیا ہے وہ پرانا قصہ نہین ہے۔ ملک کا رقبہ بڑا ہے اور آبادی کم ہے۔ اطالیہ کی بڑھتی ہوئی آبادی کی کھپت وہان آسانی سے ممکن ہے چنانچہ تمام ساحلی مقامات پر آہستہ آہستہ اہل اطالیہ کی نوآبادیان قائم ہوتی جاتی ہین۔ ملک کے اصلی آبادی کے لیے صرف دو ہی راستہ کھلے ہوے ہین۔ یا تو وہ اطالیہ کے قبضہ کو قبول کرکے غلامانہ حیثیت سے وہان رہے۔ ورنہ اپنی مقاومت جاری رکھے چنانچہ ایک با اثر گروہ ابھی تک مقابلہ کر رہا ہے۔ اگرچہ نتیجہ معلوم ہے۔ افسوس ٹیونس الجیریا مراکو اور فرانسیسی سوڈان مع صحرا کے تمام فرانس کے قبضہ مین ہے۔ افریقہ کی آبادی بہت تیزی سے اسلام قبول کر رہی ہے۔ اس وقت بھی اس براعظم کی کم و بیش ۵۶ فی صدی آبادی مسلمان ہے۔

اور یہ تناسب رفتہ رفتہ بڑھتا رہیگا۔ اس حیثیت سے اگر مین یہ کہون کہ یہ برِ اعظم اسلامی خطہ ہے تو بیجا نہو گا۔ اس وقت یہ تمام یورپ کی قومون مین منقسم ہو رہا ہے۔ یورپ مین مسلمانونکی آبادی برائے نام ہے۔ اس کا بیشتر حصہ بوسنیا و ہرزیگوونیا مین ہے تھوڑے سے بلغاریہ اور رومانیا مین بھی ہین۔ پولینڈ مین بھی کچھ مسلمان آباد ہین۔ البانیا کا اوپر ذکر کر چکا ہون۔ ترکی کے یورپی مقبوضات اب قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل مین محدود ہو کر رہ گئے ہین۔ یورپ کی ان اسلامی آبادیون کا کیا حشر ہونا ہے۔ اس کے متعلق مین ابھی کوئی صحیح رائے قائم نہین کر سکتا۔ انجمن بین الاقوام بیشک اقلیتون کی حفاظت کی ذمہ دار ہے اور اس زمانہ مین یورپ مین خصوصًا مذہبی تعصبات کی کمی ہے۔ تاہم عیسائی سلطنتون کی اسلام دشمنی مسلم ہے اور مذہبی امور کے متعلق ذہنیتون مین کتنا ہی انقلاب پیدا کیون نہو جاوے۔ لیکن اسلام کے استیصال کے جو جذبات ان کے قلوب مین نہان ہین ان مین کمی نہین آسکتی۔ یورپ کے جن ممالک مین عربون اور ترکون کی حکومت تھی اور جو بعد مین انکے ہاتھ سے نکل گئے۔ اب وہان اسلام کا وجود بھی نہین۔ بلقان کی ریاستون پر سے ترکی تسلط اُٹھے ہوئے ابھی دیر نہین ہوئی اس لئے بعض ریاستون مین مسلمان موجود ہین۔ اگر ایک آدھ صدی کے بعد مسلمانون کی حیثیت وہان مسلم رہے اور جو سلوک ان کے ساتھ دیگر عیسائی ممالک مین ہوا ہے وہان نہو تو مجھے حیرت ہوگی۔ چین مین مسلمانون کی آبادی بغیر کسی بیرونی امداد کے

صدیون سے موجود ہے۔ اور بظاہر اس کی طرف سے تشویش کی کوئی ضرورت نہین۔ اپنی محکوم آبادیون کے ساتھ عیسائی سلطنتونکا رویہ کم وبیش یکسان ہے۔ محکوم ممالک سے تجارت کے ذریعہ سے یا اور کسی طریقہ سے جس قدر بھی روپیہ کھینچا جا سکے کھینچا جاتا ہے۔ اس پر تو سب متفق ہین لیکن بعض دوسرے امور مین مختلف سلطنتون کا مختلف رویہ قابل ذکر ہے انگریز اپنی رعایا کے مذہبی امور مین مداخلت نہین کرتے۔ آپ اطمینان سے نماز پڑھئے روزے رکھئے۔ جس وقت تک برطانیہ کے مخصوص مقاصد کے ساتھ آپ کی آرزوؤن کا تصادم نہو گا۔ اس وقت تک ہر طرح خیریت ہے لیکن اگر آپ کی سرفروشیونکا اور کوششون کا رُخ برطانیہ کے مقاصد کے خلاف ہے تو اس کے رویہ مین تبدیلی آجاتی ہے۔ فرانس اس معاملہ مین برطانیہ سے زیادہ ہوشیار ہے۔ آپ اپنی نوآبادیون اور مقبوضہ ممالک مین فرانسیسی قومیت کی تبلیغ بہت ضروری سمجھتے ہین۔ تاکہ غیر ممالک پر قبضہ دائمی شکل اختیار کرے۔ اٹلی اپنی محکوم آبادیون کی تباہی کے بعد ملک مین اپنی تہذیب کو رائج کرتا ہے۔ روس کی موجودہ حکومت اپنے پروپیگنڈہ کے ذریعہ سے اپنی مختلف الخیال آبادیونکو ہمرنگ بنانا چاہتی ہے ہر سلطنت کو بیشک حق ہے کہ جو رویہ اپنے حالات کے موافق و مناسب سمجھے اختیار کرے۔ اور کسی شخص کو اس پر نکتہ چینی کرنے کی معقول وجہ نہین ہے لیکن ایک ملک کی آبادی کو بیشک یہ حق ہے کہ اپنے گھر کی وہ آپ ہی مالک ہو کسی قوم کو

یہ حق ہرگز حاصل نہین کہ وہ دوسری قوم کے اوپر حکومت کرے۔ انجمن بین الاقوام کے قیام کا منشاء یہ ہے کہ دو قوموں مین اگر نزاع و افتراق کے اسباب پیدا ہوں تو آپس مین مشورہ کرنیکے بعد ان کو دور کر دیا جاوے۔ اور جنگ کی نوبت نہ آوے۔ مقصد کی پاکیزگی مین کوئی کلام نہین لیکن جس وقت تک کہ اس کے معاملات مین صرف برطانیہ اور فرانس کی آواز فیصلہ کن ہے اور جس وقت تک اس مین یورپ کی ہی بیشتر قومین شامل ہین اس وقت تک اس پر کامل اعتماد نہین کیا جا سکتا۔ موصل کا مسئلہ جس وقت اس کے سامنے پہونچتا ہے تو وہ برطانیہ کی خواہش کا احترام کرتی ہے۔ شام مین فرانس کی تباہ کاریوں پر وہ آواز اٹھانا پسند نہین کرتی۔ امیر عبدالکریم کی خواہش پر کہ ریف کا مسئلہ انجمن مین پیش ہو۔ کوئی کارروائی نہین کیجاتی۔ اس کے بعد اگر یہ بدگمانیان ہون کہ یورپ کی طاقتور دول نے اپنی خواہشوں کی تکمیل کا یہ آسان ذریعہ بنالیا ہے تو کہانتک بیجا ہے۔ معاہدہ لوکارنو اور میثاق کیلاگ کے ذریعہ سے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ آئندہ جنگ کا بالکل انسداد ہو جاوے۔ تخفیف اسلحہ کا مسئلہ بھی مدبرین یورپ کے سامنے ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بڑا اچھا ہے۔ لیکن جس وقت تک اسلامی آبادیان اور ممالک دول یورپ کے قبضہ مین ہین۔ اس وقت تک حقیقی امن ایک خواب ہے جس کی تعبیر نہین ہو سکتی۔ جب دنیا کا کوئی اور خطہ ایسا نہین رہا جس پر دول یورپ قبضہ کر سکین تو اب امن کی ضرورت ہو رہی ہے۔ اگر دول یورپ کو یہ خیال ہے کہ

افریقہ پر مستقل قبضہ قائم رہ سکتا ہے اور ایشیا کی محکوم آبادیاں بدستور غلام رکھی جا سکتی ہین۔ اور اس کے سلئے انجمن بین الاقوام میثاقہائے لوکارنو وکیلاگ وغیرہ یا ریاستہائے متحدہ یورپ کا قیام کامیاب ذرائع ہین تو وہ سخت مغالطہ مین ہین۔ دنیا مین حقیقی امن صرف اسوقت قائم ہوسکتا ہے جب بقول پریذیڈنٹ ولسن کے ہر قوم کو اپنے معاملات کے اوپر پورا پورا اختیار ہو یہ ناممکن ہے کہ چالاکیون سے ممالک کا موجودہ نظام قائم رکھا جا سکے جلد یا بدیر یہ غیر قدرتی انتظام گرہ بڑ ہو جاویگا جنگ عظیم نے فاتح دول کا بھی شیرازہ منتشر کر دیا ہے انگلستان وغیرہ کو خوب معلوم ہے کہ ایک چٹاخہ ایسا اگر اور ہو گیا تو مغربی تہذیب و تمدن خاک مین ملجائیگا اور محکوم اقوام آسانی سے انکا جوا اُتار پھینکین گی۔ یہ احساس سبب ہے انجمن بین الاقوام کے قیام کا اور معاہدات لوکارنو وکیلاگ کا یہ کوششین چونکہ خود غرضی اور ریاکاری پر مبنی ہین اسلئے ان سے کسی مفید نتیجہ کی امید رکھنا حماقت ہے۔ باوجود ان تمام کوششون کے جو دول یورپ آئندہ جنگ کو روکنے کیلئے کر رہی ہین ایک خوفناک جنگ کے امکانات ہر روز قوی تر ہوتے جاتے ہین جرمنی سے اسکے سارے بیرونی مقبوضات چھین لئے گئے ہین اس کی مشرقی سرحد عجیب بد تمیزی سے قائم کی گئی ہے اس کے علاوہ معاہدہ ورسیلز کے دیگر دفعات ایسی ہین جو شب و روز جرمنون کو آتش زیر پا رکھتی ہین۔

ملک مین نازیون کا عروج بتارہا ہے کہ ہوا کا رُخ کدھر ہے بحر روم مین اٹلی کی سیاسی تمنائین اور ٹیونس مین اسکے مطالبات فرانس اور اٹلی کے باہمی تعلقات کی نوعیت کی پردہ دری کرنے کے لئے کافی ہین اس کے علاوہ سائنر مسولینی کی پھونکین یورپ کے اشتعال پذیر مطلع مین امن وامان کے دعائے کا استخفاف کرتی ہین بلقان کا جدید انتظام پہلے سے بھی زیادہ واہیات ہے۔ اس لئے وہان شرارت کے امکانات آج پہلے سے زیادہ ہین روس کا اقتصادی نظام سرمایہ دار سلطنتون کے لئے کھلا ہوا چیلنج ہے مارشل پلسوڈسکی کی بے ہنگام چیخ و پکار اپنے اندر فساد کے سارے سامان رکھتی ہے لہذا اس عشرہ کے ختم ہونے سے پہلے ایک خوفناک آویزش ہونیکو ہے جہانتک مین غور کرتا ہون اس جنگ کا نتیجہ فرانس کی تباہی ہوگا لیکن یہ امید کرنا کہ فرانس کی شکست کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شمالی افریقہ کی اسلامی آبادیان آزاد ہوجائین، حماقت ہے۔ فرانس کی شکست کے بعد یہ ممالک اٹلی اور جرمنی مین تقسیم ہوسکین گے۔ اسلام کے نشوونما کیلئے آزاد فضا کی ضرورت ہے غلامی کی لعنت انسان کیلئے سب سے بڑی مصیبت ہے۔ جو اسلامی ممالک اس وقت دول یورپ کے قبضہ مین ہین۔ ان کا آزاد ہونا اسلام کی حیات ثانیہ کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے۔ جیسا کہ مین اوپر عرض کرچکا ہون۔ قابض دول کی تباہی کی امید کرنا تاکہ اس کے بعد آزادی حاصل ہوسکے فضول ہے۔ موجودہ حالت مین کامیاب مسلح

بغاوت قریب قریب محال ہے۔ امیر عبدالکریم کی مجاہدانہ کوششون کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ طرابلس کے عربون کی بیس سالہ جد وجہد کا اس وقت تک کوئی مفید نتیجہ نہین نکل سکا ہے۔ شام مین اس قسم کی تحریک کا جو نتیجہ ہوا وہ ظاہر ہے آزاد اسلامی ممالک کی امداد کے اوپر بھروسہ کرنا فضول ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کیجئے پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ پہلے بھی ایسا کبھی نہین ہوا ہے۔ ایسا البتہ اکثر ہوا ہے کہ اگر اسلامی ممالک کسی مصیبت وابتلا مین گرفتار ہون تو دوسرے اسلامی ممالک نے ان کی مصیبتون کے بڑھانے مین حصہ لیا ہے۔ جنگ عظیم مین جب ترکی موت وحیات کی کشمکش مین گرفتار تھا عربون نے جو ان کے ساتھ کیا وہ اب تاریخی واقعات ہین۔ افغانستان کی اسلامی حکومت بھی اپنے خلیفہ کی تباہی اطمینان سے دیکھتی رہی۔ اور مین سچ کہتا ہون کہ آج بھی اگر کوئی غیر مسلم سلطنت کسی اسلامی ملک کے چھین نے کا ارادہ کرے تو اس غریب کو صرف اپنی طاقت پر بھروسہ کرنا پڑیگا۔ بہر حال میرا مطلب یہ ہے کہ غیر آزاد اسلامی ممالک کے لئے آزادی ضروری ہے اور اس کا تنہا علاج یہ ہے کہ حکمران جماعت کے ساتھ ترک تعاون کیا جاوے۔ اور مقاومت مجہول عدم ادائیگی محصول مجلسی بائیکاٹ اور حکمران جماعت کے مال کا بائیکاٹ کیا جاوے۔ الغرض مسٹر گاندھی کے تمام اصولون کی پوری پوری تعمیل کیجاوے آزادی کی یہ تنہا صورت ہے۔ اس سے زیادہ مفید اور اس سے زیادہ باا ثر ترکیب کوئی نہین ہوسکتی

ہندوستان میں اس تحریک کا ابھی تک وہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا جس کی مسٹر گاندھی کو امید تھی لیکن تحریک ابھی بدستور جاری ہے اور اس کے عدم کامیابی کے متعلق رائے قائم کرلینا قبل از وقت ہے ہندوستان میں یہ تحریک اگر بدرجہ اتم کامیاب نہو تو اس کا سبب یہ ہے کہ ملک بہت بڑا ہے، آبادی بیشمار ہے۔ اختلافات بے اندازہ ہیں آبادی کے مختلف اجزا میں یکسانیت نہیں حکومت برطانیہ نہایت وقت شناس ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے اس تحریک نے عوام میں جو بیداری پیدا کردی ہے۔ اور اعتماد علی النفس کی جو خوبی جمہور میں ظاہر ہے اس پر اطمینان کیا جا سکتا ہے۔ برطانیہ کے زاویۂ نگاہ میں جو زبردست انقلاب پیدا ہو گیا ہے وہ بھی اسی کا سبب ہے۔ اس تحریک نے تسلط برطانیہ کے ساتھ وہی سلوک کیا ہے جو آگ بدن میں لپٹے ہوئے کھنکھجوری کے ساتھ کرتی ہے اگر بالآخر اس تحریک کا نتیجہ وہ نہ ہو جو اس کے عدیم النظیر بانی نے سوچا ہے تو اس میں تحریک کا فی نفسہ کوئی قصور نہیں۔ اس تحریک کے بارے میں میرا ایمان ہے کہ کمزور غلام اقوام کی آزادی کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں ہے اور اگر میری آواز دور تک پہونچ سکتی ہے تو میں غیر آزاد اسلامی اقوام کو نہایت عاجزی سے یہ مشورہ دوں گا کہ وہ پہلے اپنے آپ کو منظم کرلیں پھر ہندوستان کی اس مایۂ ناز فلاسفر کی تحریک کا مطالعہ کریں۔ اور خدا کا نام لیکر اپنی آزادی حاصل کرنے کیلئے اس حربہ کو کام میں لا دیں۔

باب دوم

مسلمانون کے داخلی معاملات

مسلمانون کے آپس کے تعلقات

ایک جمعیت کو منزل مقصود تک پہونچنے کیلـ
اشتراک و اتحاد کی ضرورت ہوتی ہے اس
ملک کے مسلمانون کی حالت بالکل جداگانہ نوعیت کی ہے۔ یہ مین پہلے عرض کر چکا ہون
میرے نزدیک ہندو مسلمانون کا کسی وقت مین بھی ایک ہوجانا ممکن نہین اس کے دو
معنی یہ ہین کہ ہندو مسلم اختلافات مستقل نوعیت کے ہین۔ ملک مین ہندو بڑی اکثریت مین ہین
وہ زیادہ تعلیم یافتہ ہین، زیادہ منظم ہین، بہت مالدار ہین، اور بہت بیدار ہین، اور بحثیت ایک
جماعت کے انکی اسلام دشمنی مسلم ہے جس کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ ایک ایسی جماعت سے
محفوظ رہنے کے لئے بھی مسلمانون کو اتفاق و اتحاد کی سخت ضرورت تھی۔ لیکن افسوس
بات ہے کہ مسلمانون کا کوئی نظام ایسا نہین جسکو متفق الیہ کہا جاسکے گول میز کانفرنس
موقعہ پر لندن مین مختلف زاویۂ نگاہ کے مسلمان مندوبین نے جس اتحاد و اشتراک عمل کا مظا

اس سے مجھے بڑی مسرت ہوئی اور یہ باور کرنے کے معقول وجوہ ہین کہ ضروری وقت کے اوپر مسلمان متحدہ محاذ پیش کر سکتے ہین لیکن تنہا ایسے وقتی مظاہرون سے اگر کام ہو جایا کرتا تو مستقل ادارونکی کیا ضرورت تھی مستقل نتائج حاصل کرنے کے لئے مسلسل و متفقہ مجاہدون کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن مجھے رنج ہے کہ مسلمانون مین آجکل ایسے نظام کا فقدان ہے۔ سکھون کے اجزار کو گورودوارہ پربندھک کمیٹی نے جس طرح منضبط کیا ہوا ہے اس کی مین نے ہمیشہ قدر کی ہے۔ ہندوؤن کی دو بڑی مقتدر جماعتین کانگریس اور ہندو سبھا ہین جنھون نے ان کو خوب اچھی طرح سے منظم کر دیا ہے۔ پھر یہ کیسے ماتم کی بات ہے کہ ہماری کوئی جماعت ایسی نہین جس پر مسلمانونکی اکثریت ہی اعتبار کر سکے اس کا سبب میرے نزدیک یہ ہے کہ آپس کے تعلقات نادرست ہین اور جمہور کی رہنمائی ان حضرات نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ جو حقیقتاً اس کے اہل نہین جمعیت العلماء کے ارکان کی اکثریت ایک شخص کی بابت طے کرتی ہے کہ وہ کسی خاص اجلاس کی صدارت کا اہل نہین۔ وہ اور ان کے ہوا خواہ فوراً ایک نئی جمعیت العلماء بنا لیتے ہین جس کا خاص کام پھر یہ رہجاتا ہے کہ سابقہ جماعت کی نمائندگی زائل کرنے کے لئے تمام کارروائیان کرے ہین اسے تماشہ سمجھتا ہون یہ سارے ڈھونگ ذاتیات تک محدود ہین۔ عوام کی رہنمائی و بہبودی ان کا حقیقی مقصد نہین عوام ان باتون کو سمجھتے ہین۔ پھر مجھے بتائیے کہ وہ ایسی جماعتون کے اوپر کیسے بھروسہ کرین۔ اور اس قسم

کے رہنماؤن کا وقار کب تک قائم رہ سکتا ہے۔ جو شخص دوسرے کے وقار کو اس لئے زائل کرنا چاہے کہ عوام پر اس کا وقار قائم ہو جائے مسخرہ ہے۔ اور قیادت کا اہل نہین مسلمانان ہند کے گذشتہ پندرہ سالہ دور کا اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کے رہنماؤن کی کثرت ملے گی۔ باوجود موجودہ بیداری کے بہت سے ایسے بیوقوف ہین جو ان حضرات کے دھوکہ مین آجاتے ہین۔ اور چونکہ ان کے اقوال و افعال مین صداقت و بیغرضی نہین ہوتی اسلئے پلید نتائج کا اکثر اظہار ہوتا رہتا ہے۔ ایک قائد کے تابعین یا ہوا خواہ دوسرے قائد کے پیروؤن کو برا بھلا کہتے ہین۔ اسکے جواب مین وہ بھی کچھ اٹھا نہین رکھتے۔ اور وہ فضیحتہ ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ واقعات کے اوپر ان کی نوعیت کے اعتبار سے بحث نہین ہوتی بلکہ ایک مخصوص رہنما کے ساتھ متعلقہ انسان یا جماعت نے جو سلوک روا رکھا ہو۔ اس کے اعتبار سے مسئلۂ متنازعہ کے بارے مین رائے قائم کی جائیگی۔ نہرو رپورٹ کی تصدیق و تائید کیلئے لکھنؤ مین جو جلسہ ہوا اس مین ایک موٹے تازے آدمی کو صدر نہین بنایا گیا۔ اس نے ناراض ہو کر تمام ملک مین رپورٹ کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔ یہان میرے لئے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ نہرو رپورٹ سے مجھے ہرگز اتفاق نہین ہے لیکن اختلاف کا مدار اس سلوک کو بنانا مسخرہ پن ہے۔ ترکی و حجاز کے متعلق بھی مسلمانان ہند مین جو اختلافات برپا ہوئے وہ بھی اسی قسم کی ذہنیت کا کرشمہ تھے۔ اس کے معنی یہ نہین ہین کہ مین

بلا استثنا سبکی شکایت کرتا ہون۔ مولانا ابو الکلام آزاد کا میرے دل مین بڑا احترام ہے۔ مجھے یاد نہین جو اس پاکباز انسان نے کبھی کسی مسلہ کے متعلق ایسی رائے دی ہو جو واقعات پر مبنی نہو۔ ایسا ہی شریف النفس رہنما محمد علی جناح ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ دونون صحاب ان لوگون سے ذرا خائف رہتے ہین جن کے جڑون مین پہنچنے کی زیادہ صلاحیت ہے عوام مین افتراق ایک اور سبب سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ ملک مین ایک جماعت مولویون کی ہے ان کا کام تھا کہ عوام کو بد اعمالیون سے روکین، اور اعمال حسنہ کی ترغیب دین لیکن اس مین تھوڑی سی دقت ہے۔ لہٰذا انکی آسان پسند طبایع نے اپنے لئے دوسرے کام تجویز کر لئے ہین۔ جدید تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان ان کی تنگ نظری اور دعوی رہنمائی سے عاجز ہین۔ اور ملک مین ان کے وجود کو نہ صرف مدِ زائد بلکہ تمام تباہیون کا سبب سمجھتے ہین۔ عوام کا بیشتر طبقہ جسکے لئے ایک چیز کے حسن و قبح مین امتیاز کرنا بھی مشکل ہے انکے دائرۂ اثر مین ہے لیکن یہ خدا کے بندے اس رہے سہے اثر کو بھی اس بری طرح استعمال کر رہے ہین کہ یہ عوام بھی انکے چنگل سے جلد خلاصی پا جائینگے جو مذہبی گروہ ایک زمانہ مین واقعی با اثر ہو گا۔ اس طریقہ سے ختم ہو رہا ہے۔ ان کو معلوم ہے کہ موجودہ زمانہ مین ان جیسے مولویون کی کیا حیثیت ہے۔ اور اس رہی سہی حیثیت کا بھی کیا انجام ہونا ہے لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ اس نتیجہ سے بچنے کی جو صورتین ہوسکتی ہین ان پر توجہ نہین کرتے۔ بلکہ عوام پر اپنا قابو رکھنے کیلئے جو داؤ پیچ

کرتے ہین ان کا نتیجہ موجودہ افتراق وانشقاق ہے۔ نئے نئے فرقے بنائے جاتے ہین۔
وہابی، مقلد، غیر مقلد، احمدی، مرزائی، رضائی، بدایونی، دیوبندی وغیرہ وغیرہ ایک
آدمی اگر ناف پر ہاتھ باندھتا ہے تو وہ تمام ان لوگون کو جو ایسا نہ کرین گردن زدنی سمجھتا ہے۔
ایک فریق زور سے "آمین" کہنے مین فلاح کا واحد ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور اپنے سے اختلاف
رکھنے والے تمام گروہون کو گمراہ سمجھتا ہے۔ تو دوسرا فریق "آمین بالجہر" کے معتقدین کے
اسلام مین بھی کلام سمجھتا ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اس قسم کے اختلاف زندگی اور
معاشرت کے تمام پہلوؤن پر اپنا اثر ڈالتے ہین۔ یہ ساری کارفرمائیان مولوی صاحبان
کی ہین، جو یہ سمجھتے ہین کہ اگر وہ ایسا نہ کرین تو ان کے حلوے مانڈے مین فرق آتا ہے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ جس جماعت کے اجزا ایسے منتشر اور پراگندہ ہون اس کی حالت
قابل رحم ہے۔ اور جس قوم کے رہنما ایسے ہون جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اس کی حالت ایسی ہی
ہوسکتی ہے جیسی مسلمانون کی آجکل ہے۔ افسوس جو قوم اس حالت مین ہو اس کے مستقبل
کے متعلق کیا رائے قائم کیجاوے۔ جو آبادیان اور جو قومین مسلمانون کے خلاف ہین انھین
ان سے کیا اندیشہ ہوسکتا ہے جمعیت العلماء کے متعلق مین تھوڑا سا اوپر عرض کر آیا ہون مسلم لیگ کا
بظاہر صرف یہ کام ہے کہ سال مین ایک مرتبہ ورنہ ۲ یا ۳ سال مین ایک مرتبہ قومی مسائل
کے اوپر اظہار رائے کردیا جاتا ہے تعمیری کام سے اسے کوئی تعلق نہین بسا اوقات کر

دورہ کے زمانہ مین سر محمد شفیع اور مسٹر محمد علی جناح مین جو باہم اختلاف ہو گیا تھا اور اس سے اسکے وقار مین جو کمی آگئی تھی اس کا اثر ابھی تک دور نہین ہوا ہے خلافت کمیٹی کا اثر اب "دار الخلافت" سے باہر بالکل نہین ہے۔ اور جبتک اسکے موجودہ پروپرائٹر Proprietor بقید حیات ہین کسی اور نتیجہ کی امید بھی نہین ہے دوسرے مسئلہ خلافت کے ختم ہونے کے بعد مجالس خلافت کا قیام بھی تو مضحکہ خیز ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اپنی اور اپنے لواحقین کی معاش کیلئے بھائی شوکت علی نے اسے ایک اڈا بنا لیا ہے۔

یہان مین تھوڑی سی عبارت شملہ نیوز سے نقل کرتا ہون جس سے یہ معلوم ہو سکے گا کہ ہماری موجودہ حالت کا دوسرے اصحاب کس نگاہ سے مطالعہ کرتے ہین۔

"ہند کے مسلمانون کی حالت قابل رحم ہے۔ خیال و قول مین پریشانی وابتری پھیلی ہوئی ہے تعلیم یافتہ مسلمانون مین خیالات وآراء کا اختلاف کثرت سے پایا جاتا ہے۔ بلکہ آجکل تو کشمکش اور کشیدگی کی گرم بازاری ہے۔ اور یہ سب سے زیادہ جائے افسوس ہے اس کی وجہ یہ نہین کہ مسلمانون مین ہادی یا کوئی انجمن نہین۔ ہادی اور انجمن تو بکثرت موجود ہین لیکن وہ ایک دوسرے کے برخلاف ہین۔ اور انجمنون کی کثرت اختلاف نے تو مزید الجھن ڈالدی ہے۔ مسلم لیگ ہے لیکن اس مین تفرقہ ہے۔ مرکزی خلافت کمیٹی ہے لیکن وہ اپنا اعتبار کھو بیٹھی ہے۔ اور سب فرقون کی مسلم کانفرنس ہے جس نے ابتک کچھ کرنے نہین دیا اہل اسلام

مین کوئی مرکزی نظام نہین نہ کوئی ایسا قابل ذکر مطبع ہے جو اہل اسلام کی تکلیفات ظاہر کرسکے اور نہ کوئی مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔ جہان سارے بادی ملکر کام کرسکین عوام الناس کے لئے نہ کوئی اخبار ہے نہ پروگرام جس کے وہ عمل پیرا ہون۔ دیگر بڑی جماعت اپنی ترقی کرگئی ہے۔ اگرچہ ان مین بھی اختلاف رائے ہے۔ پھر بھی متفق ہین انمین باہمی ہمدردی پائی جاتی ہے۔ جو مسلمانون مین نظر نہین آتی۔ ان کے ہادی اختلاف رائے تو رکھتے ہین لیکن اتفاق کے لئے اور اختلاف مین بھی وہ متفق ہین۔ اور ان سب مین رشتہ برادری بڑا مضبوط ہے۔ ان کے عوام گونگے مویشیون کی طرح ہانکے نہین جاتے۔ وہ روز بروز اپنی ضروریات کو محسوس کر رہے ہین اور زمانہ کی رفتار کو تاک رہے ہین، غربت مسلمانون کا افلاس ضرب المثل ہوگیا ہے۔ صوبہ بمبئی اور مدراس کے مسلمان بحیثیت مجموعی قابل اطمینان حالت مین ہین۔ ان صوبون مین وہ تجارت کے لحاظ سے ملک کی دوسری جماعتون سے پیچھے نہین ہین پنجاب یوپی اور بنگال مین ان کی مالی حالت نہایت قابل افسوس ہے اس سلسلہ مین یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ مذکورہ تینون صوبون مین مسلمانون کو تجارت کا وہ شوق نہین جو بمبئی اور مدراس مین اُن کے بھائیون کو ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ عام مسلمان تھوڑے سرمایہ سے تجارت کرنا اپنی توہین سمجھتے ہین۔ بادی النظر مین ایک تعلیم یافتہ آدمی کے لئے مشکل ہے کہ وہ ایک چھوٹی سی دوکان کھولکر بیٹھ جائے لیکن جب اس پر غور کیا جاتا ہے کہ اس قسم کے آغاز کے

بغیر ترقی یافتہ صورت کا امکان کہاں ہے تو بہر حال سوائے اس صورت کے اور کس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانون کا طبقہ امراء ہے کے نزدیک اس وقت تک اپنی ذمہ داری کو کما حقہٗ محسوس نہین کرتا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے انکو معقول دولت مل گئی ہے۔ اور اس کا منشاء صرف یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی آرام سے گذارین نتیجہ یہ ہے کہ ان کے اخراجات بغیر کسی حساب کے ہوے ہین۔ مقدمہ بازی مین ان کو بڑا لطف آتا ہے اور عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ان کے ملازمین جو ان کی سادگی و بیوقوفی سے خوب باخبر ہوتے ہین انھین ہر طرح سے لوٹتے ہین۔ اگر مالگذاری ادا کرنے کے لئے یا شادی وغیرہ کے اخراجات کیلئے انکی تحویل مین کافی رقم نہین ہوتی تو وہ بے تکلف ہندو ساہوکار سے روپیہ قرض لے لیتے ہین اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ اصل و سود کے بدلے مین انکی نہایت زرخیز مواضعات یا انکی نہایت قیمتی شہری جائدادین بہت سستے دامون مین ہندوؤن کے قبضہ مین چلی جاتی ہین کئی سال کا عرصہ ہوا کہ سہارنپور مین مجھے ایک پٹواری سے یہ معلوم ہوا تھا اس ضلع مین ۱۸۸۰ء مین اگر مسلمانون کی زمینداری ۱۶ تھی تو اب وہ صرف ۴ رہ گئی ہے باقی تمام ہندوؤن کے پاس چلی گئی۔ یہ حالت سہارنپور کے ساتھ مخصوص نہین جس ضلع کے کاغذات وغیرہ اٹھا کر آپ ملاحظہ کرینگے آپ کو یہی صورت نظر آئیگی مسلمان زمیندارون اور رئیسون کی معاشرت اور فلسفہ اقتصادیات سے ان کی بے خبری کا مطالعہ کرنے کے بعد ان نتائج پر تعجب

نہین ہوتا۔ حیرت تو اس وقت ہونی چاہیے تھی جب ان خوبیون کے بعد یہ نتیجہ نہ ہوتا۔ متوسط طبقہ کی حالت زیادہ قابل رحم ہے۔ یہ لوگ وہ ہین جنھین اپنی خاندانی وجاہت قائم رکھنے کیلئے سفید پوش رہنا پڑتا ہے۔ چونکہ انگریزی تعلیم مسلمانون مین دیر مین عام ہوئی اس لئے انکی دو تین پشتین بیکاری مین گذر گئین۔ جو کچھ تھوڑا بہت اندوختہ موجود تھا وہ ان ایام مین ختم ہو گیا۔ ان کے لئے تجارت کرنا خاندان کے نام پر بٹہ لگانا تھا۔ لہذا رفتہ رفتہ جو کچھ تھوڑی بہت جائداد تھی وہ ہندوؤن کے سپرد ہوتی رہی۔ جب معاش کا کوئی ذریعہ نہین رہتا اور انسان کیلئے یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے بال بچون کی تکلیف کو برداشت کر سکے تو وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ مسلمان فقرا کی تعداد مین روز افزون اضافہ کا بھی یہی سبب ہے۔ چوری اور ڈکیتی مین جو مسلمان ماخوذ ہوتے ہین ان کی مایوسی کا اگر بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو اس کا اصل سبب ناداری ظاہر ہوگا۔ کوئی انسان یہ نہین پسند کر سکتا کہ وہ دوسرے انسان کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار کرے۔ مگر جب اس پر تین وقت کا فاقہ ہوتا ہے اور اپنے بال بچون کی فکر اس پر اضافہ تو اس کی ساری خودداری ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسے مجبوراً وہ کرنا پڑتا ہے کہ جسکی اسکا ضمیر معمولی حالات مین اُسے ہرگز اجازت نہین دیسکتا تھا۔ رانا پرتاب سنگھ کے استقلال غیرت اور خودداری کے اوپر راجپوت جس قدر فخر کرین بجا ہے لیکن جس وقت یہ انسان اُودیپور کو چھوڑ کر روانہ ہوا ہے تو اس کے پاس خورد نوش کا سامان

بہت کم رہ گیا تھا راستہ مین جب اس کے بال بچے کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو کوئی جانور وہ کھانا اٹھا کرلے گیا اور بچے رونے لگے۔ رانا پرتاب سنگھ نے کہا کہ مجھ سے یہ تکلیف برداشت نہین ہوسکتی اور مغل شہنشاہ سے اس نے صلح کی گفتگو شروع کردی۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ بڑے سے بڑے غیور اور خوددار آدمی کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ اپنی لاانتہا ہی مصیبتون کو اور اپنے بال بچون کی غیر قابل ذکر پریشانیونکو آخر وقت تک برداشت کرسکے۔ اس کو مجبوراً وہ رویہ اختیار کرنا پڑتا ہے جو اس کے ضمیر کے خلاف ہو۔ متوسط الحال مسلمان جب ان کا ذریعہ معاش تنگ ہوجاتا ہے وہ سب کچھ کرنیکو تیار ہوجاتے ہین۔ جو معمولی حالات مین وہ اپنے خاندان کے لئے ننگ سمجھتے ہون۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک شخص کی ملازمت اگر آج چھوٹ جائے تو کل کھانے کے لئے اس کے پاس کچھ نہین رہتا۔ مزدوری وہ کر نہین سکتا۔ اس لئے کہ اس کے وہ قابل نہین۔ تجارت تھوڑے سے سرمایہ سے وہ کر نہین سکتا کیونکہ پھر ہمچشمون کو منہ کیسے دکھایا جائیگا۔ بڑے پیمانہ پر تجارت کے لئے اس کے پاس روپیہ نہین پھر مجھے یہ بتائیے کہ وہ غریب اب اپنے بال بچون کا اور اپنا پیٹ کیسے پالے۔ مایوسی کی اس کے لئے یہ انتہا ہے۔ اور پھر وہ غریب اپنی منشا کے خلاف اور اپنی خودداری کے جذبہ کے خلاف ہر وہ بات کرنے کو تیار ہوجاتا ہے جس سے معمولی حالات مین خود اس کو نفرت رہی ہو۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ

کہ کچھ عرصہ تک مخرب الاخلاق فضامین رہنے کے بعد انسان اس کا اثر مستقل طریقہ سے قبول کرلیتا ہے۔ اس طریقہ سے اخلاق خستہ آبادی مین اضافہ ہوتا رہتا ہے مسلمانونمین ایک طبقہ وہ ہے جس کے افراد صبح سے شام تک مزدوری کرتے ہین اور شام کو جو کچھ پیسے لاتے ہین اسی سے اپنا اور اپنے بال بچون کا پیٹ پالتے ہین۔ آہ مسلمانون مین انھی غریبونکی کثرت ہے۔ یکے والے۔ ٹھیلے والے قلی حمال مزدور بیشتر آپ کو ہر مقام پر یہی مسلمان ملین گے۔ نہ ان مین کوئی نظم ہے نہ اپنی چہار دیواری کے باہر واقعات کے مطالعہ کی ان مین اہلیت ہے۔ جانورون کی طرح زندگی گذار کر مرجاتے ہین۔ اور سب سے زیادہ ہولناک بات یہ ہے کہ اپنی حالت پر قانع رہتے ہین۔ اور اس سے مطمئن ہین یعنی اپنی پستی کا انھین اندازہ نہین۔ اس لئے اپنی اولاد کیلئے ایسا انتظام کرنا کہ وہ بہتر معاشرت اختیار کرسکین وہ غیر ضروری سمجھتے ہین اس کے علاوہ ان غریبون کے پاس اتنا سرمایہ بھی نہین ہوتا جو ایسے ذرایع اختیار کرسکین جس سے ان کی اولاد کی حالت بہتر ہوسکے۔ غربت کو مین انسان کے لئے خدا کی طرف سے سب سے بڑی سزا سمجھتا ہون۔ ایک شخص جس کی معاش درست نہین ہے طبعًا خواہ کیسا ہی ہو بددیانتی پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسے خودداری کا درس دنیا اسکو چڑہانا ہے۔ اس مین غیرت و حمیت باقی نہین رہتی۔ دوسرون مین اس کا وقار ہرگز قائم نہین رہ سکتا جو شخص معاش کی طرف سے پریشان ہو اس کو سکون کیسے حاصل

ہوسکتا ہے اور جس غریب کو سکون حاصل نہیں اس کے کسی قول کا اعتبار نہیں دنیا و عقبیٰ اس کے لئے بے معنیٰ چیزیں ہیں ایک غریب شخص اپنی اولاد کو تعلیم نہیں دے سکتا۔ اور اس طریقہ سے اس کا خاندان کا خاندان جہالت کی تاریکی میں رہتا ہے۔ اور قوم و ملک کے لئے اس کا وجود عدم کے برابر ہے۔ غربت کی وجہ سے وہ اپنا قرض ادا نہیں کرسکتا ہے یہاں تک کہ اس کا رہائشی مکان تک نیلام ہو جاتا ہے۔ اور اس طریقہ سے اس کے پورے گھر پر تباہی آجاتی ہے۔ ہندو مسلم فسادات ہوتے ہیں جس میں عموماً نیچے طبقہ کے مسلمان حصہ لیتے ہیں۔ فسادات کے بعد پکڑ دھکڑ شروع ہوتی ہے۔ اور بیشتر یہی لوگ پکڑے جاتے ہیں انکی بہت بڑی امداد اگر کہیں سے ہوئی تو مقدمات کی پیروی ہو جاتی ہے۔ جب یہ لوگ جیل خانہ میں جاتے ہیں تو ان کے بال بچوں کی کیفیت کا تم اندازہ کرسکتے ہو۔ وہ غریب صبح سے شام تک محنت کرکے پیسے لاتا تھا تو رات کو ان کو روٹی ملجاتی تھی۔ اب وہ ذریعہ بھی نہیں ر اس کا عموماً ایک ہی نتیجہ ہوتا ہے یعنی بچے اور ماں دونوں بازاروں اور گلیوں میں بھیک مانگنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہو کہ عیسائی یا آریہ ان کو اسلام سے منحرف کرلیتے ہیں ایک گھر میں اگر دس اشخاص رہتے ہیں تو عموماً کمانیوالا ایک ہوتا ہے۔ کیونکہ مسلمان عورتیں گھروں میں عموماً بیکار رہتی ہیں۔ اس کا نتیجہ بلا استثنا ریہ ہوتا ہے کہ کمانیوالے موت سارے گھر کی تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے بہت کم مسلمان ایسے ہوتے ہیں جو دور اندیشی

ایسا انتظام کرتے ہون کہ ان کے بعد ان کا گھر تباہ نہ ہو جائے۔ اول الذکر صورت مین مین نے
اکثر تجربہ کیا ہے کہ باپ کے سامنے ان کی اولاد کے ترقی کے سارے امکانات ہوتے ہین
لیکن اس کی موت کے بعد سارا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے۔ اور مین نے اپنی آنکھ سے دیکھا
ہے کہ پھر وہی بچے مزدوری کرنے لگتے ہین۔ یا بھیک مانگنے لگتے ہین۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
ایک طبقہ مسلمانون کا اور ہے جو مزدوری پیشہ لوگون سے بھی زیادہ مایوس کن ہے بہت سے
مسلمان ایسے ہین جن کو مزدوری بھی نہین ملتی۔ ان مین سے اکثر فقیری اختیار کر لیتے ہین
بہت سے چوری اور ڈکیتی شروع کر دیتے ہین ایک جماعت ان مین ایسی بھی پیدا ہو جاتی
ہے جو عصمت فروشی سے اپنی معاش کماتی ہے میرے علم مین اکثر ایسے واقعات آئے
ہین کہ باپ خود اپنی بیٹی سے عصمت فروشی کراتا ہے۔ اور یہ سب کیون ؟ اس لئے کہ اسکو
روٹی بہر حال چاہیئے۔ ۶

زچشمم آستین بردار گوہر را تماشا کن

اخلاقی تنزل کی جو ناداری کا ایک نتیجہ ہے یہ انتہائی صورت ہے۔ مشرقی بنگال سے
آجکل یہ اطلاعین آرہی ہین کہ مان باپ ناداری سے تنگ آکر اپنا پیٹ پالنے کے لئے
اپنی اولاد کو بہت سستے دامون فروخت کر رہے ہین اور ملک کے اس حصہ مین چونکہ تمام تر
مسلمان آباد ہین اس لئے یہ گمان تو کیا ہی نہین جا سکتا کہ یہ قابل رحم ہستیان ہندو تھی ہین

اکثر ایسا ہوا ہے کہ فاقون سے تنگ آکر یہ لوگ اپنے بچون کو کوئین مین پھینک دیتے ہین اور پھر اپنی بھی جان دیدیتے ہین۔ برسات مین مکانات گرتے ہین تو انھین غریبون کے اور یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ان مسلمانون کے مکان گرنے کا عموماً ایک ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ وہ زمین جہان مکان ہوتا ہے آہستہ آہستہ کاشت کے قابل ہوجاتی ہے اتنا روپیہ ان غریبون کے پاس کہان جو نیا مکان بنائین۔ برخلاف اس کے ہندو کے مکان مین اگر مرمت کی بھی ضرورت ہوجاوے تو وہ اسے گرا کر پہلے سے زیادہ شاندار بنالیتا ہے۔ ہیضہ اور پلیگ بلکی وبائین بھی انہی غریب لوگون پر اپنا زیادہ اثر ڈالتی ہین غربت کی وجہ سے ان کی معاشرت کا معیار بہت پست ہوجاتا ہے۔ صفائی و پاکیزگی کا زیادہ لحاظ نہین ہوتا اس لئے ایسے امراض مین ان کی موتین بھی زیادہ ہوتی ہین اور جو بچ رہتے ہین ان کے پاس علاج کے لئے روپیہ نہین ہوتا۔ اگر مرتے نہین تو ادھ مرے ضرور ہوجاتے ہین۔ لولے لنگڑے اور اندھے بھی انہی مین زیادہ ہوتے ہین، قوی نہایت کمزور علی العموم اس کا صرف ایک ہی سبب ہے۔ اگر اس لعنت کے نتائج محدود ہوتے تو یہ مصیبت زیادہ ہولناک نہ ہوتی۔ ناداری کے بعد انسان کی وہ تمام خوبیان جو قدرت نے اس مین ودیعت کی ہون۔ آہستہ آہستہ سب غائب ہوجاتی ہین اور اخلاقی تنزل کی وہ ایک جیتی جاگتی تصویر ہوجاتا ہے جھوٹ بولنے مین اس کو عار نہین بددیانتی اس کے نزدیک کوئی قبیح فعل نہین۔ اپنے دوستون اور عزیزون کو دھوکا دینا

اس کے بائین ہاتھ کا کھیل ہے اور اس دنیا مین جس قدر بھی بداعمالیان اور بدفعلیان احاطۂ امکان مین ہین وہ ان سب پر نہایت بیباکی اور دیدہ دلیری سے عمل کرتا ہے پھر اس کو نہ خدا کا ڈر رہتا ہے اور نہ کسی ملکی قانون کا کم ظرفی دنائت اور فرومائگی پھر اس کے خصوصیات ہو جاتے ہین ایک فقیر کو اگر زیادہ بھیک ملجاتی ہے تو ان فقیرون پر وہ ہنستا ہے جن کو اسقدر بھیک نہ ملی ہو۔ ایک مسلمان جسکی معاش تنگ ہو یہ چاہتا ہے کہ اور اس کے جس قدر ہمسایہ ہین اسی جیسے ہو جاوین تاکہ اس مین اور ان مین کوئی وجہ امتیاز باقی نہ رہے۔ اپنے ہمسایہ کو پریشانی مین دیکھکر اس پر ہنستے ہین اور اگر وہ فارغ البال ہو جاوے تو اس کے اوپر حسد کرتے ہین ہمدردی اور شرافت انکے پاس نہین پھٹکتی۔ ان مین انسانی ذمہ داری کا بالکل احساس نہین رہتا ہے کہ مکان کے نیچے چون پڑے رہتے ہین۔ وہ بیشتر اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہین۔ ان مین کا ایک شخص جس کی عمر کم وبیش اسی سال کی ہوگی اور جو چلنے پھرنے سے بالکل معذور تھا۔ سڑک پر چارپائی پر پڑا رہتا تھا۔ آج اس ڈیوڑھی مین لیٹ گیا کل دوسری مین چلا گیا۔ ایک پھٹی ہوئی چادر اور ٹوٹی ہوئی چھوٹی سی چارپائی اس کی ملکیت تھی۔ ایک رات کو بارش ہوئی اور اولے پڑے وہ غریب سڑک پر ساری رات بھر چیختا چلاتا رہا اور صبح کو لوگون نے اس کو مردہ پایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط۔ جب صبح عورتون سے یہ کیفیت مجھے معلوم ہوئی تو مین دیر تک اس حالت پر غور کرتا رہا وہ بیحسی جو ایسی موت ہونے دیتی ہے ماتم کے قابل ہے۔

ان لوگون کے مکانات قریب قریب سب بوسیدہ و شکستہ ہین ان مین سے ایک کی حالت نسبتاً اچھی ہو گئی۔ اور اس نے اپنا مکان پختہ بنانا شروع کیا اس کی اس حرکت سے ان لوگون کو سخت کوفت ہوئی۔ اور ایک روز ۲۵ یا ۳۰، آدمی لاٹھیان لیکر چڑھ آئے اور اس کو خوب مارا۔ ناداری کے بعد انسان کی ذہنیت بیشک ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ ایسے افراد کا مجموعہ ایسی ہی قوم ہو سکتا ہے۔ جیسے مسلمانان ہند کی ہے۔ ہمارے پوست کندہ حالات سے ہندو بھی واقف ہین اور انگریز بھی جب کبھی سڑک پر مین مسلمان فقیرون کو انگریزون یا ہندوؤن سے گڑگڑا کر بھیک مانگتے ہوئے دیکھتا ہون تو مین یہ سوچتا ہون کہ یہ لوگ دل مین اسلامی خودداری کو ایک لفظ بے معنی سمجھتے ہون گے۔ میرا خیال ہے کہ مسلمان بحیثیت قوم کے ان باتون کو زیادہ محسوس نہین کرتے۔ افسوس! میرا مطلب یہ تھا کہ اس قسم کے افراد کے مجموعہ سے کوئی زبردست امید نہین ہو سکتی۔ اور چونکہ قوم کا افلاس بہت بڑی حدتک اس نتیجہ کا ذمہ دار ہے۔ اس لیئے ان اصحاب سے جن کو قوم کے مستقبل کے متعلق فکر ہے میری یہ گذارش ہے کہ جس وقت وہ تعمیر ملت کا لائحہ عمل مرتب کرین تو اس حقیقت کا ضرور لحاظ رکھین۔

جہالت

اپنے رہناؤن کے ارشاد کے بموجب مسلمان دیر تک انگریزی تعلیم کی طرف راغب نہ ہوئے۔ اور جس وقت سر سید علیہ الرحمۃ نے علی گڈھ کالج کی بنیاد رکھی اس وقت ان کو ہر طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن بالآخر مسلمانون کا ذی ہوش طبقہ

انگریزی تعلیم کی اہمیت کو سمجھنے لگا تھا اور امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ عوام کی مخالفت بھی کم ہوتی گئی تاہم اس عدم توجہی اور غفلت کا ایک مستقل نتیجہ نکل آیا تھا یعنی مسلمان من حیث القوم تعلیم میں ہندوؤں سے بہت پیچھے ہو گئے۔ اور اگرچہ وہ اپنی اس کمی کو پورا کرنے کی بہت کوشش کر رہے ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوؤں اور دیگر قوموں کے مقابلہ میں وہ تعلیم میں بہت پسماندہ ہیں۔ عربی تعلیم کے نصاب میں جس وقت تک زمانہ کی موجودہ ضروریات کا لحاظ کر کے کافی تبدیلی نہیں کی جاتی ہم اس کے نتائج سے بالکل مایوس ہوں۔ جہالت کی بیکرانی تیک میں نشین ہیں۔ ایک جماعت تو وہ ہے جو قطعاً تعلیم یافتہ نہیں ہے۔ اور مسلمانانِ ہند کی آبادی کا کم و بیش ۵۰ فی صدی حصہ اس سے تعلق رکھتا ہے بقایا ۵۰ فی صدی میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کی تعلیم ناقص ہے وہ جو اپنی تعلیم اپنی بے مائیگی کے سبب سے پوری نہیں کر سکے۔ اب تھوڑی تعداد ان اصحاب کی رہ جاتی ہے جنہوں نے یونیورسٹیوں وغیرہ میں اپنی تعلیم پوری کی ہو۔ ان ہی الذکر دو جماعتوں کے علاوہ میں ان تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بھی جاہل سمجھتا ہوں جو زمانہ کی سیاسیات حاضرہ سے نابلد ہوں۔ اور جو دوسری قوموں کے مدبرین کی چالوں کو سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں۔ دنیا میں علم کا معیار اس وقت جس قدر بلند ہے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی علمی بے مائیگی کے اوپر

مسلمانان ہند جس قدر فکر وتشویش کا اظہار کریں کم ہے جو قوم زمانہ کی رفتار کے ساتھ نہیں
چلے گی اس کا انجام غیر مشتبہ ہے۔ میں اپنے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لئے دو ایک مثالیں
دوں گا۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنے ملک کو مغربی اقوام کے ترقی یافتہ ممالک کے ڈھنگ پر
ڈال دیا ہے اور مجھے ایک حد تک یقین ہے کہ ترکی کی اگر یہی رفتار رہی تو اس کے بقایا
مقبوضات انشاء اللہ محفوظ رہیں گے۔ برخلاف اس کے ترکستان اور طرابلس کے مسلمانوں کا
حشر دیکھئے بخاری اور ترمذی پڑھنے کے بعد یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی تخلیق کا
منشار پورا ہو گیا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زیادہ باخبر قومیں ان کے ممالک پر قبضہ کر لیتی ہیں اور پھر
چاروں طرف فریاد ہوتی ہے اس قسم کی کارروائیوں سے خاطر خواہ نتائج کی امید
رکھنا حماقت ہے۔ ہاں تو میرا مطلب یہ تھا کہ ایک جماعت کو اپنے تحفظ کے لئے اور اپنا
مستقبل درست رکھنے کے لئے سب سے بڑی ضرورت اس کی ہے کہ وہ اپنے ماحول سے
پوری طرح باخبر رہے تعلیم کے اس شعبہ کو میں سب سے زیادہ مقدم سمجھتا ہوں اور اس لحاظ
سے مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد جاہل ہے جو قوم یہ نہ جانتی ہو کہ
دوسری قوموں کے مقابلہ میں اس کی اصلی حیثیت کیا ہے اس سے یہ امید کہاں
ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کی چالوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے گی۔ ہندستان
اس وقت انقلاب کی حالت میں ہے یہ وہ وقت تھا کہ مسلمانوں کو خاص کر عوام کو

بے انتہا باخبر ہونے کی ضرورت تھی لیکن مجھے افسوس ہے کہ ایسا نہین ہے کچھ عرصہ سے بیشک مسلمان رہنما عوام کو بیدار کرنے کی کوشش کر رہے ہین اور یہ مستحسن ہے لیکن جن کامون کے لئے مسلسل متواتر اور مستقل کوششون کی ضرورت ہے وہ اس طریقہ سے کہان پورے ہوتے ہین حیدرآباد کی ہندو رعایا نظام کی حکومت کے تمام شعبہ جات پر ہر وقت تنقیدی نگاہ ڈالتی رہتی ہے۔ اور مجال نہین کہ وہان کے حکام دانستہ یا غیر دانستہ اس کے مفاد کے خلاف کوئی کارروائی کر سکین برخلاف اس کے کاشمیر کو دیکھئے یہان کی مسلمان آبادی انحطاط کے اس درجہ پر پہونچ چکی ہے جس کے بعد سے نزدیک فنا اور عدم کی صورت ہی رہجاتی ہے۔ باوجود اس تباہی و بربادی کے اور باوجود اس کے کہ ان کی آبادی ریاست کے باشندون کی تعداد مین ۹۵ فی صدی ہے تاہم مین دیکھتا ہون کہ ان کی طرف سے احتجاج کا کوئی مؤثر طریقہ اس وقت تک اختیار نہین کیا گیا۔ اس[ع۱] فرق کا یہ سبب ہے کہ ہندو اور مسلمانون مین باخبری اور تعلیم کے لحاظ سے کوئی نسبت ہی نہین اور یہ حالت ظاہر ہے کہ سخت خطرناک ہے۔ میری اوپر کی تحریر سے ظاہر ہوا ہو گا کہ ضابطہ کی تعلیم مین بھی مسلمان بہت پسماندہ ہین اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انکے مخالفین کو یہ کہنے کا موقع ملسکتا ہے کہ

عـ۱ - اس لکھنے کے بعد وہان بیداری کے آثار پیدا ہو گئے ہین۔

کمی تعلیم کی وجہ سے مسلمانون کو حکومت کے مختلف شعبہ جات مین وہ حصہ نہین ملتا جسکے
آبادی کی رو سے وہ حقدار ہو سکتے تھے اگرچہ موجودہ مدارس کی تعلیم نہایت ناقص ہے
تاہم بغیر اس کے بھی وہ واقفیت اور علم جس کی اہمیت کا مین نے اوپر ذکر کیا ہے ناممکن
ہے بحیثیت مجموعی اس کا نتیجہ وہ سیاسی پسماندگی ہے جس مین آج ہم مسلمانان ہند کو مبتلا
دیکھتے ہین۔ یہ حالت فی نفسہٖ ہر وقت اور ہر ملک مین دور اندیش مبصرین کے لئے
سخت تشویش کا سبب ہو سکتی تھی۔ لیکن خطرات کے بھی خواہ وہ ایک ہی سبب سے
ہون کئی مدارج ہو سکتے ہین۔ تعلیمی لحاظ سے افغان مسلمانان ہند سے بھی زیادہ پسماندہ
ہین۔ لیکن باوجود اپنی ساری بدتمیزیون کے وہ اس قدر زبردست ہین اور ان کا ملک
اس درجہ محفوظ ہے کہ غیر ملکی طاقتون کو ان کے معاملات مین دخل دینے کی مشکل سے
جرأت ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آبادی ساری کی ساری مسلمانون پر
مشتمل ہے۔ ہندوستان کے مسئلہ کی نوعیت بالکل جداگانہ ہے۔ یہان وہ آبادی کا
مشکل سے چوتھائی حصہ ہین۔ جن کی تعلیمی حالت نہایت خراب ہے جن کی ناداری ضرب المثل
اور جن کے شیرازہ کی ابتری مسلم ہے۔ ان کی یہ بے سر و سامانی ہی بالآخر یہان ان کی تباہی
کے لئے کافی تھی لیکن اس پر اضافہ یہ ہے کہ ملک کی بیشتر آبادی ہندوؤن پر مشتمل ہے
جو بہت منظم نہایت تعلیم یافتہ اور اعلیٰ درجہ کے دور اندیش ہین ان کا حقیقی نصب العین

یہ ہے کہ جلد یا بدیر تمام ہندوستان کی عنان حکومت بلا شرکت غیرے ان کے ہاتھ
مین ہو اس آرزو کی تکمیل مین مسلمان آبادی بڑی رکاوٹ ہے اس لئے قدرتاً ہنود برین
مسلسل متواتر اور پیہم کوشش اس امر کی کر رہے ہیں کہ بحیثیت ایک جدا قوم کے مسلمانونکا
وجود باقی نہ رہے۔ اور اس طریقہ سے معقول مدت گذر جانے کے بعد ہندؤون اور مسلمانونمین
کوئی وجہ امتیاز نہ رہے اور جس طریقہ سے زمانۂ سابقہ مین اور قومین ہندوؤن مین جذب
ہوگئین وہی عمل اسلامی تہذیب و تمدن کے ساتھ ہو۔ خواہ اس نتیجہ کے حاصل کرنمین
۳-۴ صدیان گذر جائین یہی جو سبب افغانون کے لئے صرف تھوڑی سی تشویش کا موجب ہے
وہ مسلمانان ہند کے لئے ہلاکت کا پیغام ہے ان حالات کو دیکھتے ہوئے بجا طور پر ہر قسم کا
اندیشہ ہو سکتا ہے۔ تنہا فکر و تشویش کے اظہار سے ہی اگر کام درست ہو جایا کرتے تو پھر
کسی بات کی ضرورت نہ تھی لیکن صورت تو یہ نہین۔ اس خطرہ سے بچنے کے لئے بڑی
ہنگامہ خیز کوششون کی ضرورت ہے۔ اور تحفظ کیلئے لائحہ عمل کی ترتیب اسوقت تک کیسے ممکن ہو
جبتک کہ واقعات کا کماحقہ ہر حقیقت سے علم نہو اور اگر قوم کے رہنماؤن کو خدا پاک نے
صحیح راہ پر چلنے کی توفیق دی ہے تو ان کا مجاہدہ بیکار ہوگا۔ اس وقت تک جبتک کہ عوام
انکی آواز پر گرمی سے لبیک نہ کہین اور یہ صرف اس وقت ممکن ہے جب عوام بھی صحیح
صورت حالات سے باخبر ہو جائین یہی وہ حالت ہے جسکا مجھے انتظار ہے اس مین

ذرا سی بھی "تاخیر" مہلک ہو سکتی ہے۔ اگر غیر معمولی حوادث پیش نہ آجائیں تو موجودہ واقعات کو سامنے رکھکر آیندہ کے بارے مین میری رائے یہ ہے کہ کانگریس لندن کی گفت وشنید سے مطمئن نہین ہوگی کیونکہ جن باتون سے اسے اطمینان ہو سکتا ہے وہ دوسری طرف برطانیہ کی شہنشاہیت کیلئے موت کا پیغام ہین بحیثیت مجموعی ملک کی موجودہ حالت اس وقت ایسی نہین ہے کہ انگریز کانگریس کے تمام مطالبات پر غور کرنا بھی ضروری سمجھین۔ آیندہ کانفرنس کے نتیجہ مین جو آئین ہندوستان کیلئے وضع ہوگا کانگریس اس سے تعاون نہین کریگی۔ اور گاندھی جی عدم ادائیگی مالیہ کی تحریک از سرِ نو جاری کردینگے۔ اور بہت ممکن ہے کہ حکومت کی مشینری بڑی حد تک معطل ہو جاوے برطانوی نظام شکست ہونے کے بعد اگر کسی جماعت کے متعلق گمان ہو سکتا ہے کہ وہ حکومت سنبھال لیگی تو وہ کانگریس ہے۔ ایسی صورت مین آیندہ حکومت کی ذمہ داری مین مسلمانون کا حصہ کم ہوگا۔ کیونکہ وہ واقعتاً غیر منظم ہین اور زمانہ کی رفتار سے غافل ہین۔ اس صورت کا تصور بھی میرے لئے بڑی پریشانی کا سبب ہے ہندوستان کی وہ آزادی جس مین فیصلہ کن آواز اسلام کی نہو میرے نزدیک موجودہ غلامی سے ہزار گونہ بدتر ہے۔

قومی انتشار جس قوم کے افراد ایک لڑی مین منسلک نہ ہون اس کا وقار بمنزلہ صفر کے

ہوتا ہے شارع علیہ السلام نے اس خصوصیت کو جس قدر اہم اور ضروری سمجھا ہے وہ متعلقہ کتب کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے فلسفہ اسلام کا اگر سطحی مطالعہ بھی کیا جاوے تو یہ نہایت آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا کے اس برگزیدہ بندہ نے اسلام کی نبیاد ہی تنظیم کے اوپر رکھی تھی۔ نماز پنجگانہ، نماز جمعہ، نماز عیدین، اور بالآخر حج ان تمام احکامات مین ایک ہی روح کارفرما ہے۔ دنیا کے دوسرے مذاہب کی تعلیم تمہارے سامنے ہے۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ انسانیت کی تنظیم کے لئے کوئی اور ہادی ہے جسکی تعلیم ایسی مکمل اور ایسی صاف ہو۔

پھر کیا یہ ماتم کے قابل نہین ہے کہ تنظیم امت کی یاد دہانی کیلئے ہم مسلمانونکے سامنے غیر مسلمون کی مثالین پیش کرین۔ ہندوستان مین سلطنت اسلامیہ کے انہدام کے بعد بیسوین صدی کے اوائل تک مسلمانون مین کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو جمہور کی ترجمان سمجھی جا سکتی ہو۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ اس وقت تک کہ ۱۹۳۲ء ہے حقیقی معنون مین مسلمانون کی کوئی نمائندہ جماعت نہین۔ جو تھوڑی سی بہت جماعتین کام کر رہی ہین ان کا عدم اور وجود میرے نزدیک برابر ہے کیونکہ جس وقت تک تمام حالات کو مدنظر رکھکر ایک معقول لائحہ عمل سامنے نہ ہو۔ اس وقت تک اس سلسلہ مین کام کرنا ایک حیثیت سے تضیع اوقات ہے کیونکہ ایسی تحریکون کو مداومت حاصل نہین ہو سکتی اور جس وقت تک

ایسا نہ ہو ٹھوس اور مستقل کام جس کی قوم کو اس وقت ضرورت ہے نہیں ہو سکتا۔ اس
افسوسناک حالت کا نتیجہ وہ قومی انتشار ہے جس نے ہماری ملی ہستی کو خطرہ میں ڈالدیا ہے
اخبارات میں ہم روز مرہ دیکھتے ہیں کہ فلاں جگہ ایک مسلمان غربت کی وجہ سے کنوئیں میں
گر گیا۔ فلاں جگہ ناداری کے سبب سے ایک مسلمان نے خودکشی کر لی عورتیں بچوں کو لیکر
کوؤں میں گر پڑتی ہیں۔ کیونکہ ان سے فاقوں اور بچوں کی بھوک کو زیادہ برداشت نہیں
کیا جاتا برسات میں سیلاب آتے ہیں مشرقی بنگال وغیرہ میں مسلمانوں کے گاؤں کے
گاؤں بہہ جاتے ہیں۔ اور جو مسلمان بچ رہتے ہیں وہ لاوارث رہ جاتے ہیں قحط
پڑتا ہے مجبور ہو کر اپنے بچوں تک کو فروخت کر دیتے ہیں ہندو مسلم فسادات کے بعد
مسلمانوں کی جو افسوسناک حالت ہوتی ہے اس کا اظہار کرنا تحصیل حاصل ہے الغرض
جو مسلمان کسی وجہ سے دفعتہً ضرورت مند ہو جاویں یا جو خاندان آفات ارضی وسماوی
سے لاوارث ہو جاویں ان کا ملجا و ماوی اس ملک میں کوئی نہیں ملک کی کوئی جماعت
ایسی نہیں ہے جو ان مظلوموں کی ذمہ داری اپنے اوپر لے سکے اور ان افسوسناک حالات
کا جو اس عظیم الشان براعظم میں شب و روز پیش آتے رہتے ہیں۔ صرف ایک ہی نتیجہ
عموماً ہوتا ہے یا تو یہ بدبخت لوگ فقیروں کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں ورنہ مرتد ہو جاتے
ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ملک کی سیاسیات میں ان کی جو رفتار ہے اسکو سمجھنے کیلئے

پہلے ان خاص جماعتون کا ذکر کردینا ضروری ہے جو بہرحال اپنے آپ کو تمام مسلمانونکا یا کسی مخصوص جماعت یا فرقہ کا نمایندہ کہتی ہین۔ مسلم لیگ سب سے زیادہ مقتدر اسلامی جماعت ہے جسکی روح رواں اسلامیان ہند کا مایۂ ناز رہنما محمد علی جناح ہے۔ مجھے بڑا رنج اس کا ہے کہ اس مین زندگی کے وہ آثار نہین جو ایسی بڑی جماعتون مین ہونے چاہئیین۔ اور جس کی اس وقت مسلمانون کو شدید ضرورت ہے۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس دوسری بڑی اسلامی جماعت ہے بلکہ مین یہ کہون گا کہ مسلم لیگ کی یہ ایک ماتحت جماعت ہے جو اس کے جمود کے اثر کو دور کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس کا نظام ابھی صرف ممالک متحدہ آگرہ و اودھ مین قائم ہوا ہے۔ اور اس مین توسیع کی ضرورت ہے۔ اس کے ارباب بست و کشاد سے مین با ادب یہ گذارش کرونگا کہ وہ یہ ضرور دیکھین کہ ان کی قراردادون کو عملی تشکیل دیجاتی ہے یا نہین۔ خلافت کمیٹی اس سرفروش جماعت کی یاد دلاتی ہے جسنے ۱۹۲۱ء مین علی برادران کی رہنمائی مین مسلمانون کو بیدار کرنے مین بہت بڑا حصہ لیا تھا اس کا سرمایہ سخت بدتمیزی سے تباہ کیا گیا اور اسکے علاوہ ترکی وغیرہ مین واقعات مابعد کے ردعمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ یہ نظام عوام کی نگاہ مین نہ صرف غیر مفید بلکہ غیر ضروری ہوگیا۔ مین چاہتا ہون کہ مولانا شوکت علی اس کو آل انڈیا مسلم کانفرنس مین ملادین۔

---

[۱] - آپ آجکل انگلستان مین ہین۔ اور آپکی غیر حاضری مین لیگ کی قیادت غیر معروف ہاتھون مین ہے۔

جمعیت العلماء دہلی شمالی ہندوستان کے بعض علماء کی یہ ایک جماعت ہے جسکا م کے یہ لوگ اہل تھے اور جن امور میں عوام کو ان کی رہنمائی کی ضرورت تھی ان مین یہ لوگ قطعاً دلچسپی نہین لیتے برخلاف اس کے سیاسیات مین دخل دیتے پھرتے ہین۔ اسکے مقابلہ مین ایک جمعیۃ العلماء یو پی مین قائم ہوئی ہے۔ ایک جماعت کے اراکین دوسری جماعت کے اراکین پر نہایت ہولناک الزامات لگاتے ہین اور یہ تمام تماشے اخبارات کے صفحات پر آتے ہین جنھین لاکھون انسان پڑھتے ہین۔ کس قدر افسوس اور غیرت کا مقام ہو ایک نوزائیدہ جماعت قوم پرست مسلمانون کی ہے مین اس کا ہرگز ذکر بھی نہ کرتا اگر اس مین مسلمانون کی بدقسمتی سے مسلمانون کا مایہ صد ہزار ناز رہنما ابو الکلام آزاد شامل نہوتا اس بطل حریت کے اس جماعت مین ہوتے ہوے مجھے اس پر تنقید کی جرات بھی مشکل سے ہوتی ہے۔ اور مین صرف یہ کہکر ختم کرتا ہون کہ یہ جماعت صرف مخلوط انتخاب کے پروپیگنڈے کے لئے کانگریس کی تائید وحمایت سے بزرگوں کا رائی ہے اور حقیقی معنون مین وہ کسی جماعت کی صحیح ترجمان نہین۔ رہا امام الہند کا اپنا نظریہ اس پر مین بھی ایمان رکھتا ہون۔ اس تذکرہ سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ مسلمانون کی کوئی جماعت ایسی نہین ہے جو اپنے آپ کو تمام مسلمانان ہند کی نمائندہ کہہ سکے خاص کر اس لئے کہ ان مین سے کسی جماعت کی شاخین ملک کے تمام حصہ مین پھیلی ہوئی نہین ہین۔ لاہور

کانگریس سے بیشتر مولانا محمد علی وغیرہ نے مسٹر گاندھی سے کہا کہ وہ کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے ہندو مسلم مسئلہ کا تصفیہ کرین کیونکہ بغیر اس کے ملک کے آیندہ جہاد حریت مین مسلمان حصہ نہین لین گے۔ لیکن مولانائے مرحوم کی اس خواہش کی تعمیل نہین کی گئی۔ اور کانگریس نے نہرو رپورٹ کو زائد المیعاد قرار دیکر کامل خود مختاری اپنا نصب العین قرار دیا۔ اپنے نصب العین کی تبدیلی سے کانگریس کے ارباب بست وکشاد کا منشا یہ تھا کہ مسلمانون کی اس جماعت کو اطمینان دلا دیا جاوے جو تحریک کے شروع ہونے سے پہلے ہندو مسلم مسئلہ کا تصفیہ چاہتی تھی۔ لیکن مسلمانون نے اسے عیاری سے زیادہ وقعت نہین دی۔ اپریل ۱۹۳۰ء مین کانگریس کی تحریک مقاومت مجہول کا آغاز شروع ہوا مسلمانون کی مختلف جماعتون نے مختلف اوقات مین مسلسل اور متواتر قرار دادون کے ذریعہ سے مسلمانون کو اس تحریک سے الگ رہنے کی ہدایت کی بیشتر مسلم اخبارات نے بھی یہی رویہ اختیار کیا لیکن تھوڑی یا بہت ایک جماعت ایسی بھی ضرور تھی جو کانگریس مین شامل تھی اور اس مین ابوالکلام جیسا بے نظیر انسان بھی تھا۔ وہ لوگ جو حقیقت پر نظر رکھتے ہین، سوچتے تھے کہ جس ادارہ مین ابوالکلام شامل ہون اس مین شرکت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہو جاتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانون کا بیشتر طبقہ کانگریس سے اس درجہ بدگمان ہے بہر حال اسلام کے ساتھ ہندوؤن کی مسلمہ دشمنی مسلمانون کے بحیثیت مجموعی

کانگریس کی تحریک مین عدم شرکت کا سبب ہوئی لیکن چونکہ مسلمانون کی تمام ملک کے لئے
ایسی منظم اور نمائندہ جماعت نہ تھی جس پر عوام کو پورا پورا بھروسہ ہو اس لئے اس تحریک
مین بھی مسلمانون کا رویہ ہر جگہ یکسان نہیں رہا۔ مسلمان رہنما برابر یہ کہتے رہے کہ مسلمان
بالکل شریک نہیں ہوئے کانگریس کے لوگ کہتے رہے کہ ۰۰۰ قیدیون مین سے
۱۴۰۰۰ مسلمان تھے اور یہ ثبوت ہے ان کی شرکت کا گورنمنٹ کہتی ہے کہ مسلمانون نے بحیثیت
مجموعی اس تحریک مین حصہ نہیں لیا۔ گورنمنٹ کا نظریہ بالکل درست تھا لیکن مسلمانون کی
اس رفتار سے گورنمنٹ کو یہ اندازہ ضرور ہو گیا کہ مسلمانون کا کوئی مرکزی نظام نہیں جسکے
احکام کی تعمیل یہان کی ساری اسلامی آبادی ضروری سمجھے۔ یہی اثر ہندوؤن پر
پڑا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بحیثیت ایک قوم کے مسلمانون کے دو قارین ہی آگئی بالائی حلقون
مین یہ تذکرے ہونے لگے کہ ہندوؤن کی شورش کو مسلمانون کی امداد سے دبایا جا سکتا ہے
یا نہیں۔ کیونکہ موخر الذکر قوم کی کوئی متفقہ پالیسی نہیں اور ہندو خیال کرنے لگے کہ ممکن ہے کہ
ہم تنہا برطانیہ پر اتنا زور ڈال دین کہ وہ ہمارے مطالبات ماننے پر مجبور ہو جاوے۔
جہاد حریت مین خواہ مسلمان شریک ہون یا نہون لیکن ایک جماعت کا جس کی تعداد کم و بیش
آٹھ کروڑ ہے بہت زیادہ اثر ہونا چاہیے تھا لیکن افسوس ہے کہ ہوا قدم
نہیں۔

اخلاقی تنزل جو قوم غلام ہو، جس کا کوئی مرکزی نظام نہ ہو، جس کی تعلیم نہایت ناقص ا
جو ناداری کی انتہا کو پہونچ چکی ہو، اس مین اخلاقی تنزل اگر نہ
تو تعجب ہے ۱۹۲۰ء مین خلافت کمیٹی نے جس عزم اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا اس نے
عام مسلمانون پر بڑا اثر کیا اگر اس نظام کو مداومت کی شکل دیدیجاتی اور
اس کا لائحہ عمل تنظیم قرار پاجاتا تو بڑے مفید نتائج کا اظہار ہوتا لیکن خلافت فنڈ کا سرمایہ
قابل اعتراض طریقے سے صرف ہوا۔ اگرچہ جن حضرات نے اس سلسلہ مین بدعنوانیان کین و
ہر طریقہ سے ملامت کے قابل تھے، لیکن جن طریقون سے اعتراضات کئے گئے ا
اس سلسلہ مین جو جو فضیحتے ہوئے، وہ سخت قابل شرم، قومی خودداری کے سخت منافی او
نتائج کے لحاظ سے بے انتہا مضر ثابت ہوئے۔ مناسب صورت یہ تھی کہ جس وقت
اس بدعنوانی کا علم ارکین کو ہوا تھا فوراً اس کی تفتیش کی جاتی۔ اور مسئلہ کو معقول طریقہ سے
ختم کرنے کے لئے ضروری کارروائی کی جاتی۔ جو شخص یا جو اشخاص اس شرارت کے
ذمہ دار ثابت ہوتے ان کو جمعیت سے الگ کردیا جاتا۔ تاکہ بعد کے خوفناک نتائج ر
نہ آتے موجودہ تحریک کے دوران مین مختلف اصحاب کا مسلمانون کے رویہ کے بارے
مین مختلف خیال رہا ہے۔ بعض رہنماؤن کے نزدیک بہرصورت کانگریس کیساتھ شریک
ہو جانا ضروری تھا بعض کے نزدیک تصفیۂ حقوق کے بعد مسلمانون کو جہاد حریت مین

شریک ہو جانا چاہیے تھا۔ اور ایک گروہ ایسے لوگون کا بھی تھا جو کسی صورت مین ہندوؤن کے ساتھ موالات کو مناسب نہین سمجھتا تھا ہر جماعت کو یہ حق ہوسکتا ہے کہ ایک مسئلہ کے بارے مین اگر وہ دیانتاً دوسری جماعت سے اختلاف رکھتی ہو تو اسکا اظہار کرے لیکن مین نے اکثر دیکھا اور اخبارون مین بھی مجھے پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ ایک فریق اگر اپنے مخالفین کے اوپر گورنمنٹ سے روپیہ لینے کا الزام لگاتا تھا تو دوسرا فریق اپنے مخالف کو کانگریس کا نمک خوار بتاتا تھا اخلاقی گراوٹ کا اس سے بدتر مظاہرہ کیا ہو سکتا ہے۔ مراد آباد مین مسلمانون کے ایک جلسہ مین تقریر کرتے ہوے مسٹر تصدق احمد خان شروانی نے فرمایا کہ "مخلوط انتخابات منظور کر لئے جا دین ورنہ کانپور جیسے واقعات کا ہر جگہ اعادہ ہو گا۔" اگر ڈاکٹر مونجے ایسا کہتا تو بات معقول معلوم ہوتی لیکن قومی بے غیرتی کا ایسا شرمناک مظاہرہ تھا کہ اس کا جواب نہین ہو سکتا۔

جب اچھے خاصے تعلیمیافتہ آدمیون کی یہ کیفیت ہو تو جہلا جس حد تک غلامانہ ذہنیت کے شکار ہون قابل معافی ہین۔ خان عبدالغفار خان کی میرے دل مین بڑی وقعت ہے۔ اس لئے کہ سرحد کے پٹھانون کو منظم کرنے کا کام انھون نے کامیاب طریقہ سے شروع کیا ہے۔ لیکن بعض انکی تقریرین اخبارون مین دیکھکر ذرا تکلیف ہوئی۔ مثلاً انھون نے ایک جگہ فرمایا کہ "مین تو ہندو حکومت کے ماتحت رہنے کیلئے بالکل تیار ہون"۔ افسوس ہے کہ ایسا ذمہ دار آدمی ایسی لچر بات کہتا ہے لیکن

یہ تمام امور اس وجہ سے ہین کہ ہمارا اپنا کوئی نظام نہین ورنہ مسلمان عمائدین کو ہندؤنکو خوش کرنے کے لئے ہر جگہ اس طریقہ سے اپنی اخلاقی کمزوری کا اظہار نہ کرنا پڑتا۔

تنظیم کی موجودہ صورت مسلمان رہنماؤن نے خیال کیا کہ ہندوؤن کو تو کانگریس اور مہا سبھا نے خوب منظم کر دیا ہے اس لئے مسلمانون مین بھی بیداری پیدا کرنے کے لئے کوئی تحریک ہونی چاہئے تنظیم کا اسی طریقہ سے آغاز ہوا۔ اور اس نے شکل یہ اختیار کی کہ بہت سے مسلمان اکٹھے ہو کر صبح کی نماز سے پیشتر مختلف محلون کا دورہ کرتے تھے اور لوگون کو نماز کی ترغیب دیتے تھے اس خاص مسئلہ سے تو مجھے اس وقت بحث نہین لیکن مین اس حرکت کو حماقت اور تضیع اوقات سمجھتا ہون۔

اگر ایک رضا کار اس خاص کام کے لئے متعین کر دیا جائے تو میرے نزدیک یہ انبوہ دوسرا مفید کام کر سکتا تھا۔ لیکن کہا اس سے جاوے جس مین سمجھنے کی اہلیت ہو۔ کچھ عرصہ ہوا بابا خلیل داس بنارس سے لکھنؤ آئے تھے اور ایک جلسہ مین تقریر کرتے ہوئے انھون نے فخریہ یہ کہا کہ "مین نے بنارس مین ۰ ۶ ہزار رضا کار بھرتی کر لئے ہین" جب مجھے معلوم ہوا کہ ان سب کا کام مسلمانون کو نماز کی ترغیب دینا ہے تو مجھے اس کے یقین کرنے مین تامل ہوا۔ نپولین نے ۶۰ ہزار سے کم آدمی لیکر آدھی یورپ فتح کر لیا تھا۔

لیکن بابا خلیل داس کے ۰۰ ہزار والنٹیر پتہ نہین اس وقت کہان تھے جب کاشی کے
پنڈے وہان مسلمانون پر زیادتیان کر رہے تھے جب رہنمائی انکے ہاتھ مین موجود واقعتہً
اس کے اہل نہین تو بہتر نتائج کی امید رکھنا حماقت ہے بہرحال یہ چیخ وپکار بھی اب
عرصہ سے سنائی نہین دیتی۔ شاید مسلمان بالکل منظم ہو چکے ہین اس لئے مزید کد وکاوش
کی کیا ضرورت ہے۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے اس سلسلہ مین کچھ مفید اور باقاعدہ کام کرنا چاہا تھا
لیکن کچھ عرصہ کے بعد اور تحریکون کی طرح وہ بھی ختم ہو گیا۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس بیشک
اس طرف متوجہ ہے۔ لیکن اگر مین نے صحیح اندازہ کیا ہے تو اس کے بانیون کا خاص منشا
یہ ہے کہ وہ اسلامی مطالبات جو بالاتفاق منظور ہو چکے ہین متواتر ہر شہر اور ضلع کے
مسلمانون کے سامنے پیش ہون تاکہ عوام کی اخلاقی امداد ان کی پشت پر ہو ورنہ شاید
تعمیری کام کرنا وہ لوگ ابھی ضروری نہین سمجھتے اس لئے مین بلاخوف تردید کہہ سکتا ہون
کہ جس چیز کا نام تنظیم ہے اس کی طرف ابھی کسی کی توجہ نہین۔

ذمہ دار رہنما ہین کی یا پس کن تقریرین عوام معذور ہین کہ وہ اپنی جہالت کے سبب سے
واقعات کو اصلی حالت مین نہین دیکھ سکتے اور
اس بات کے منتظر رہتے ہین کہ ان کے رہنما ان کو واقعات سمجھا دین پھر یہ کس قدر
رنج اور مایوسی کا مقام ہے کہ انکے رہنما انکو حالات کا صحیح اندازہ کرا سکین اگر مجھے صحیح یاد ہے تو

۲۰ ،۲۱ اور ۲۲ ، اکتوبر ۱۹۳۵ء کو لکھنؤ کے گنگا پرشاد میموریل ہال مین علماء یوپی کی کانفرنس ہوئی تھی منجملہ اور اصحاب کے اس مین مسٹر محمد حسین، نواب اسمٰعیل خان، اور مسٹر علی ظہیر بھی تھے اشتہار سے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ کم از کم یوپی، کے مسلمانون کی تنظیم کے لئے لائحہ عمل مرتب کرینگے۔ صدر صاحب کی تقریر ہوئی جس کا بیشتر حصہ ایسی باتون پر مشتمل تھا جو حاضرین کے سامنے بالکل نہ آتین تو اچھا تھا۔ مثلاً انھون نے یہ کہا کہ "ہم ہی لوگ تھے جنھون نے گاندھی جی کو اتنا بڑا بنا دیا اور یہ ہماری ہی سرفروشیان تھین جنھون نے کانگریس کے تن مردہ مین جان ڈالدی" اگر بالفرض اس بیان کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے فائدہ کیا ہے جو واقعات موجود ہین ان سے بحث کرنی چاہئے۔ گاندھی بیشک اس وقت ایک بڑا انسان ہے اور ہمارے اس اعتراض سے یا ہماری خواہش سے اس کی عظمت مین فرق نہین آسکتا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تم مین اس وقت کوئی شخص ایسا نہین جو اس سے کوئی نسبت بھی رکھتا ہو۔ اگر تم اپنی کوششون سے معمولی رہنماؤن کو گاندھی جیسا بنا سکتے ہو تو دو ایک مسلمانون کو بھی ویسا ہی کرلو۔ تاکہ تم ان پر فخر کرسکو۔ ایسے ہی اگر کانگریس کے تن مردہ مین تمھاری سرفروشی نے جان ڈالدی تو خدارا ایسا ہی اسلامی ادارون کے ساتھ کرو تاکہ یہ روز روز کا رونا نہ رہے۔ مگر مین تو جانتا ہون کہ مسلمان ایسی خالی خولی تعلی کی باتین خوب کرتے ہین۔ پھر جمعیت العلماء دہلی کے اراکین پر توجہ ہوئی اور صدر صاحب نے

کہا کہ یہی ہاتھ تھے جنھون نے اس جمعیت کی نیاو ڈالی اور یہی کلپھرٹے تھے جنھون نے ان لوگونکو موجودہ شہرت پر پہونچایا۔ غرض اس قسم کی واہیات کے بعد وہ اصل مسئلہ پر آگئے اور یہ تو مجھے اس وقت صحیح یاد رہا نہین کہ قرار دادین کیا کیا منظور ہوئین۔ لیکن ان کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ اس ملک مین پھر ہم کو خدمت خلق کا موقع ملیگا یعنی اس ملک کی بادشاہت کا ہمین پھر موقع فطرت کی طرف سے دیا جائیگا سبحان اللہ۔ اب مجھے آپ یہ بتائیے کہ اس تمام تماشہ کا نتیجہ کیا ہوا۔ افسوس، جو لوگ غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر مجمعون مین قراردادین منظور کرا لیتے ہین وہ ان کے نتائج پر غور کرنے کی تکلیف گوارا نہین کرتے آپ نے ایک قرار داد منظور کی کہ چونکہ طرابلس کے مسلمانون پر اٹلی والے مظالم کر رہے ہین اس لئے اس کے مال کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ اس دہمکی کو عملی شکل کیسے دینگے۔ آپ کا کوئی مرکزی نظام ایسا نہین جس کی شاخین ملک کے اطراف و جوار مین پھیلی ہون۔ اور جب ایسا نہین ہے تو ظاہر ہے کہ آپ کی دہمکی محض لایعنی ہے۔ یعنی آپ ایک ایسی دہمکی دیتے ہین جس کے اوپر آپ کسی صورت مین بھی عمل نہین کر سکتے۔ اس کا صرف ایک ہی نتیجہ ہو سکتا ہے کہ متعلقہ دول کو علم ہو جائیگا کہ خالی باتون سے آگے ان لوگون مین جانے کی اہلیت نہین اور ظاہر ہے کہ اس سے ہمارے وقار مین بہت فرق آ سکتا ہے۔ وہ بات ہم کیون کہین جس کے کرنے کی ہم میں طاقت نہین۔ فلسطین کے بارے

ہین جو قراردادین ہندوستان کے مختلف شہرون مین منظور ہوئی ہین ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ برطانوی سیاست کو ابھی تک نہین سمجھتے جب مسلمان کہتے ہین کہ فلسطین مین "وطن الیہود" کی تحریک سے دست برداری اختیار کر لو تو انگریزی مدبرین کانون ہاتھ رکھتے ہین کہ ہم ایسا نہین کر سکتے۔ کیونکہ ہم تمام دنیا کے سامنے یہودیون سے یہ وعدہ کر چکے ہین۔ اعلان بالفور اب واپس نہین لیا جا سکتا۔ لیکن مسلمان اطمینان رکھین کہ عربون کے حقوق پر دست اندازی نہین ہوگی۔ لیکن بقول ایک انگریز مدبر کے کہ "مشرق وسطیٰ مین برطانوی پالیسی کے لئے فلسطین مین مسئلہ یہود ضروری تھا اور اگر یہ نہ بھی ہوتا تو ہماری مصلحت کا تقاضا تھا کہ یہ مسئلہ پیدا کیا جائے"۔ آپ سمجھے۔ اس صورت حالات مین صرف اس وقت ترمیم ممکن تھی جب مسلمان منظم ہوتے ان کا شیرازہ منتشر نہ ہوتا۔ اور برطانیہ کو معلوم ہو جاتا کہ وہ سنجیدگی سے اس قصہ کو ختم کرنے کا تہیہ کئے ہوے ہین۔ اگر ایک مجمع قرارداد پاس کرنے کا مطلب یہ سمجھتا ہے کہ وہ کام ہو گیا تو اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے

معیار تعلیم

ہندوستان مین مسلمانون کے تعلیمی ادارون کو چار قسمون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے حکومت کے مختلف شعبہ جات مین ملازمت کیلئے سرکاری یونیورسٹیون اور مدارس کی ضرورت تھی۔ اس لئے علی گڈھ کی عظیم الشان مسلم یونیورسٹی اور دوسرے سرکاری اور نیم سرکاری ادارے ہین۔ مسلمانون کی مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند دیگر

عربی مدارس ہین۔ مجھے افسوس ہے کہ ان مین زمانہ حاضرہ کی ضروریات کا بالکل لحاظ نہین رکھا جاتا اور اگرچہ بہرصورت عدم سے تو انکا وجود بہتر ہی ہے لیکن سائنس و دیگر علوم مغربی کی طرف سے ان کے استغناء کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہان کے فارغ التحصیل طلباء بحیثیت مجموعی ملک و قوم کے لئے زیادہ مفید نہین ہوتے۔ مولانا شبلی مرحوم نے اس کمی کو محسوس کرکے دارالعلوم ندوہ لکھنؤ کی نبیاد ڈالی تھی۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ یہان کے تعلیمیافتہ نوجوان عربی مدارس کے طلباء کے مقابلہ مین زیادہ وسیع النظر اور زیادہ مفید ہوتے ہین علیگڈھ یونیورسٹی کا مسلمانان ہند کی تعلیم مین جو حصہ رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور ملک کے مختلف صیغہ جات مین باوجود ہندوؤن کے تعصب کے جو اسلامی عنصر دکھائی دیتا ہے وہ اسی درسگاہ کی بدولت ہے۔ اس حیثیت سے اس کے مفید ہونے مین ایک لمحہ بھی کلام نہین ہوسکتا۔ دارالعلوم دیوبند وغیرہ اور دارالعلوم ندوہ بھی اپنی اپنی جگہ بہرصورت مفید ہین۔ لیکن اس وقت مسلمانون کو جس تعلیم کی ضرورت تھی وہ جامعہ ملیہ دہلی مین حاصل ہوسکتی ہے۔ محمد علی اور اجمل خان جیسے مایۂ ناز فرزندان اسلام اس کے بانی تھے۔ مین یقین کرتا ہون کہ احیاء ملت کے سلسلہ مین اس درسگاہ کے طلبا پیش پیش رہین گے۔ میری آرزو ہے اور میری دعا ہے کہ یہ مفید علمی ادارہ بہت جلد مستقل بنیادون پر کھڑا ہوجاوے۔

علماء کی غلط فہمی

مین عالم اس کو سمجھتا ہون جو ہر حیثیت سے اعلیٰ درجہ کا تعلیمیافتہ ہو اور حقیقت یہ ہے کہ اس وقت صرف یہی معیار اسلام کو تباہی سے بچا سکتا ہے عربی مدارس کے تعلیم یافتہ حضرات بیشک ایک حیثیت سے پڑھے لکھے کہے جا سکتے ہین اور اسلام کی مذہبی کتابین چونکہ قریب قریب تمام عربی مین ہین اور خود عربی کو مذہب اسلام کے ساتھ جو تعلق ہے اس کا لحاظ کرتے ہوے ایسے تعلیم یافتہ حضرات کو بیشک سوسائٹی مین معزز جگہ دینی چاہیئے بس لیکن انکو عالم نہین کہا جا سکتا۔ علوم مغربیہ سے عدم واقفیت کی وجہ سے وہ موجودہ زمانہ مین اسلام کی وہ خدمات نہین کر سکتے جن کی اس وقت اس کو ضرورت ہے۔ جو شخص علوم مغربی و مشرقی کا استاد ہو اور سمجھتا ہو کہ اسلام اس وقت کن مشکلات مین مبتلا ہے۔ اور اس مین سے اس کو نکالنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے ایسے مین عالم سمجھتا ہون اور صرف اس کو حق ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسا سمجھے۔ آجکل ہر شخص کتب درسیہ پڑھکر اور قبہ وجبہ زیب بدن کرنے کے بعد یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ عالم ہے اور رسول اللہ صلعم نے جہان جہان علماء کا ذکر کیا ہے وہ سب اسی کیلئے ہے اور اس لئے مسلمانون کی رہنمائی اسکا حق ہے اور تمام مسلمانون کا یہ فرض ہے کہ اس کے احکام کی اور اس کی ہدایات کی بلاچون وچرا تعمیل کرین۔ جو لوگ انگریزی تعلیم یافتہ ہین اور بحیثیت مجموعی قوم کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوے ہین۔ وہ اس حق کو تسلیم نہین کرتے ان کے دل مین ایسے حضرات کی

وقعت نہین رہتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ عربی مدارس کے تعلیم یافتہ لوگ ایسے باخبر اور ذی ہوش نہین ہو سکتے جیسے کہ انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب عموماً ہوتے ہین اسلئے ان کو اپنی برتری کا احساس ہوتا ہے اور ان کی کسی بات کو ماننا وہ قطعاً غیر ضروری سمجھتے ہین۔

عوام مین تعلیم کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ ایسے مولویون کا اثر رفتہ رفتہ جاتا رہے گا۔ اس لئے جو کچھ بھی ان کی حیثیت ابتک باقی ہے اسے برقرار رکھنے کے لئے ان کو اپنی روش مین عظیم الشان تبدیلی کرنی پڑیگی ورنہ انکا موجودہ جمود اگر بدستور رہا اور یہ اسی خوش فہمی میں مبتلا رہے تو ان کو زمانہ کی رفتار خود مٹادیگی۔

عوام کا مغالطہ

ایک قوم کی آزادی کا چھنجانا خدا کی طرف سے اس کی سب سے بڑی سزا ہے۔ غلامی کی حالت مین اس کے تمام قومی خصائل رفتہ رفتہ مٹ جاتے ہین۔ مسلمانان ہند بھی اس کلیہ سے محفوظ نہین رہے۔ ان کی ناداری اور جہالت نے بہت جلد ان کو قعر ذلت میں ڈالدیا۔ ایک جماعت اگر اپنی تمام کمزوریون سے واقف ہو تو اس سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ زمانہ کے واقعات بھی اگر اس کیساتھ مساعدت کرین تو مناسب وقت پر وہ سنبھل سکتی ہے۔ لیکن برخلاف اس کے اس قوم کا حال سخت تشویش کا سبب ہو سکتا ہے جو نہایت سختی کے ساتھ اپنی صحیح حالت دیکھنے سے

انکار کردے۔ ایسی جماعت جلد یا بدیر غیر قابل تلافی نقصان اٹھا سکتی ہے کیونکہ ان حالات کے
ہوتے ہوئے بجز اس کے دوسرا نتیجہ ہو ہی نہین سکتا۔ مسلمانان ہند کی جماعت ایسی
ہی ہے۔ قوم مجموعہ ہوتی ہے افراد کا اور اگر لاتعداد افراد کی مسلسل کارروائیوں کو دیکھنے
کے بعد ایک رائے قائم کی جاوے تو بیشک اسے تمام قوم سے منسوب کیا جا سکتا ہے
مسلمانون مین سب سے زیادہ خوفناک غلط فہمی یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہین کہ وہ ہندوؤن سے
زیادہ طاقتور ہین اور ان کو وہ پست کر سکتے ہین۔ مین تسلیم کرتا ہون کہ مسلمانون مین عسکریت
کی روح زیادہ ہے۔ اور اگر ان کو سکون اور اطمینان نصیب ہوتی وہ غیر مسلمون کو غالب
نہین رہنے دینگے۔ لیکن سوال تو موجودہ حالت کا ہے بحیثیت مجموعی ناداری و قرضہ وغیرہ
نے ان کے قویٰ کو مضمحل کر دیا ہے اور اس کا پورا پورا اثر ان کی قومی زندگی کے ہر شعبہ پر
ہے۔ اگر میرا اندازہ بالکل غلط نہین ہے تو مین یہ کہونگا کہ مسلمانون کی جسمانی حالت بحیثیت
مجموعی کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور اسی تناسب سے ہندوؤن کی حالت یوماً فیوماً
بہتر ہو رہی ہے۔ اول الذکر قوم کی مالی خستگی اسے کہان مہلت دیسکتی ہے کہ وہ اصول
صحت وحفاظت جسمانی وغیرہ کا لحاظ رکھے اور اس حالت کے جو کچھ نتائج ہو سکتے ہین
وہ روزمرہ مشاہدہ مین آتے رہتے ہین چنانچہ ہندو مسلم فسادات مین اب جانی نقصان مسلمانون کا
زیادہ ہوتا ہے۔ مسلمانون مین ایک جماعت کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ ہندوستان مین

کسی خاص ضرورت کے وقت افغانستان کی طاقت کے اوپر بھروسہ کیا جاسکتا ہے. مجھے افسوس ہے کہ مجھے اس سے اتفاق نہین، یہ بیشک ایک واقعہ ہے کہ ایک جگہ کا مسلمان دوسری جگہ کے مسلمان کی اخلاقی و مادی امداد کے اوپر بھروسہ کرسکتا ہے. لیکن موخرالذکر صورت کا جو عملی مظاہرہ پہلے ہوا ہے اس کے بعد اس سلسلہ مین کچھ اور امید رکھنا اپنے آپ کو مغالطہ مین ڈالتا ہے۔ ہندوؤن مین سکھ، راجپوت، گورکھے اور مرہٹے وغیرہ کافی جنگجو فرقے ہین اور جب بیرونی حملون سے ہندوستان کو محفوظ رکھنے کا وقت آئیگا تو وہ اپنی ذمہ داری کو بوجہ احسن پورا کرینگے رنجیت سنگھ کے زمانہ مین اور انکے بعد انکی جانشینون نے سرحد کی معقول حفاظت کرلی تھی اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ ہندوؤن کی طاقت کا صحیح اندازہ ہوجانا بھی مسلمانون کے مستقبل کی درستگی کے لیئے سخت ضروری ہے۔ امان اللہ خان کے زمانہ مین جو حرکتین افغانون نے کین ان کی وجہ سے مین ان کا زیادہ معتقد نہین رہا ہون. ملک کا ہر دشمن ان کو گمراہ کرکے وہان خانہ جنگی برپا کرسکتا ہے اور نہ انکی فوجی طاقت کے بارہ مین ہی کوئی امید افزا رائے قائم کی جاسکتی ہے. اگر ایک معمولی ڈاکو حکومت کے نظام کو الٹ کر مہینون حکمرانی کرسکتا ہے تو اس قوم کی خودداری کے متعلق اور اس کی عسکری طاقت کے بارے مین اچھی رائے کیسے قائم کی جاسکتی ہے، بہرحال میرے نزدیک مسلمانون کا یہ خیال غلط ہے کہ بحالت موجودہ وہ ہندوؤن سے زبردست ہین یا یہ کہ

ہندوسرحد کی حفاظت کرنے مین کامیاب نہین ہونگے۔ ہر قوم کو اپنے تحفظ کے لیے اپنے زور بازو پر بھروسہ رکھنا چاہئیے۔ اور جو اس سبق کو جانتا ہے وہ بالآخر دھوکا نہین کھاتا۔

عام کتابون کا قابل افسوس مضمون

مجھے اکثر وہ کتابین اور رسالے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جو عموماً عوام کے زیر مطالعہ رہتے ہین جن مین سے بیشتر مذہبی امور کے متعلق ہوتے ہین۔ مین سچ کہتا ہون کہ ان کے مضامین نے مجھے ہمیشہ مایوس کیا ہے اور جب مین اس امر پر غور کرتا ہون کہ جاہل عوام پر اس قسم کے مضامین کا کس درجہ افسوسناک اثر ہوتا ہوگا تو مجھے روحانی صدمہ ہوتا ہے جو بد نصیب اس قسم کی کتابین لکھتے ہین ان کا منشا غالباً سوائے کچھ روپیہ پیسہ کمانے کے کچھ نہین ہوتا۔ اور مجھے شک ہے کہ اگر ان کو اس نقصان عظیم کا علم بھی ہو جاوے جو وہ یون نادانستہ کر رہے ہین تو بھی وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئین گے۔ اس کا معقول علاج مین نے آگے لکھا ہے۔ میرا یہ اعتراض بلا استثناء ان تمام کتابون کے متعلق ہے جنکے معتبر ہونے مین ایک معقول اور ذی ہوش آدمی کو جائز وجہ شکایت ہو سکتی ہے۔ مسلمانان ہند کی ۹۵ فیصدی آبادی عوام پر مشتمل ہے۔ ان لوگون کو اگر صرف اسی قسم کا مواد اطلاع کے لئے فراہم ہو تو آپ سمجھ سکتے ہین کہ قوم کی اخلاقی حالت بحیثیت مجموعی کس قدر پست ہو سکتی ہے۔

اور بالآخر اس کا انجام کس قدر ہولناک ہوسکتا ہے۔

ذہنیت کی تباہ حالی عوام کی شرمناک معاشرت

انسان جس ماحول مین ہوتا ہے آہستہ آہستہ اسیکا اثر قبول کرلیتا ہے۔ اسلامی آبادی کا ایک بڑا حصہ سوسائٹی کے ادنی درجہ سے تعلق رکھتا ہے۔ میرے نزدیک اس کے دو خاص اسباب ہین۔ مسلمانون کی عام ناداری مع لوازمات کے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ ہندوؤن مین سے جن جماعتون کو ہم نے اپنے مذہب مین ملایا وہ عموماً نیچ ذات کے ہندو تھے۔ ان کی حالت نہایت قابل رحم اور قابل اصلاح تھی۔ لیکن مسلمانون نے ان کو اپنے مذہب مین داخل کرنے کے بعد ان کی تعلیم و تربیت کی طرف بالکل توجہ نہین کی اور نہ ان کی مادی حالت کی اصلاح کے سلسلہ مین وہ کچھ کرسکے۔ کیونکہ ان غریبون کو اپنی حالت کی اصلاح کی ہی توفیق نہ تھی۔ اس کا نتیجہ وہ حالت ہے جس مین اس وقت مسلمانان ہند کا ایک بڑا طبقہ مبتلا ہے۔ ایک فرد یا ایک جماعت کی جہالت مین اگر عسرت کا بھی اضافہ ہوجاوے تو اس مین سے رفتہ رفتہ وہ تمام خصائل چلے جاتے ہین جن سے ایک انسان کو جانور سے ممیز کیا جاسکتا ہے۔ اپنی حالت کی اصلاح سے وہ مایوس ہوجاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنی اسی حالت مین مطمئن ہوجاتا ہے۔ وہ یہ پسند نہین کرتا کہ اس کا ہمسایہ کسی حالت مین بھی اس سے بہتر ہو جاوے۔ اس سے

یہ امید کرنی کہ وہ اپنی اولاد کو صحیح تعلیم و تربیت دے سکے گا حماقت ہے کسی مسئلہ کے متعلق
اس سے وسیع النظری کی امید رکھنا اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔ اپنی ہنگامی ضروریات کو
پورا کرنے کے لئے ایسا شخص نتائج کا خیال کئے بغیر خوفناک سے خوفناک کام کرنے کو تیار
ہو سکتا ہے خواہ بالآخر اس کا نتیجہ اسکے گھر کی بالکل تباہی ہی کیوں نہ ہو جھوٹ، فریب،
دغا بازی، کم ظرفی، بیغیرتی، بیشرمی غرض دنیا کا کوئی عیب ایسا نہیں جو اس میں نہ ہوتا ہو
اور چونکہ لاتعداد مسلمانوں کی ایسی حالت ہے اس لئے غیر مسلم اسلام کے متعلق اگر یہ رائے
قائم کرلیں کہ ایک جماعت کو اپنے مذہب میں ملانے کے بعد اس کو مہذب اور متمدن
بنانے کے سلسلہ میں وہ کچھ نہیں کرتے تو کیا وہ حق بجانب نہیں ہیں۔ اگرچہ ایسے ذی فہم لوگ بہت
جو اس طرف توجہ نہیں کرتے یا بعض ہنگامی مجبوریوں کی وجہ سے توجہ نہیں کر سکتے۔ تاہم
واقعات کو سامنے رکھنے کے بعد غیر مسلموں کو مطمئن کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دنیا کو حق ہے کہ
وہ موجودہ واقعات کو دیکھکر رائے قائم کرے۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ مسلمانان ہند کی
پستی کے حقیقی اسباب کیا ہیں اور جب ہماری طرف سے ان پر معقول طریقے سے روشنی
ڈالی جاوے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے آپ رائے نہ قائم کرلیں۔ اس تمام قصہ کا یہ پہلو
سب سے زیادہ المناک ہے۔ جو نظام ہر حیثیت سے دنیا کے لئے مشعل ہدایت ہو سکتا
تھا۔ وہ خود اپنے معتقدین کی ناوانستہ تائید اور قابل صد افسوس غفلت سے ایک حد تک

بدنام ہو چکا ہے۔ اس وقت میرے سامنے چار فقیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ چاروں مسلمان ہیں۔ ایک شخص آئے اور اپنی جیب سے ۱/۲ ۳ پیسے انھوں نے نکالکر ان کو دئیے اور کہا کہ آپس میں بانٹ لینا۔ تقسیم کے وقت میں نے غور کیا کہ ۲، ۲، ۱ اور ۳، ۳، ۲ کوڑی کے اوپر دیر تک ان میں بحث ہوتی رہی۔ اور ایک دوسرے کو سخت گالیاں دیتے رہے۔ یہ تو ایک مثال ہے میرا خیال ہے کہ ملک میں کم و بیش ۵۰ لاکھ ایسے افراد ہونگے۔ اب آپ غور کیجئے کہ یہ بڑی جماعت کسی کام کی ہے۔ مجھے ان کو انسان سمجھنے میں بھی تامل ہے۔ اس کی ذمہ داری کس کے اوپر ہے۔ اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ مذہب اس تذلیل کا ذمہ دار ہے تو خدا کی قسم میں آج اس سے اپنا تعلق قطع کر لوں لیکن میں جانتا ہوں کہ اسلام کے مقدس بانی کی تعلیم کا منشا یہ نہ تھا۔ وہ انسانیت کے لئے ایک رحمت تھا۔ اور اس برگزیدہ انسان سے ایسی بات منسوب کرنا بھی ایک خوفناک جراءت ہے۔ ہاں، اس جماعت کو اگر سیدھے راستہ پر ڈالا جاتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اسلام کیلئے وہ ایک مفید جماعت نہ ہوتی بتائیے اسکا ذمہ دار کون ہے سنئیے رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے مسلمان تعلیمیافتہ لوگوں کی وہ بدبخت جماعت جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کا جانشین سمجھتی ہے۔ وہ جماعت جو شب و روز پلاؤ اور قورمہ اپنے معتقدین کا خون چوس کر نگلتی ہے اور ان کی آنکھیں یہ دیکھنا پسند کرتی ہیں کہ سڑک کے دونوں طرف مسلمان افراد بھیک کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ عاقبت نااندیش

جماعت جو اپنا اثر ڈال کر اپنی کوشش سے ان کی بہتری کی صورت پیدا کر سکتی تھی لیکن با اثر شخصیتوں کو ناراض کرنے کے خوف سے اپنی انگلی تک اٹھانا پسند نہیں کرتی۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ دنیا کو دھوکا دیتے ہیں اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں۔ اور خدا کو دھوکا دیتے ہیں۔ ان کا کافی تجربہ کر لیا گیا۔ اور اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ان کو سوسائٹی کے اس درجہ میں ڈھکیل دیا جائے جس کے یہ اہل ہیں اور اس وقت تک ان کی طرف توجہ نہ کی جائے جبتک کہ موت ان بدبختوں کا خاتمہ نہ کرے۔

ان غریبوں کی معاشرت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کا اگر ذکر بھی نہ کیا جائے تو اچھا۔ بہت سے جانوروں کی طرح سے ٹوٹے پھوٹے گھروں میں پڑے رہتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کے پاس ٹوٹے پھوٹے مکانات بھی نہیں۔ وہ دوکانیں وغیرہ کرایہ پر لیکر مع بیوی بچوں کے اس میں سو رہتے ہیں۔ ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کو کرایہ دینے کی بھی توفیق نہیں، وہ غریب سڑکوں پر، میدانوں میں، باغوں میں، یا مسجدوں میں پڑ کر رات گذار دیتے ہیں۔ یہ غریب لوگ بیماری کی حالت میں اپنا یا اپنے بچوں کا علاج بھی نہیں کر سکتے۔ کھانے کو جو کچھ ملگیا کھا لیا۔ وبائی امراض میں ان کا سب سے زیادہ جانی نقصان ہوتا ہے۔ برسات میں یہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتے پھرتے ہیں۔ جاڑوں میں ان کے پاس تن ڈھانکنے کو کچھ نہیں ہوتا۔ اور اکثر بیچارے سکڑ سکڑ کر مر جاتے ہیں انکو باآ

اپنی تکلیف کا احساس بھی نہین رہتا۔ اور یہ اسی طریقہ سے اپنی زندگی کو ختم کردیتے ہین۔ غیر مسلمون کو اپنی آنکھون سے فارغ البال اور مطمئن دیکھتے ہین۔ بہت سے یہ خیال کرتے ہین کہ ہماری قسمت مین ہی یہ لکھا ہے۔ دوسرے کہتے ہین کہ اگر ہم یہان تکلیف مین ہین تو جنت مین آرام سے رہین گے۔ اس ذہنیت مین بھی آپ کو مولوی کی کارفرمائیان نظر آئین گی فلسفۂ اسلام کی غلط تاویل سے اس نے اسلام کا ستیاناس کردیا۔

جو لوگ سطحی امور دیکھنے کے بعد کسی مسئلہ کے متعلق رائے قائم کرلیتے ہین انکے نزدیک ہندو اور مسلم عوام کی حالت مین اس قدر فرق سخت مایوسی کا سبب ہوتا ہے۔ وہ اسلام کی تعلیم کو اس کا ذمہ دار سمجھتے ہین۔ حالانکہ واقعہ بالکل اس کے خلاف ہے۔

باب سوم

واہیات مراسم

شب برات شب برات کے موقع پر صرف ایک رات مین مسلمان کرورہا روپیہ آتشبازی مین ضایع کر دیتے ہین جس قوم کے بیشتر افراد کو دونون وقت سکون کے ساتھ کھانا نہ ملتا ہو، اس کے لئے اس قسم کا خرچ کس قدر مہلک ہے۔ اور اس حماقت کے اوپر اصرار کرنا کس درجہ نادانی کی دلیل ہے۔ اگر شرعی حیثیت سے کسی صورت مین بھی اس کا جواز ہوتا تو خیر، بہر حال صبر کرنا تھا لیکن واقعتاً جب یہ صورت نہین ہے تو دنیامین کونسی وجہ ہے کہ اس بیہودگی کو جاری رہنے دیا جاوے۔ جو مولوی صاحبان کسی مسلمان کے سر پر ٹوپ دیکھکر بہت ناراض ہو جاتے ہین انھون نے جہانتک مجھے یاد ہے اس سلسلہ مین کوئی کارروائی نہین کی لیکن ؎

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالبؔ ٭ کیون کسی کا گلہ کرے کوئی!!

بعض حلقون مین بیشک اس حرکت کے انسداد کی کوشش ہوئی لیکن بالآخر

بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ جو طریقے اس سلسلہ مین اختیار کئے گئے ان کے بعد بہتر نتیجہ کی امید بھی تو نہین ہو سکتی تھی۔ بہر حال یہ تماشہ اب ختم ہونا چاہیئے اس سلسلہ مین جو تجویز مین نے سوچی ہے اسے اختصار کے ساتھ ذیل مین درج کرتا ہون۔ جو لوگ اس تحریک مین کام کرینگے ان کو چار حلقون کی طرف سے بالخصوص مخالفت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اوّل وہ تجارتی حلقے جو آتشبازی کا سامان یہان بھیجتے ہین۔ دوئم وہ مقامی تاجر جو یہان اس کا کاروبار کرتے ہین۔ اور جن کی معاش یہی ہے۔ سوئم وہ جاہل لوگ جو خود یا جنکے بچے اس بدتمیزی مین حصہ لیتے ہین۔ چہارم وہ لوگ یا وہ جماعتین جو مسلمانون کی اقتصادی اصلاح مین اپنا نقصان سمجھتی ہین۔ تھوڑے سے غور کے بعد آپ میری اس رائے سے اتفاق کرینگے کہ اگر نمبر ۲ و نمبر ۳ کے ساتھ ہم آسانی سے نپٹ لین تو نمبر ا و نمبر ۴ کی اہمیت خود بخود زائل ہو جاتی ہے۔

شب برات سے چھ ماہ قبل مقامی تاجرون کو باقاعدہ اطلاع دیدی جائے کہ آتشبازی کو جہانتک کہ اسکا شبرات کے ساتھ تعلق ہے فروخت نہ ہونے دیا جائیگا۔ اور اس لئے اس سلسلہ مین اگر انھون نے باہر سے اس کا انتظام کیا یا اپنے آپ سامان تیار کیا تو ان کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑیگا۔ شب برات کے ایام مین ایک پیسہ کی آتشبازی فروخت نہ ہو سکے گی۔ اس اثناء مین اخبارات کے ذریعہ سے اشتہارون کے ذریعہ سے

اور شہر کی تمام مسجدون مین کسی ایک وقت لیکن ہر روز مسئلہ کے خلاف پروپگنڈہ کیا جائے
اگر ضرورت ہو تو اس خاص مسئلہ مین مقامی حکام سے پوری پوری امداد لی جاوے شبرات کے
ایام مین صبح سے اور رات تک رضاکار تمام شہر مین جہان جہان اون کی فروخت کا
اندیشہ ہو پہرہ لگائین۔ اور ان کوششون کا سلسلہ ملک کے تمام حصون مین، شہرون مین،
اور گاؤن مین، ایک ہی وقت مین اور ایک ہی طریقہ سے ہونا چاہیے۔ یہ مجاہدہ ہر سال
اسی جوش و خروش سے تمام ملک مین اس وقت تک جاری رہے جبتک کہ متعلقہ جماعت
یا متعلقہ اصحاب کو اچھی طرح سے اطمینان نہ ہو جائے کہ عوام کے دماغ سے یہ سمیت بالکل
نکل گئی ہے۔ خواہ اس مین بیس سال لگجائین۔ اس مسئلہ کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہ کاروبار
اکثر تاجرون کی تنہا وجہ معاش ہے۔ اور وہ بیشتر نہین بلکہ قریب قریب تمام مسلمان ہین
لیکن اس تحریک کے اقتصادی فوائد اتنے ہین کہ ان کے مقابلہ مین تھوڑے سے
لوگون کا تنگی معاش کی وجہ سے ختم ہو جانا بھی گوارا کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ بالآخر ساری قوم کو
فائدہ ہو۔ لیکن یہ تو آخری صورت ہے جو اس تحریک کے بانی ہین وہ یہ گوارا نہین کرینگے
کہ انھین مین کا ایک ٹکڑا بظاہر بغیر اپنی کسی قصور کے تباہی مین پڑے۔ یہ کیا جا سکتا ہے کہ
اس تحریک کے نتیجہ مین ایسے لوگون کا جو نقصان ہو اسکے بقدر تلافی کی کوشش
کیجاوے۔ دوسرے جو لڑکے اور جو بچے اس شغل کے ایک طریقہ سے عادی ہو گئے ہین

ان کی توجہ کو دوسرے راستہ پر ڈالدیا جاوے تاکہ آخرکار اس کے نتائج مستقل اور خاطرخواہ ہون۔ تاجرون کے نقصان کی تلافی کیسے ہو اور لڑکون کو کونسی پگڈنڈی پر ڈالا جاوے فروعی باتین ہین جو وقت پر طے ہوسکتی ہین۔ یہ سب کام اس جماعت کے ذمہ ہوگا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

محرم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے جانشین کے انتخاب کا مسئلہ مدینہ کے ۶ اکابرین پر چھوڑا انھون نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب کیا۔ اور حضرت موصوف ۷ ر نومبر ۶۴۴ء مین مسند خلافت پر بیٹھے۔ آپنے اپنی بعض متعلقین کیساتھ رعایات روا رکھین جس سے اکثر صحابہ کو اور دیگر اکابرین اسلام حتیٰ کہ عوام کو بھی شکایات کے موقعے ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۶۵۵ء مین مسلمانون کی ایک جماعت نے ان کو اپنے گھر مین کلام پاک کی تلاوت کرتے ہوئے شہید کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعض اکثر حلقون مین کہا گیا کہ اس کارروائی مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اخلاقی تائید بھی ایک حد تک قاتلون کے ساتھ تھی۔ واقعات بہرحال کچھ ہون لیکن اس مین شک نہین کہ بنی امیّہ نے بعد مین اس افواہ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ ۲۳ر جون ۶۵۶ء مین حضرت علی کا بالاتفاق خلافت کے لئے انتخاب عمل مین آیا۔ آپ نے چاہا کہ آپ کے پیشرو سے جو بعض انتظامی بدعنوانیان ہوگئی تھین ان کی فوراً تلافی ہو تاکہ غیر مطمئن جذبات کو

سکون حاصل ہو اس سلسلہ مین آپ نے حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ امرا کو برط
کرنے کا فیصلہ کرلیا بعض نے آپ کے احکام کی تعمیل کی دوسرون نے نہین کی ان
مین امیر معاویہؓ بھی تھے جنھون نے بغاوت پر آمادگی کا اظہار کیا طلحہ اور
نے چاہا کہ حضرت علی ان کو کوفہ اور بصرہ کی امارت پر بھیجدین لیکن یہ درخواس
منظور نہ ہوئی۔ مجھے چونکہ بہت جلد اپنے موضوع پر آنا ہے اس لئے یہان مین ا
بحث مین نہین پڑتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیون ان کی درخواست منظور کرنا پ
نہین کیا۔ لیکن اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ہر دو اصحاب بد دل ہوکر عراق کی طرف
چلدئیے۔ یہان ان کے پاس خاصی جمعیت ہوگئی حضرت عایشہؓ بھی وہان جاکر ان
مل گئین۔ موصوفہ کی نشان مین جو زیادتی ایک مرتبہ حضرت علی سے ہوگئی تھی۔ اس کو ا
نے کبھی معاف نہین فرمایا۔ ان کے تعاقب مین حضرت علی بھی پہونچے اور جنگ جمل
مین طلحہ و زبیر دونون شہید ہوگئے۔ اور حضرت عائشہ گرفتار ہوگئین۔ جہان سے ا
پورے احترام کے ساتھ مدینہ بھیجدیا گیا۔ یہان سے فارغ ہوکر امیر معاویہؓ کا مقابلہ کرنے
حضرت علی ادہر کو روانہ ہوئے ۔ دریا ے فرات کے مغرب
دونون لشکرون کا مقابلہ ہوا عمرو ابن عاص نے جو معاویہ کے ساتھ تھے اندازہ کر
احتمالات ان کے خلاف ہین۔ اور لشکریون کو حکم دیا کہ نیزون پر قرآن اٹھالو جس سے

یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ آپس میں جنگ و جدل بند ہو اور مشاورت کے بعد جس شخص کے متعلق بھی کلام پاک کی رو سے اجماع امت ہو جائے وہی خلیفہ ہو۔ حضرت علی اس چال کو سمجھتے تھے لیکن بالآخر اپنے ہمراہیوں کے اصرار کی وجہ سے انھیں خاموش ہونا پڑا۔ اور وہ بددل ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابو موسیٰ اشعری حضرت علی کی طرف سے اور عمرو ابن عاص امیر معاویہ رضی کی طرف سے حکم ہوئے۔ عمرو ابن عاص کی بد عہدی کی وجہ سے نتیجہ حضرت علی کے خلاف ہوا۔ اس اثنا میں حضرت علی کے ہمراہیوں کا ایک معقول حصہ باغی ہو کر نہروان کی طرف روانہ ہو گیا اور بالآخر حضرت علی کو ان کے خلاف بھی لشکر کشی کرنی پڑی۔ نہایت خونریز جنگ کے بعد باغی پسپا ہو گئے۔

حضرت علی اور امیر معاویہ رضی میں جنگ ہوتی رہی لیکن چونکہ دوسرے حلقوں کی طرف سے حضرت علی کو سکون حاصل نہ تھا اسلئے وہ امیر معاویہ رضی کے خلاف باقاعدہ لشکر کشی کر سکے۔ امیر معاویہ جب ادھر سے مطمئن ہوئے تو انھوں نے مصر کو اپنے علاقہ میں شامل کر لیا۔ حالات کی یہ صورت تھی کہ کوفہ میں حضرت علی کو نماز پڑھنے کی حالت میں ابن ملجم ملعون نے ۲۷ جنوری ۶۶۱ء کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط۔ کوفیوں نے اس کے بعد امام حسن رضی ابن علی کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن ابھی آپ کچھ بھی بہانہ کر سکے تھی کہ امیر معاویہ نے آپ کے خلاف جنگ

شروع کر دی۔ آپ مدائن تک آئے لیکن ابھی لڑائی کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ امام کے ہمراہی منتشر
ہونا شروع ہو گئے اور وہ مایوس ہو کر کوفہ کو پلٹ آئے یہان امام اور معاویہ کے درمیان
ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے حضرت امام حسن معاویہ کے حق مین خلافت سے دست بردار
ہو گئے۔ اس شرط پر کہ معاویہ کے بعد مسند خلافت پر امام حسین بیٹھین گے۔ اس کے کچھ عرصہ
کے بعد امام حسن کو زہر دیکر شہید کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون بعض مصالح
کی بنا پر امیر معاویہ نے کوشش شروع کی کہ انکا بیٹا یزید انکے
بعد خلیفہ ہو اور اسکے لئے انھون نے لوگون سے بیعت لینا شروع کی۔ امام حسین نے
اس سے انکار کر دیا۔ اپریل ۶۸۰ء مین امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا اور یزید تخت پر بیٹھا اس نے
ولید ابن عقبہ عامل مدینہ کو لکھا کہ امام حسین سے بیعت حاصل کیجائے۔ امام صاحب
موصوف نے اس سے انکار کر دیا۔ اور مکہ معظمہ چلے آئے۔ یہان ان کے پاس کوفیونکی
طرف سے پیہم خطوط اور قاصد آنے شروع ہوے کہ آپ یہان آجائیے، ہم
بدل و جان آپ کے ساتھ ہین۔ امام صاحب نے مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا کہ وہان کے
صحیح حالات سے انھین اطلاع دین۔ کوفیون نے مسلم کا بڑے جوش کے ساتھ استقبال
کیا اور آپنے اپنے تاثرات کو تحریر کرکے امام کے پاس بھیجدیا اب امام فوراً کوفہ کی جانب
روانہ ہو گئے آپ کے ہمراہ کم و بیش ۸۲ آدمی تھے اس اثنا مین کوفہ مین عبداللہ بن

حاکم ہوکر آگیا تھا۔ اُس نے آتے ہی مسلم کو قتل کروا دیا اور امام حسین کا انتظار کرنے لگا۔
۲ محرم کو آپ میدان کربلا میں پہونچ گئے۔ ابن زیاد کی فوجوں نے آپ کو گھیر لیا
اور آپ سے بیعت طلب کی۔ آپ نے انکار کیا۔ لیکن ابن زیاد کے سامنے تین شرائط پیش کیں کہ
(۱) یا تو مجھے مدینہ واپس جانے کی اجازت دیدی جائے۔
(۲) یا ترکوں کے خلاف کسی سرحدی مقام پر بھیجدیا جائے اور
(۳) یا بالآخر مجھے یزید کے پاس دمشق بھیجدیا جاوے۔
اس شخص نے ایک بھی شرط منظور نہ کی۔ ۱۰ محرم کو ابن زیاد کے لشکر نے اس چھوٹی سی مظلوم جماعت پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ آہستہ آہستہ سب شہید ہو گئے اور بالآخر رسول اللہ کے امتیوں نے خود اُنکے نواسے کو گھوڑے سے تیر مار مار کر گرا دیا۔ انکا سر کاٹ لیا۔ اور ان کے پاک اور مقدس جسم کے اوپر گھوڑوں کو دوڑایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ایہ مختصراً کربلا کا ہولناک واقعہ

دیکھئے ذرا ذرا سی باتوں کے کتنے بڑے بڑے نتائج ہو سکتے ہیں۔
میرا خیال ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مسلک حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ امراء کے بارے میں وہ نہوتا جو ہوا۔ تو کم از کم کربلا کا ہولناک واقعہ اسلام کی تاریخ کے صفحات پر نہ آتا۔ لیکن بحث تو یہاں واقعات سے ہے۔

معاویہ نے بدعہدی کی اور وہ اس کے ذمہ دار ہیں۔ یزید نے امام حسین سے بیعت حاصل کرنی چاہی، حضرت امام حسین نے اس کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اس لئے کہ:-

(۱) خلافت کے لئے وراثت کی یہ صورت اسلام میں بدعت تھی۔

(۲) یزید کو وہ فاسق و فاجر، تارک نماز، اور شراب خوار سمجھتے تھے۔

(۳) خلافت کے جائز حقدار وہ خود تھے۔ یزید کا دعویٰ معاویہ کی بدعہدی پر مبنی تھا

امام حسین کے رویہ سے یہ ظاہر تھا کہ اگر ان کو مہلت دی جاتی تو وہ اپنے بقیہ ایام سکون کے ساتھ تنہائی میں گذار دیتے لیکن یزید اور اس کے مشیر اس محترم شخص کی موجودگی میں اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے۔ اس لئے انھوں نے اس پاکباز انسان کا قتل کر دینا اپنے مصالح کے لئے ضروری سمجھا۔ اپنی شہادت کے وقت وہ ایک مسن اور بزرگ شخص تھا۔ اس کو دیکھ کر ہی ایک شخص کا سر احترام کے لئے جھک سکتا وہ ایک پاکباز اور صالح انسان تھا جس کی تمام عمر تقوے میں گذری تھی۔ اس لئے بھی وہ تکریم و تعظیم کا اہل تھا۔ اس نے اپنی تمام باتوں سے بالآخر ظاہر کر دیا تھا کہ معقول اور جائز پابندی کو وہ صلح کی خاطر اختیار کر سکتا تھا۔

وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لڑکے تھے ایسے جلیل القدر انسان کے فرزند

جس قدر بھی مسلمانون مین محبوبیت ہوتی تھوڑی تھی۔ اس کی مان فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھین۔ تنہا یہی امر اس کی جاذبیت اس کے احترام اور اس کے وقار مین اضافہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ وہ بانیٔ اسلام کا نواسہ تھا۔ وہ نواسہ جس پر رسول خدا کو اس قدر عشق تھا کہ اگر اس کے رونے کی آواز سن لیتے تھے تو بیچین ہو جاتے تھے۔ اپنے پاک رسول کی اس زندہ یادگار کی نہ صرف ان کی ذات کی بقا تک بلکہ انکی نسل کی بقا تک مسلمان جیسے مذہب پرست ملت سے امید ہو سکتی تھی۔ لیکن ہوتا کیا ہے کربلا مین آپ لشکریان یزید کو مخاطب کرکے فرماتے ہین۔

"اے لشکریان یزید غور کرو اور سمجھو کہ نصاریٰ نشان سم خر عیسیٰ علیہ السلام کی ابتک تعظیم کرتے ہین اور یہود اگر کوئی آثار موسیٰ علیہ السلام پاتے ہین تو اس کو دل و جان سے عزیز رکھتے ہین اور مین تمھارے رسول کی لڑکی کا لڑکا ہون، سو تم میرے قتل پر مستعد ہو۔ آیا مین نے تم مین سے کسی کا خون کیا ہے کہ اس کے عوض مین مجھ کو قتل کرتے ہو۔ یا کسی کا تم مین سے مین نے کچھ مال لے لیا ہے کہ اس کے مطالبہ مین مجھ کو ایسا تنگ کرتے ہو۔ یا اور کسی طرح کا مجھ پر دعویٰ ہے کہ تم اس کے واسطے عاجز کر رہے ہو۔ مین تو مدینہ مین اپنے جد امجد کے مزار پر بیٹھا تھا وہان تم نے رہنے نہ دیا، ناچار حرم شریف مین آیا، وہان سے بھی تم نے خطوط بھیجکر بلوایا، اور مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر عہد اپنا توڑا

خدائے تعالیٰ کو کیا جواب دو گے؟"

اس تقریر کے ہر ہر لفظ میں ہزاروں عبرتیں، ہزاروں حسرتیں اور ہزاروں نصیحتیں پوشیدہ ہیں۔ اس تقدس اور بزرگی کا اگر کوئی معمولی انسان بھی ہوتا تو اسکی درخواست پر غور ہوتا لیکن یہاں تو امام حسین تھے۔ اس کے بعد جب بہت سے ہمراہی شہید ہو چکے تھے اور باقی سب پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے تھے امام حسین نے پھر فرمایا۔

"کوئی فریاد رس بھی ہے جو اللہ کے واسطے ہماری مدد کرے، اور کوئی بچانیوالا ہے کہ حرم رسول اللہ صلعم کو اعداء سے بچائے؟"

اس دردناک فریاد کا بھی اثر ان لوگوں پر کچھ نہ ہوا۔ جنکے دل خدا معلوم کیسے تھے فرات قریب ہی بہہ رہا تھا لیکن امام حسین اور ان کے ہمراہی شدت پیاس سے دم توڑ رہے تھے۔ بدتر سے بدتر دشمن کے ساتھ بھی ایسا سلوک روا نہیں رکھتے۔ پھر آخر ان لوگوں نے کس بنیاد پر مسلمان مظلوموں کے اس چھوٹے قافلہ کے ساتھ جس کے سالار خود رسول خدا کے نواسے تھے اور جس میں خاصی تعداد عورتوں اور شیرخوار بچوں کی تھی۔ ایسا سلوک کیا۔ لشکر یان یزید نے ان پر ہجوم کیا۔ ایک ایک شخص کو دس دس آدمیوں نے گھیر کر مارا۔ یہاں تک کہ صرف امام حسین

کے اعزہ رہ گئے۔ امام حسین نے اپنے چھوٹے بچہ کو گود میں لیا۔ اور خیمے کے سامنے آئے۔ تاکہ لوگ کم از کم اُسے دیکھکر اس کی پیاس کا خیال کر کے رحم کریں لیکن خدا معلوم یہ کیسے مسلمان تھے اور رسول اللہ صلعم کے کیسے امتی تھے کہ انھوں نے اس بچہ کو بھی تیر کا نشانہ بنا دیا۔ آہ کیسا عبرتناک سماں ہوگا جسکا تصور بھی مشکل ہے بلا کسی معقول وجہ کے ایک باپ کی آنکھوں کے سامنے عمداً اسکے بچہ کو جان سے مار دیتے ہیں وہ بچہ جو پیاس کے مارے تڑپ رہا ہو جس کی ماں پھوپیاں اور دوسرے عزیز سامنے موجود ہوں، جب آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے مخالفین پر حملہ کیا تو چاروں طرف سے تیروں کی بوچھار شروع ہو گئی۔ آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گرے ایک مسلمان نے آپ کا سر کاٹ لیا پھر مخالفین نے زخموں سے چور بدن پر گھوڑے دوڑائے۔ انکی نعش کو بے گور و کفن چھوڑ کر وہ لوگ امام حسین کا سر نیزے پر چڑھا کر کوفہ ہوتے ہوئے دمشق لیگئے۔ امام حسین جیسی محترم شخصیت کو اس طریقہ سے قتل کرنا اور ان کے بیجان بدن کے ساتھ یہ سلوک، اور یہ سارا ہنگامہ بغیر ان کی کسی زیادتی کے کس درجہ عبرت انگیز، کس قدر روح فرسا، اور کیسا ہولناک ہے۔ دنیا میں بہت سے واقعات ہوئے ہیں۔ جہاں ایک جماعت نے دوسری جماعت کے ساتھ، ایک قوم نے دوسری قوم کے ساتھ سختی اور زیادتی کی بہت سے دنیا کے اکابرین دھوکے دغا، اور فریب سے قتل کر دیئے گئے۔

اور مؤخرالذکر تعریف مین خود اسلام کے چار خلفاء مین سے بعد کے تین آتے ہین۔ لیکن
جس طریقہ سے اس مظلوم جماعت کو اس محترم جماعت کو، اور اس بیکس جماعت
مسلمانون نے بغیر کسی معقول وجہ کے اس بیدردی، شقاوت اور ظلم کے ساتھ ما
اس کی مثال دنیا کی تاریخ کے صفحات پر نہیں مل سکتی۔ حضرت امام حسین نے اپنی
آنکھون کے سامنے اپنے ہمراہیون کو ختم ہوتے دیکھا۔ اپنی عورتون اور بچون کو پیاس
سے تڑپتے ہوئے دیکھا پھر انکے سارے باقیماندہ اعزہ ایک ایک کرکے ان کی آنکھون کے
سامنے شہید ہو گئے۔ انکا شیرخوار بچہ پیاس سے تڑپ رہا تھا۔ انھو
اس کو گود مین لے لیا۔ اور خیمہ سے باہر آئے لیکن افسوس کہ کسی بدبخت نے تیر
مار کر اس کو بھی ختم کر دیا۔ اور آخر مین خود شہید ہو گئے اور ان کے مطہر جسم کیسا
وہ ہوا جو نہ ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن استقلال کے اس مجسمہ نے غیرت و حمیت کی اس
جیتی جاگتی تصویر نے، ناموس اسلام کے اس پاسبان نے آخر وقت تک اس ظا
کے لئے بیعت نہ کی جس کے متعلق اس پاکباز انسان کو صحیح طور پر یقین تھا کہ وہ خلافت
اہل و حقدار نہین۔ کربلا کے واقعہ سے متعلق امام حسین کا یہ کارنامہ سب سے زیاد
غور کے قابل ہے اور اس مین سبق تھا ان لوگون کے لئے جو آئندہ آنے والے تھے۔
اس واقعہ کو آج کم و بیش ۱۳۰۰ برس ہو چکے ہین۔ لیکن مسلمانون کے دلون مین جو

ابھی تازہ ہے۔ سینہ کوبی اور ماتم مین کوئی کمی نہین آئی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگرچہ امام حسین مع اپنی تمام جماعت کے تباہ و برباد ہوگئے، اُن کے دشمنون نے اُن کے سر اور جسم کو بھی ایک جگہ نہین رہنے دیا لیکن فتح بالآخر انھین کی ہوئی اور جسوقت تک یہ دنیا موجود ہے مسلمانون کی آنیوالی نسلین معاویہ اور یزید کے متعلق اپنی رائے کو تبدیل نہین کرین گی۔

میرے اوپر کے بیان سے آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ واقعۂ کربلا کو مین تاریخ عالم مین اپنی نوعیت کا سب سے زیادہ عبرت انگیز واقعہ سمجھتا ہون۔ اس ہلاکت اور معصوم مظلومیت پر جتنے بھی آنسو بہائے جائین تھوڑے ہین۔ جن لوگون اور جن جماعتون نے یہ حرکت کی، اور جو لوگ اور جو جماعتین بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کی ذمہ دار تھین اُن کی شقاوت کے اوپر اور ان کی سنگدلی پر جس قدر بھی غم و غصہ کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ باایں ہمہ اس واقعہ کی سالانہ یادگار جس طریقہ سے منائی جاتی ہے مین اُسکو وحشت اور بربریت کی بدترین مثال سمجھتا ہون۔ ہر سال محرّم کے آغاز سے تعزیون اور علمون کے جلوس مکانون اور امام باڑون سے اٹھا کر شہر کے بازارون مین پھرائے جاتے ہین مرثیہ خوانون کی ٹولی ہر تعزیہ اور علم کے ساتھ ہوتی ہے بعض کیساتھ ڈھول تاشہ ہوتا ہے۔ دوسرون کے ساتھ نہین اکثر کے ساتھ اکھاڑہ ہوتا ہے۔ شہر کے مختلف مقامات پر مجالس وغیرہ ہوتی ہین۔ جہان واقعات کربلا نہایت درد انگیز طریقہ سے بیان کئے جاتے ہین۔

سبیلیں لگائی جاتی ہیں لنگربٹ تا ہے تعزیون کے جلوس کے ساتھ خیرات بھی ہوتی جاتی ہے۔ لیکن ان سب میں انتظام کی وہی ابتری اور بےسلیقگی ہوتی ہے جس کی منتشر جماعتوں سے امید ہو سکتی ہے سینہ کوبی اور ماتم میں عورتیں اور بچے بھی حصہ لیتے ہیں اور مختلف شہروں میں ماتم وغیرہ کی مختلف مدتیں ہوتی ہیں۔ تعزیوں کی تکریم و تعظیم جہلا اس طریقہ سے کرتے ہیں جیسے شہداء کربلا بنفس نفیس موجود ہیں۔ دس محرم کو انھیں دفن کیا جاتا ہے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ عورتیں اور مرد تعزیوں میں اپنی درخواستیں لٹکا دیتے ہیں کہ یا امام حسین ہماری فلاں آرزو پوری ہو۔ انکے اوپر چادریں اور پھول چڑھائے جاتے ہیں اور اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ تمام کارروائیاں مذہب کے نام پر ہوتی ہیں۔ اِنّا للہ وَ اِنّا الیہ رَاجعون ؕ۔ محرم کے ایام میں تعزیوں اور دوسری متعلقہ مراسم کے اوپر مسلمان مجموعی حیثیت سے کروروں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ اس کا ایک پہلو اور بھی ہے شیعہ بھائی مجلسوں میں بعض موقعوں پر ضمناً تین خلفاء کا ذکر نہایت قابل افسوس طریقہ سے کرتے ہیں۔

جس شخص کے دماغ میں سب سے پہلے تابوت اور تعزیے بنانے کا خیال آیا میرے نزدیک اس کی ذہنیت اور اس کی شرارت پر بھی ماتم کرنا چاہیئے کسی قسم کا مظاہرہ خواہ نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ جب معقول حد سے گذر جائے تو اس کے خلاف آ

لازمی ہو جاتا ہے۔ تعزیون کا بنانا ان کو احترام کی نگاہ سے دیکھنا اور جہلا کا ان سے منتین مانگنا، صریح شرک ہے۔ اس مین شک کا شائبہ تک نہین۔ پھر ان کو دفن کرنے اور اسکے ساتھ دیگر لوازمات کی خانہ پری کرنے کے تعلق صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ انتہائی جہالت کا یہ ایک شرمناک مظاہرہ ہے۔ وہ لوگ جو وحدانیت کے مسئلہ کے بارے مین اسلام کی تعلیم سے اختلاف رکھتے ہین، بجا طور پر یہ اعتراض کرسکتے ہین کہ جہانتک تعزیہ داری کا تعلق ہے خود مسلمان عملاً اس فلسفہ توحید کے قایل نہین جس کی تعلیم انکے مذہب نے انکو دی ہے۔ اور اس اعتراض کا وزن بڑھجاتا ہے جب وہ یہ دیکھتے ہین کہ جہلا کی ان حرکتون کے خلاف ذمہ دار حلقون کی طرف سے کسی ناپسندیدگی کا اظہار نہین ہوتا انسان اگر کسی لالچ کی وجہ سے کوئی گناہ کرے تو خیر سمجھ مین آسکتا ہے لیکن یہ ایک ایسا گناہ ہے جس مین اپنی جیب سے معقول رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔ کیسے افسوس کی بات ہے کس قدر صریح مغالطہ ہے۔ مین نے اکثر دیکھا ہے کہ غریب مسلمان روپیہ قرض لیکر ان مراسم کو پورا کرتے ہین جسقدر روپیہ مجموعی طور پر ان واہیات مراسم کے اوپر ایک عشرہ مین اٹھ جاتا ہے وہ اگر کسی تجارت وغیرہ مین صرف ہو تو کتنے ضرورتمند مسلمانون کا کام نکل سکتا ہے اسکے علاوہ سینہ کوبی اور نالہ و شیون ایک حد تک تو سمجھ مین آسکتے ہین مگر جس قسم کا ماتم محرم کیساتھ منسوب ہو گیا ہے اُسے مین کسی حالت مین بھی جائز نہین سمجھتا۔ ماتم کے مختلف مدارج کو مین نے اپنی آنکھون سے

دیکھا ہے۔ تعزیوں کے جلوس کے ساتھ ماتم کرنے والوں کی ٹولیاں ہوتی ہیں وہ کچھ پڑھتے جاتے ہیں اور سینہ کوبی کرتے جاتے ہیں۔ اور ٹولیاں ہوتی ہیں جو صرف ماتم کرتی ہیں۔ اور نہایت بری طرح سے اپنے بدن پر زنجیریں مارتی ہیں۔ چھریاں مارتی ہیں۔ یہاں تک کہ بالآخر اس میں سے اکثر لوگ زخمی ہو کر بیہوش تک ہو جاتے ہیں مجلسوں کے بعد ماتم ہوتا ہے۔ جس میں سینہ کوبی ہوتی ہے عورتیں اور بچے بھی اس میں حصہ لیتے ہیں میرے نزدیک یہ سب غیر ضروری ہے۔ اسلام اس بدتمیزی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ یہاں پھر میں یہ کہوں گا کہ واقعۂ کربلا فی نفسہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخ عالم میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ اور بلاشک وشبہ وہ پاک مظلومیت ایسی تھی جس پر جتنا بھی رنج وغم کیا جائے کم ہے۔ اور مخالف جماعت کی قابل صد ہزار نفرت بدعہدی، قساوت، اور سنگدلی پر جس قدر بھی غم وغصہ کا اظہار کیا جائے بجا ہے لیکن باوجود اس کے اس واقعہ کی یادگار کو جس طریقہ سے منایا جاتا ہے، وہ سراپا مہمل، غیر ضروری، اور شرمناک حد تک قابل اعتراض ہے۔

کوئی حرکت بغیر سبب کے نہیں ہوتی اور کوئی نتیجہ بغیر حرکت کے نہیں ہوتا۔ اس اظہار رنج کا منشا مسلمانوں کے نزدیک اگر یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے نزدیک رسول اللہ کے اہلبیت کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی ان کے نزدیک مستحسن ہے تو وہ دھوکہ میں ہیں۔ اسلام کے مقدس بانی نے ایسے سوگ کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ احکام کی خلاف ورزی کرنیکے

بعد خوشنودی مزاج کی امید رکھنا بتائیے کیا ہے۔

اگر مسلمانون کا منشا، یہ ہے کہ وہ اس کبھی نہ ختم ہونے والے مظاہرہ سے مسلمانون کے قلوب پر یہ اثر ڈالنا چاہتے ہین کہ دیکھو حق اگر وقتی طور پر مغلوب بھی ہو جائے لیکن انجامکار رائے عامہ حق کا ساتھ دیتی ہے اور اس طریقہ سے وہ ایسے امور کا اعادہ روک دین۔ نیت کی اس پاکیزگی کی مین قدر کرتا لیکن خاطرخواہ نتائج کی حصول کی امید پر بھی مین اس اخلاق سوز طریقہ کے پروپیگنڈے کو روا رکھنا مناسب نہین سمجھتا۔ برخلاف اس کے مین دیکھتا ہون کہ فی الحقیقت اس کا وہ نتیجہ نکل نہین رہا۔ تازہ ترین واقعہ ترکی کا دیکھلو شریف حسین کی آرزوئے شہنشاہی نے رائے عامہ کا بالکل خیال نہین کیا۔ اور ترکی کو اس نالائق شخص نے اس قدر سخت نقصان پہونچایا کہ اس کی تلافی دیکھئے کبتک ہوتی ہے۔ مثالین اور دیتا لیکن یہان گنجائش نہین۔

جلوسون کے ساتھ اکھاڑے ہوتے ہین، یہ آخر کس لئے؟ یہان مین ضمناً یہ پھر بتاؤن کہ میرے نزدیک ہر حرکت کا ایک سبب ضرور ہونا چاہئے۔ اور جب یہ متیقن ہو جاوے کہ ایک حرکت بغیر کسی معقول سبب کے ہے تو میرے نزدیک اس کا وجود بے معنی ہے۔ کیون ایک شخص ایسی بات کہے جس سے اس کا کوئی منشا، نہ ہو اور کیون ایک انسان ایسی حرکت کرے جس کا کوئی سبب نہین۔ ہان، تو اکھاڑون مین کچھ ٹوٹی پھوٹی زنگ آلود تلوارین تھوڑے

بوسیدہ گتکے، اور اسی حیثیت کی ڈھالین وغیرہ ہوتی ہین۔ لوگ تلوار خوب گھماتے ہین پٹہ
بازی ہوتی ہے۔ ایک ڈنڈے کے دونون طرف آگ لگا کر اس کو خوب گھمایا جاتا ہے
ایک آدمی تلوار سے آلو کاٹ ڈالتا ہے دوسرا آدمی نیبو کاٹ ڈالتا ہے۔ مجھے اکثر ان
تماشون کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور جب مین یہ حرکتین دیکھتا ہون تو شرم کے
مارے جھیپ کر ایک طرف نکل جاتا ہون۔ اور سوچتا ہون کہ سارے مسلمانون کو میری طرح
کیون اس شرمناک حرکت پر رنج نہین ہوتا۔ اگر اکھاڑون کا منشا یہ ہے کہ کربلا مین
اس طریقہ سے لڑائی ہوئی تھی تو خدارا اب یہ حماقت ختم کرو۔ ہم نے مانا کہ بالکل اسیطرح
لڑائی ہوئی تھی بس، اس یاددہانی کا اگر تمھارے نزدیک بھی کوئی فائدہ نہین ہے۔
اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم سوچو گے تو مجھ سے اتفاق کرو گے۔ تو پھر اس حرکت کے اعادہ
مین کیا مصلحت ہے۔ لیکن اگر تم تلوار کو گھما کر اور نیبو کو کاٹکر دنیا کو یہ دکھانا چاہتے ہو کہ
ہم مین عسکریت کی اس وقت بھی وہی روح موجود ہے۔ جس سے کبھی دشمنان اسلام
پریشان رہتے تھے تو سنو اس بیسوین صدی مین جب ہوائی جہاز اور ٹینک وغیرہ دنیا کے آلات
حرب مین شامل ہین۔ لوگ تمھاری اس نادانی پر ہنسین گے اور اگر اس شعبہ کی تہ مین
سوائے اس کے کہ یہ ایک فرسودہ رسم ہے جو عرصہ سے تم لوگ کرتے چلے آئے ہو۔
اور کوئی بات نہین۔ جیسا کہ خود مین یقین کرتا ہون تو اب اس کے اوپر نظر ثانی کی ضرورت ہے

آخر کیون تم ایسی حرکت کرو جس کا کوئی فائدہ نہین اور جس سے نقصان بہت ہے۔ واقعات کو پہچانو اور اپنے آپ کو اس ہولناک مغالطہ سے بلا مزید تاخیر کے نکال لو۔

مجلسین ہوتی ہین جس مین لوگ کربلا کے واقعات کے ہر ہر پہلو پر حاضرین کے سامنے نہایت دردانگیز طریقہ سے مرثیہ پڑھتے ہین۔ واقعات فی نفسہ ایسے دردناک ہین کہ ان کو اور زیادہ موثر بنانے کے لئے مبالغہ آمیزی کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس پر توجہ نہین ہوتی۔ شاید وہ مقرر سب سے زیادہ کامیاب سمجھا جاتا ہے جو حاضرین کو رلا سکے۔ اس لئے قدرتًا ہر مرثیہ خوان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ ایسی ایسی باتین سناوے کہ لوگ جو تحقیق حق کی ضرورت نہین سمجھتے، زیادہ روئین۔ لوگ چیختے ہین، چلاتے ہین، روتے ہین، سینہ کوٹتے ہین، جذبات کی کیفیت کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد بھی مین یہ کہونگا کہ میرے نزدیک یہ پسندیدہ نہین۔ مسلمانون کے وہ تمام مظاہرے جنکی نوعیت خواہ کچھ ہی کیون نہو۔ میرے نزدیک لایعنی ہین۔ اگر ان مین تمکنت، متانت، اور سنجیدگی کا لحاظ نہ رکھا جاوے۔ بر سبیل تذکرہ ہی سہی لیکن ایسی مجلسون مین کچھ باتین ایسی ضرور ہوجاتی ہین جس سے سنیون اور شیعون کے قلوب مین ایک دوسرے کی طرف سے منافرت بڑھے۔ اس کو مین قابل اعتراض سمجھتا ہون۔ اور ظاہر ہے کہ جب ایک حرکت کا نتیجہ فتنہ بپا کرنا ہے تو اسکے بارے مین ذی ہوش عوام کے اوپر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

میرے اوپر کے مضمون سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی سالانہ یادگار کے سلسلہ مین جو کچھ کیا جاتا ہے مین اُسے مفاد اسلامیہ کا لحاظ رکھتے ہوئے قطعاً لغو، غیر ضروری اور سخت مضر سمجھتا ہون - اور میرے نزدیک ان مراسم کا انسداد مسلمانون پر فرض ہے - مجھے یقین ہے کہ جیسے عوام مین تعلیم پھیلے گی اس قسم کی حرکات خود بخود نہ رہین گی لیکن بقولیکہ: تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ عوام مین تعلیم پھیلنے کے لئے بڑا عرصہ درکار ہے - اور اس ہولناک قصہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی جاری رہنے دینا اسلام کے مقاصد عالیہ کے ساتھ صریح بغاوت ہے۔ بہت سے ایسے مسلمان ہین جنھین اللہ نے بصارت کے ساتھ بصیرت بھی عطا فرمائی ہے - وہ بھی ان مذموم حرکات کو دیکھکر کڑھتے ہین اور مولویون سے پوچھتے ہین۔

"کیا فرماتے ہین علمائے دین بیچ اس مسئلے کے کہ تعزیہ داری کسی صورت مین بھی جایز ہوسکتی ہے" اس کا جواب خوراً وہی ملتا ہے جس کی ان لوگون سے امید ہوسکتی ہے۔ یعنی "اما بعد .... یہ سب خلاف شرع ہے لیکن ...... اسلام کی عظمت و جلال ...... کا مظاہرہ ہوتا ہے .... اس لئے خیر ...."

سبحان اللہ ۔ ؎

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے ٭ ہوئے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسمان کیون ہو!

مین پہلے کہہ چکا ہون کہ مولویونکی اس قسم سے مین بالکل مایوس ہون ۔ رونا اُن کی سمجھ پر ہے جو ان سے صحیح رہنمائی کی امید رکھین بہ بچیون کے اوپر کاغذ چپکانے کے بعد تعزیہ بن جاتا ہے اس کا لوگ جلوس نکالتے ہین ڈھول تاشہ آگے بجتا جاتا ہے اکھاڑہ بھی ساتھ ہوتا ہے جس کی تعریف مین اوپر کر چکا ہون ۔ اب مجھے کوئی بتائے کہ اس مین عظمت کہان ہے اور جلال کدھر ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ط لیکن ملا اگر ایسے ہی مظاہرہ عظمت و جلال تصور کرتا ہے تو مجھے اس اسلام سے کوئی تعلق نہین ۔ اسلام کے جلال اور عظمت کا جو معیار میرے دماغ مین ہے اسے وہ انسان کیا سمجھے گا جس کی پرواز اس قدر نیچی ہے ۔ اور یہ معیار عزیر کا مقرر کردہ نہین ۔ یہ اس کا مقرر کردہ ہے جو خود اسلام کا بانی تھا ۔

سوال تو یہ ہے کہ اس کا انسداد کیسے ہو ۔ تعزیون کا بنانا بالکل بند ہو جانا چاہیئے ماتم کی موجودہ صورت سینہ کوبی وغیرہ ختم ہو جانی چاہیئے مجلسین نفع کچھ نہین پہونچاتیں نقصان زیادہ کرتی ہین ۔ لہذا ان کا بند ہونا ضروری ہے اس سلسلہ مین کیا کارروائی کیجائے کہ خاطر خواہ نتائج حاصل ہون ۔

ذمہ دار جماعتون کی طرف سے مسلسل اور متواتر پروپیگنڈہ کیا جائے جس سے عوام کو اپنی جہالت سے آگاہی ہو ۔ اس سلسلہ مین مجھے ایک بات اور عرض کرنی ہے۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض حلقون کی جانب سے کسی سال اگر تعزیہ اٹھانیکے سلسلہ مین تساہل ہوا کیونکہ وہ رسم کی بہونگی کو جان چلکے تھے اور خواہ مخواہ کی زیربار سے گریز کرتے تھے۔ تو دوسرونکی طرف سے انکو ننہ دیگی اور وہ غریب اٹھانے پر مجبور ہوے۔ اگر ہم دیانتداری کیساتھ خلوص اور استقلال کیساتھ عوام پر مسلسل اور متواتر پروپیگنڈہ کرین۔ اخبارات کے ذریعہ سے اشتہارات کے ذریعہ سے مسجدون مین وعظ کی صورت مین، غرض کہ جس طریقہ سے ہم اس رسم و رواج کی برائیون کا اظہار کر سکین کرین عوام کو سمجھائین کہ مذہب کا اسکے ساتھ کوئی تعلق نہین جن کاسے اگر ان کا خیال ہو کہ وہ کوئی مذہبی خدمت کر رہے ہین جسکے اجر کی انکو امید ہو تو وہ سخت دھوکہ مین ہین بر خلاف اسکے وہ اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہین کہ اس مین ایمان تک کے جانیکا اندیشہ ہو یہ کہ انکی مالی حالت ویسے ہی زبون ہے وہ اس حرکت سے کیون اپنے آپکو زیادہ زیربار کرتے ہین۔ یہ کہ اس مسئلہ کا آخری تصفیہ خود ان کی اپنی مرضی کے اوپر ہو۔ یہ کہ انکے فیصلہ کے بعد کسی کی جرات نہین ہو سکتی کہ ان سے وہ کام کرائے جس کے کرنے مین وہ اپنا سخت نقصان سمجھتے ہین۔ یہ کہ اگر کسی جماعت کی طرف سے اس حماقت کو جاری رکھنے کیلئے ان پر دباؤ ڈالا جاوے۔ تو وہ سمجھ لین کہ یہ لوگ وہی ہین جنکی معاش انکی اس بربادی مین ہو۔ اور اسلئے ایسے خود غرضون کی بات وہ ہرگز نہ سنین۔ شیعہ حضرات کو نہایت واضح طریقہ سے یہ سمجھا دیا جاوے کہ اس تحریک کا منشا ہرگز یہ نہین کہ ان کے مذہبی حسیات کو صدمہ پہونچایا جاوے۔

بلکہ مقصود ایک اصلاح ہے جس کی ضرورت شدید ہے۔ ہر ممکن کوشش کی جائے کہ
شیعہ بھائیون کو کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔ کام اگر نیک ہو، نیت بخیر ہو، اور مزاج مین
استقلال ہو تو نہ صرف ذی ہوش لوگون کی بلکہ سوادِ عامہ کی پوری اخلاقی تائید
شامل حال ہو جاتی ہے۔ پروپیگنڈہ تو بہر حال سال بھر تک ہوتا رہے گا اور اس وقت
تک جاری رہے گا جبتک کہ اس کی ضرورت سمجھی جاوے۔ البتہ محرم کے ایام
مین تمام ان مقامات پر پہرہ لگایا جائے جہان جہان سے تعزیہ اور الم وغیرہ
اٹھتے ہین۔ اور نہایت پرامن طریقہ سے لوگون کو ان حرکات سے باز رکھا جاوے۔
اگر کہین خانہ جنگی کی نوبت بھی آجائے تو کچھ پرواہ نہین لیکن کسی حالت مین بھی ایک
تعزیہ کو گھر سے نہ نکلنے دیا جائے۔ اس مہلک رسم کو ختم کرنے کے لئے جس قدر قربانی کی
ضرورت ہو دیجاوے لیکن کسی صورت مین بھی اس کو جاری نہ رہنے دیا جاوے۔
دو فریقون مین جب اصولی اختلاف ہوتا ہے تو ان مین مصالحت کا امکان اس وقت
تک نہین رہتا جبتک کہ ان مین سے ایک اپنے اصول سے نہ ہٹ جاوے۔ ہمارا
اصول یہ ہونا ہے کہ محرم کے سلسلہ مین جو کچھ کارروائیان ہوتی ہین وہ سب غیر ضروری
ہین اور سب بند ہونی چاہئیں۔ اگر کوئی ایک جماعت ایسی سامنے آوے جو کہے کہ صاحب
کچھ مراسم تو جاری رہنے چاہئین اور صلح کی خاطر اسے منظور کر لینا چاہیئے تو جواب

صریح انکار ہونا چاہیئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ سب بدتمیزیاں دور ہو جائیں تو آحضر شہدا کربلا کی شہادت کے خلاف احتجاج کا کونسا طریقہ اختیار کیا جاوے۔ اگر اسلام کی تاریخ کو غور سے پڑھو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کے سامنے کربلا جیسے بہت سے واقعات آچکے ہین۔

ساتوین صدی عیسوی مین مسلمانون کا شیعون اور سنیون مین تقسیم ہو جانا نتائج کے اعتبار سے مین واقعہ کربلا سے زیادہ اندوہناک سمجھتا ہون۔

(۱) ۱۲۱۸ء مین چنگیز خان نے وسط ایشیا کی اسلامی سلطنتون کے ساتھ جو سلوک کیا اور جس طریقہ سے لاتعداد مسلمان (لاکھون مسلمان شہید ہوے تھے) قتل ہوے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ۷۰۰ برس سے زیادہ ہو چکے ہین لیکن اسلامی تہذیب و تمدن کا یہ شاندار مرکز اس وقت تک نہین سنبھل سکا۔ اور نہ آئندہ بظاہر اس کی کوئی امید ہے۔ واللہ کربلا کے ہزار واقعات برداشت کئے جا سکتے تھے۔ لیکن اسلام کی یہ بربادی غیر قابل برداشت تھی۔

(۲) ۱۲۴۲ء مین تخت خلافت کے اوپر مستعصم باللہ جلوہ افروز ہوے ان کے زمانہ مین بغداد کے نزدیک کرخ کے مقام پر شیعہ اور سنیون مین جھگڑا ہو گیا جس مین

خلیفہ کے ایما سے شیعون پر بعد مین کچھ سختی ہوئی۔ موید الدین محمد بن العلقمی جو اس زمانہ مین
وزیر تھے اور شیعہ تھے اس واقعہ سے بہت رنجیدہ ہوئے انھون نے
تاتاریون کو پیام بھیجا کہ بغداد چلے آوین ہلاکو نے ایک بڑی فوج لیکر اسلامی تہذیب
کے اس سب سے بڑے مرکز پر حملہ کیا۔ اور انجام کار اس پر قبضہ حاصل کر لیا۔ تہذیب و
تمدن کے وہ تمام آثار جو خلفاء عباسیہ نے پانچ سو برس کی محنت مین مہیا اور فراہم کئے تھے
ہلاکو نے دیکھتے ہی دیکھتے ختم کر دیئے چنگیز نے جو سلوک وسط ایشیا کی اسلامی سلطنتوں کے
ساتھ کیا تھا اور اس کے جو نتائج ہوے تھے بعینہ وہی کیفیت ہلاکو کے ہاتھون خود
اسلام کے اس مرکز کی ہوئی۔ اس حملہ مین بھی کم و بیش بیس لاکھ مسلمان شہید ہوے۔
اور جس طریقہ سے ترکستان وغیرہ کو چنگیز کے ہاتھون ناقابل تلافی نقصان پہونچا تھا
وہی حشر بغداد وغیرہ کا ہوا۔ اس واقعہ کو بھی مین نتائج کے اعتبار سے ہنگامہ کربلا سے
زیادہ الم انگیز سمجھتا ہون خاص طور پر اسلئے کہ اس مصیبت کا سبب بڑا عبرت انگیز تھا۔

(۴) ۱۴۹۱ء مین اسپین کی باقی ماندہ اسلامی حکومت وہان کے عیسائیون کی متحدہ
طاقت کے سامنے بالکل معذور اور عاجز ہو گئی تھی۔ بالآخر ایک معاہدہ کی رو سے یہ
طے ہوا کہ اگر دو ماہ کے اندر اندر مسلمانون کی امداد کے لئے کوئی اسلامی حکومت اقدام
نہ کرے تو غرناطہ وغیرہ عیسائیون کے سپرد کر دیا جاوے۔ روم اور مصر کے مسلمان

حکمرانون سے امداد کی درخواست کی گئی لیکن کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔ ملک عیسائیون کے سپرد کردیا گیا۔ اور جس جگہ مسلمانون نے آٹھ صدیون تک بڑی شان سے حکومت کی تھی وہان سے ان کو اس طریقہ سے نکالدیا گیا کہ بعد مین کوئی پہچان بھی نہ سکے کہ یہان یہ غریب الوطن صدیون تک رہ چکے ہین لیکن اس واقعہ کا سب سے زیادہ المناک پہلو یہ ہے کہ اسلامی حکومتون نے مسلمانان اسپین کی سخت ضرورت کے وقت کوئی امداد نہ کی۔ سلاطین روم و مصر اگر چاہتے تو ان کی مدد کر سکتے تھے یہ واقعہ بھی اسلامی تاریخ کے نہایت دردناک بابون مین سے ایک ہے۔

(۵) ۱۰۹۵ء سے صلیبی جنگون کا آغاز ہوا اور اگرچہ یہ سلسلہ باضابطہ طریقہ سے تو کم وبیش ۲۰۰ سال رہا لیکن ۱۹۱۸ء مین وزیر اعظم برطانیہ نے پھر اسکی یاددہانی کی تھی۔ اگرچہ ان جنگون کا ظاہری مقصد تو فلسطین کا مسلمانون سے لے لینا تھا لیکن اس تمام مخالفت کی تہ مین وہی جذبہ عناد وبغض کارفرما تھا جو عیسائیت کو اسلام کے ساتھ شروع سے رہا ہے۔ تاتاریون نے ترکستان، ایران، اور افغانستان وغیرہ کو تباہ و برباد کیا۔ پھر آگے بڑھکر ہلاکو نے کچھ عرصہ کے بعد عباسی خلافت کا خاتمہ کردیا۔ صلیبی جنگون نے شام، ایشیائے کوچک اور فلسطین وغیرہ ادھر کی اسلامی آبادیون کو تباہ و برباد کیا۔ غیر مسلمون کے اس متفقہ ہجوم نے اسلامی تہذیب و تمدن کے اس گہوارہ کو

ترکستان سے لیکر فلسطین تک وہ نا قابل تلافی نقصان پہونچا یا کہ آج تک یہ ممالک نہین نپٹ سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۶) واصل بن عطا جسکو امام جعفر صادق اور حسن بصری جیسے کاملین وقت سے استفادہ حاصل کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ یہ کہتا تھا کہ علما و فقہاء کا یہ نظریہ کہ شرعی امور مین کسی حالت مین بھی کسی تبدیلی کا امکان نہین اسلام کے نشو ونما کے لئے سم قاتل ہے۔ اس اعتراض کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مامون جیسے عدیم النظیر انسان کی ضرورت تھی چنانچہ اس کی خلافت کے زمانہ مین مسلمانون مین واصل کا فلسفہ مقبول ہونے لگا تھا۔ لیکن المتوکل علی اللہ نے پوری قوت کے ساتھ اس تجربہ کو روک دیا۔ اور تعصب اور تنگ نظری کا دور جس کی ضابطہ کے ملاؤن کو بڑی آرزو تھی۔ پھر شروع ہو گیا۔ اس عاقبت نا اندیشی اور تنگ نظری کا بحیثیت مجموعی اسلام کے مستقبل کے اوپر جو اثر پڑا وہ اس درجہ ہولناک اور غیر قابل تلافی ہے۔ کہ اگر اس پر قیامت تک ماتم کیا جائے تو کم ہے۔

(۷) اگر واصل کا فلسفہ آج تمام عالم اسلامی مین رائج ہوتا تو ہم یہ روزِ بد کیون دیکھتے کہ مسلمان آبادیان جن کو متعصب و تنگ نظر "علما" نے اپنے رویہ سے بالکل مایوس کر دیا ہے۔ سائنس اور جدید علوم مغربیہ سے جہالت کی وجہ سے

اپنے کو مغربی قوموں سے کمتر تصور کرتی ہیں اور آہستہ آہستہ مغربی تمدن و معاشرت کو قبول کرتی جاتی ہیں۔ اس دردناک صورت حالات کو جس کے ساتھ اسلام کا مستقبل وابستہ ہے میں سخت خطرہ کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور چونکہ اس کے ذمہ دار وہ ہیں جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کا جانشین سمجھتے ہیں اس لئے عوام کا اس مغالطہ سے نکلنا بہت دیر کا کام معلوم ہوتا ہے۔ اس بیڑہ کی ناخدائی کا چارج اگر ان سے فوراً نہ لے لیا گیا تو بیڑہ کے ڈوبنے کا سب کو انتظار کرنا چاہیئے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمانوں کا ہادی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ واقعتاً اُن کو گمراہ کر رہے ہیں۔ وہ ذہنیت جو اس مغالطہ اور فریب کو بروئے کار لانے کا موجب ہوئی ہے میرے نزدیک ماتم کے قابل ہے جس وقت تک یہ ذہنیت قائم ہے ہر روز سانحہ کربلا کے اعادہ کے سامان ہو سکتے ہیں۔

(۸) اسلام کی نشو و نما کے لئے آزاد فضا کی ضرورت ہے غلامی اور اسلام دو ایسی چیزیں ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے کسی ملک میں مسلمانوں کی آزادی سلب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یا تو ایسے ممالک میں بحیثیت مذہب کے اسلام غائب ہو جاتا ہے اور یا پھر وہاں مسلمان آبادی کے مخصوص قومی خصائل رفتہ رفتہ زائل ہو جاتے ہیں یعنی ایک ملک کے اسلامی حکمران جماعت کے ہاتھ سے نکل جانے سے وہاں اسلام کی

موت سمجھتا ہوں۔ اور میرا ایسا واقعہ میرے نزدیک ہزار کربلاؤں کا سرمایہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ بڑے سے بڑے مسلمان کی شخصیت خواہ وہ امام حسین ہی کیوں نہ ہوں بہرحال مشرف ہے صرف اسلام کے وجود سے اگر خدانخواستہ کسی ملک میں اس مذہب کے ماننے والے ہی نہ رہیں تو پھر اس کے بزرگوں کی یادگار کہاں۔ اگر شہداء کربلا کا ماتم سال میں دس روز کیا جاوے تو پھر اسلامی سلطنت کی تباہی کا ماتم سال کے ۳۶۵ دن برابر رہنا چاہیئے۔

اپنے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے میرا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں کسی اور بات کے اضافہ کی خاص ضرورت نہیں۔

اگر میں یہ کہوں کہ اسلام کی ساری تاریخ کربلاؤں کا ایک مجموعہ ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ میں مبالغہ سے کام نہیں لونگا۔ اس لئے اگر ہم قیامت تک ہر روز ماتم کریں تو بیجا نہیں لیکن یہ فطرت کے منشاء کے خلاف ہے۔ انسان کا صرف یہی فرض ہے کہ وہ سابقہ کوتاہیوں کا مطالعہ کرنے کے بعد آیندہ اصلاح کی کوشش کرے۔ واللہ اس سے یہ مطلب نہیں کہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شہادت کی تخفیف کرتا ہوں نعوذ باللہ کسی چیز کو صداقت سے اتنا بعد نہیں ہو سکتا جتنا اس الزام کو واقعیت کے ساتھ ہو تم میرا سینہ چیر کر دیکھ لو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ رسول اللہ صلعم اور ان کے اہلبیت

کے ساتھ ۔ مجھے بھی اتنی ہی محبت ہے جتنی تم کو ہے لیکن فرق صرف اس قدر ہے کہ مین واقعات کے ہر پہلو پر ایک اور حیثیت کے ساتھ نگاہ ڈالتا ہون لیکن مین سچ کہتا ہون کہ میری نیت خراب نہین ۔ تم بھی چاہتے ہو کہ اسلام کی عظمت و شان مین اضافہ ہو ۔ اور میری بھی یہی آرزو ہے اس کے حصول کا طریقہ تمہارے نزدیک اور ہے، میرے نزدیک اور ہے ۔ آنیوالا زمانہ میرے ساتھ اتفاق کریگا یا تمہارے ساتھ یہ صرف مستقبل بتائیگا ۔

مین نے اوپر یہ کہا ہے کہ شہداء کربلا کی سالانہ یادگار جس طریقہ سے منائی جاتی ہے اس سے مجھے شدید اختلاف ہے اور اپنے اس بیان کے آخری حصہ مین مین نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی تاریخ مین بہت سے ایسے واقعات ہین جو نتائج کے اعتبار سے واقعۂ کربلا سے زیادہ ہولناک ہین، مین چاہتا ہون کہ مناسب وقت پر مسلمان ایسے واقعات کی یادگار بھی منایا کرین ۔

اگر محرم کے مراسم وغیرہ میرے نزدیک سخت قابل اعتراض ہین تو آخر شہداء کربلا کی یادگار کا کونسا طریقہ مین پسندیدہ سمجھتا ہون ۔ عشرہ محرم مین روزانہ کسی مقررہ وقت پر جلسے ہوا کرین جس مین شیعہ اور سنی دونون شریک ہون اور سامعین کی اطلاع کے لئے صرف مستند واقعات بلاکم وکاست بیان کئے جائین ۔ تقریر کا کوئی حصہ

ایسا نہ ہو جس سے کسی فریق کی مذہبی حسیات کو تکلیف پہونچے۔ ہر جلسہ کے بعد ان امور پر غور ہو جو مسلمانون کے ان دو بڑے فریقون کے اختلاف مین کمی کا باعث ہو سکتے ہین۔ جلسہ کے بعد کسی قسم کی شیرینی وغیرہ کا انتظام ہرگز نہو۔ تا مجمع مین ان لوگون کی کثرت نہو جو صرف شیرینی کا لطف اٹھانے آتے ہین۔ دسوین تاریخ کو لوگ ماتمی لباس مین کسی نظم اور ضبط کے ماتحت عسکری شان کے ساتھ اسلامی وقار اور متانت کی پوری تصویر بکر بلا جائین۔ وہان فاتحہ وغیرہ پڑہین۔ اور منتشر ہو کر اپنے اپنے مکانون کو پلٹ جاوین مختلف اسلامی فرقون کا یہ ایک مشترک جلوس ہو گا۔ اس روز خیرات کی بہتر صورت یہ ہو گی کہ جو رقم اس مد مین صرف کے لئے تجویز ہو۔ اس سے یا تو ایسی جگہ کنوان وغیرہ بنوا دیا جاوے جہان پہلے کوئی موجود نہ ہو اور جس سے اس نواح کے باشندون کو آرام پہونچے، یا تحقیق کرنے کے بعد شہر کے ایسے محتاج لوگون کو کاروبار وغیرہ کرا دیا جاوے جو ناداری اور افلاس کی وجہ سے اپنا وقت مشکل سے کاٹ رہے ہون۔ ایسی امداد سے وہ قوم کے لئے مفید افراد ہو سکتے ہین جس شہر مین مسلمانون کی نمائندہ جماعت قائم ہو چکی ہو اگر اس کے سپرد یہ روپیہ کر دیا جاوے تو وہ اس مصرف کا معقول طریقہ نکال سکے گی۔ یہ صورت بہر حال اس سے بہتر ہے کہ عام راہ گیرون کو زبردستی گلاس بھر کر شربت پلایا جا رہا ہے۔

کھچڑا کچھ زمین پر پھینکا جا رہا ہے۔ کچھ ضرورتمندون کو مل رہا ہے۔ کچھ نااہلون کو دیا جا رہا ہے۔ اس طریقہ سے روپیہ بھی زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اور عام دیکھنے والون کو مسلمان فقراء وغیرہ کا یہ غیر اسلامی منظر تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے۔ رہا تیجہ، چالیسوان وغیرہ یہ سب مسخرہ پن ہے۔ اس کی جاری رہنے کی اجازت دینا نا ممکن ہے۔ زیادہ سے زیادہ فاتحہ وغیرہ بالکل کافی ہے۔ خدا سے میری دعا ہے کہ وہ میری آرزوئے اصلاح کو پورا کرے۔ آمین

ملک کے مختلف شہرون مین مختلف تاریخون پر بزرگ اور مقدس مسلمانون کے

عرس مزارون پر ہر سال عرس ہوتے ہین تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ عموماً ہر جگہ ایسے موقعون پر جو کچھ ہوتا ہے اسے اختصار کے ساتھ مین نیچے درج کرتا ہون۔ مقررہ تاریخ پر مزار کو غسل دیا جاتا ہے اس پر چادر ڈالی جاتی ہے۔ گویا باقاعدہ تجہیز و تکفین ہوتی ہے سبحان اللہ۔ پھول چڑھائے جاتے ہین۔ قوالی ہوتی ہے۔ اور گانے والون مین اکثر رنڈیان بھی ہوتی ہین۔ ڈھول تاشہ بھی اکثر سرور مین اضافہ کے لئے موجود ہوتا ہے۔ فاتحہ ہوتی ہے۔ لنگر تقسیم ہوتا ہے اور مجمع منتشر ہو جاتا ہے عرس کے موقعون پر بعض جگہ اجتماع زیادہ ہوتا ہے بعض جگہ کم۔ ہر درگاہ یا مزار کے لئے کچھ وقف شدہ جائیداد ہوتی ہے۔ جس سے اس کے متعلق مصارف کا بیشتر حصہ پورا ہوتا ہے بقایا معتقدین کی جیبین پورا کرتی ہین بعض اوقاف بڑی بڑی آمدنی کے ہوتے ہین

اور عموماً خوش عقیدہ لوگ بھی کافی قمیں پیش کرتے ہین مذہبی امور سے ان حرکات کو کوئی تعلق نہین اس لئے ہم آزادی سے اسکے حسن وقبح پر تنقید کر سکتے ہین۔ مزار کو غسل دینا اس پر چادر چڑھانا، پھول چڑھانا۔ سخت قابل اعتراض حرکتین ہین لیکن حیرت مجھے یہ ہے کہ منتظمین کو ایسی شرمناک حرکت کرنے کی جرات کیسے ہوتی ہے۔ مین مانتا ہون کہ ایسے مجمعون مین کثرت جہلا کی ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو بڑی آسانی سے ہر بات مین مغالطہ دیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک تعداد تعلیمیافتہ لوگونکی ضرور ان تماشون مین حصہ لیتی ہے۔ اگر وہ ان ترکیبون کو نظر پسندیدگی دیکھتے ہین تو انکی مذہبی بےحسی افسوس کے قابل ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ان بدعنوانیون کو محسوس کرتے ہین اور خاموش رہتے ہین ان کی اخلاقی کمزوری ملامت کے قابل ہے۔ منتظمین اور وہ لوگ جو ایسے دستر خوانون کے ریزہ چین ہین۔ دوسری مد مین آتے ہین۔ ان حضرات کی معاش کی ہی یہ صورت ہے۔ اس لئے اس جانب سے اصلاح کی امید رکھنا عبث ہے۔ قبرون کے احترام کے بارے مین جو میرے خیالات ہین وہ آگے آتے ہین نیز اوقاف کے متعلق مین نے تفصیل کے ساتھ پانچوین باب مین بحث کی ہے۔

رہا قوالیون کا مسئلہ صوفی منش اصحاب کو اس سے فی الجملہ سکون اور راحت ہوتی ہے لیکن اس تقریب کے لئے ان کے مکانات بالکل کافی ہین۔ لوگون کا جمع کرنا

اور رنڈیون سے پڑھوانا ستم ظریفی نہین تو کیا ہے ۔

لوگون کا وقت خراب ہوتا ہے ۔ روپیہ خراب ہوتا ہے ۔ بیکارون کی ہمت افزائی ہوتی ہے ۔ عوام کی ذہنیت تباہ ہوتی ہے ۔ جدید تعلیم یافتہ اصحاب جب ان بدتمیزیون کو مذہب کے نام سے ہوتا ہوا دیکھتے ہین تو وہ خود مذہب سے بدظن ہو جاتے ہین ۔ غیر مسلم اصحاب کو استہزا کا موقعہ ملتا ہے جو کارروائی اس قدر نقصانات کا سبب ہو اسے کون جاری رکھنا پسند کریگا ۔ یہ ایک لعنت ہے جو جس قدر جلد ختم ہو جاوے اچھا ہے مسلمانون کی ایک بڑی جماعت کا کسی ایک موقعہ پر جمع ہو جانا مین ہر حیثیت سے بہت مفید سمجھتا ہون ۔ اس لئے تقریب عرس کا یہ پہلو میرے نزدیک پسندیدہ ہے لیکن دور دراز سے تمام دقتین برداشت کرکے جو لوگ آئین اور اس سادگی کا مظاہرہ کرنے کے بعد واپس تشریف لیجائین ۔ ان کی حالت قابل رحم ہے لیکن اسکے ذمہ دار تو وہ ہین جنھون نے اپنی معاش کے لئے یہ ڈھونگ بنا یا ہے ۔ یہ لوگ اپنی ناپاک اغراض کی خاطر عوام کو مغالطہ مین رکھتے ہین اور اپنی ریاکارانہ عبادت سے اپنے معبود کو بھی دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہین ؎

ہرگز ازان قوم نہ باشی کہ فریبند　　٭　　حق را بسجودے و نبی را بدرودے

اس واہیات کا بہر صورت انسداد ہونا چاہئے ۔ اوقاف کا وہ انتظام

جس کا ذکر آگے آیا ہے اور رائے عامہ کی اس مسئلہ میں صحیح تربیت اور یہ عزم کہ اس بدعت کو بہر حال ختم کرنا ہے۔ کامیابی کے لئے انشاء اللہ کافی ہونگے تعمیر ملت کے پروگرام میں اس شعبہ کو خاص اہمیت حاصل ہونی چاہیئے۔ اس کا بیشک خیال رکھا جائیگا کہ جن جن اصحاب کو ایسی جگہوں سے مستقل گذارہ ملتا ہے اُن کو اس وقت تک امداد ملیگی جس وقت تک کہ وہ اپنی معاش کا دوسرا معقول انتظام نہ کرلیں۔

ان دلچسپ کارروائیوں کے انسداد کے بعد بھی اگر مسلمان خاصی تعداد میں فاتحہ کی غرض سے درگاہ میں تشریف لاویں تو مقامی جماعت کو ان کی موجودگی سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اپنے مقاصد کی تبلیغ کرنی چاہیئے۔ اور ان کو عملی کام کے فوائد سے روشناس کرنا چاہیئے اور سب سے زیادہ اس بات کا لحاظ رکھا جاوے کہ وہ لوگ پھر سابقہ حرکات کے اعادہ کی جرأت نہ کریں۔

قبر پرستی پانی پت میں عارضی قیام کے دوران میں مجھے بو علی شاہ قلندر کے مزار کے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کمرہ میں ان کی قبر تھی اس کے چاروں طرف درخواستیں ٹنگی ہوئی تھیں کسی میں لکھا ہوا تھا کہ یا قلندر صاحب مجھے اسسٹنٹ سیکرٹری

دلواد ہ کسی مین لکھا تھا کہ اتنے روپیہ کی ضرورت ہے اس کا انتظام کر دو مین نے
یہ بھی دیکھا کہ لوگ زیارت کی غرض سے آتے تھے ۔ اور چوکھٹ کو بوسہ دیتے تھے۔
اور قبر کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے تھے مین نے یہ بھی دیکھا کہ قبر سے واپسی کے وقت
لوگ اس طرف اپنی پشت نہ کرتے تھے ۔ اسی زمانہ مین حیدرآباد دکن کے ایک مولوی صاحب
درگاہ کی ایک کوٹھری مین مقیم ہوے ۔ مین ہر روز عصر کی نماز اسی درگاہ کی مسجد
مین پڑھتا تھا ۔ مین نے دیکھا کہ وہ اپنی کوٹھری مین سے نکلے اور جب اس مقام پر
پہونچے جہان سے قلندر صاحب کا مزار دکھتا تھا وہ فوراً جھکے اور نہایت ادب سے
سلام کیا مین نے وہان دو آدمی ننگے بھی دیکھے جس مین سے ایک جوان تھا ۔
دوسرا خاصی عمر کا لڑکا تھا ۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ دونون ۲۴ گھنٹے اسی حالت مین
یہان رہتے ہین ۔ یہ کہ ان کو قلندر صاحب سے خاص نسبت ہے ۔ یہ روحانی
تعلقات بہر صورت کسی نوعیت کے ہون لیکن مجھ جیسے ظاہر بین کے لئے یہ مشکل تھا
کہ مین ان کی اس حالت کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھون ۔ خاص کر جب مین یہ دیکھ
چکا تھا کہ زائرین مین عورتون کی تعداد بھی خاصی ہوتی ہے ۔ ایک روز شام کو
مین نے دیکھا کہ ایک نوجوان فقیر دروازہ مین سے درگاہ کے اندر آیا اور ایک عجیب
انداز سے ناچتا ہوا دوسرے راستہ سے نکل گیا ۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہوے تھے

انھون نے اس حرکت کو استحسان و ارادت کی نگاہ سے دیکھا۔ لیکن مجھے سوائے بدتمیزی اور چھچھورے پن کے اس مین کچھ نظر نہین آیا۔ شاید میری آنکھون مین بصیرت نہین، درگاہ کے دروازہ سے مزار کے اندر تک فقیرون اور مجاورن کی یہ کثرت تھی کہ اس کا تصور کر کے بھی میرا سر ندامت سے جھکا جاتا ہے۔ مین چاہتا تھا کہ مجھے قلندر صاحب کے متعلق کوئی صحیح اور مستند اطلاع دے کہ آپ کا وطن کہان تھا پیدائش کہان ہوئی، یہان کیسے آئے تعلیم کیا تھی ان کی زندگی کے خاص خاص واقعات کیا تھے۔ انھون نے وہ کون سے کام کئے کہ آج تک مسلمان اُن کے آگے احترام سے سر جھکاتے ہین۔ انتقال کب ہوا۔ وغیرہ وغیرہ، لیکن مجھ کو افسوس ہے کہ مجھے ان مین سے ایک بات بھی کوئی نہین بتا سکا۔ کسی نے کہا کہ یہ شیر پر سوار ہو کر سفر کرتے تھے، کسی نے کہا کہ ایک شخص کو انھون نے دیکھا تو وہ خاک ہوگیا۔ وقس علیٰ ہذا۔

(۲) پیران کلیر بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہان بھی مین نے دیکھا کہ لوگ قبر کے سامنے سجدہ کرتے تھے۔ باقی اور واقعات بھی کم و بیش یہان بانی پت کے سے تھے۔ اجمیر بھی گیا تھا اسٹیشن پر ہی ایک مجاور ملگئے جنھون نے مجھے درگاہ کے ایک حصہ مین ٹھیرا دیا۔ پھر کہا کہ چلئے فاتحہ پڑھ آئیے مین نے کہا کہ چلو قبر کے باہر دو تین شخص

گوٹہ کے کپڑے پہنے بیٹھے تھے۔ مجاور نے کہا کہ یہ سجادہ نشین ہین فاتحہ کیلئے انھین
کچھ دیجئے۔ مین نے کہا کہ مین کچھ نہین دونگا۔ تو وہ آدمی بولے کہ پھر فاتحہ کیسے
پڑھیے گا۔ مین نے کہا اگر تم کو روپیہ دئیے بغیر فاتحہ نہین پڑھ سکتا تو مین فاتحہ نہین
پڑھونگا۔ اور مین اپنے جاۓ قیام پر واپس آگیا۔ لیکن بالآخر میرے ساتھ رعایت ہوئی
اور بغیر روپیہ وصول کئے مجھے فاتحہ کی اجازت ہوگئی مین جب قبر کے پاس پہونچا تو
وہان کے مجاور نے مجھ سے سجدہ کرنے کو کہا۔ خیر مین نے فاتحہ پڑھی اور واپس ہوا۔
اور جہان قیام کیا تھا وہان جا کر ٹانگ پر ٹانگ رکھکر بیٹھ گیا۔ ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا کہ
حضرت ٹانگین نیچی رکھئے یہ بے ادبی ہے۔ مین نے ان کے ارشاد کی تعمیل ضروری نہین
سمجھی انھون نے اِدھر اُدھر جا کر کہنا شروع کیا کہ یہ وہابی ہے۔ باقی باتین یہان کی
بھی وہی تھین جیسی پانی پت مین دیکھی تھین لیکن زیادہ بڑے پیمانہ پر۔ جس جس جگہ
بزرگون کے مزار ہین وہان قریب قریب یہی کارروائیان ہوتی ہین۔ چادرین چڑہائی
جاتی ہین منتین مانی جاتی ہین، درخواستین منظوری کے واسطے پیش ہوتی ہین، قبرون کو
سجدہ کیا جاتا ہے، ان کا احترام و اکرام ایسے ہوتا ہے جیسے وہ لوگ زندہ ہین اس
بیان کے بعد کیا یہ کہنے کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ بدینی کا اس سے زیادہ قابل شرم
مظاہرہ مشکل سے قیاس مین آسکتا ہے انسان کے جسم مین سے جب روح نکل جاتی ہے تو

وہ مٹی کے ڈھیلے سے زیادہ کام کا نہین رہتا۔ اور کسی کو نفع یا نقصان پہونچانے کی اس مین طاقت نہین رہتی کسی بات کا احساس اس کو نہین ہو سکتا۔ پھر اس غیر معمولی احترام و اکرام کے کیا معنی۔ مردون کے حضور مین درخواستین دیجاتی ہین کہ ایسا کر دیجئے اور یون ہو جاوے۔ وغیرہ وغیرہ۔ سادگی، مغالطہ، بیوقوفی، اور ایمان کی کمزوری کی اس سے زیادہ بین دلیل کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن ہمین قصوران کا نہین جو یہ حرکتین کرتے ہین۔ قصوران حضرات کا ہے جو یہ حرکتین ہونے دیتے ہین۔ بڑے بڑے لوگ ہر حیثیت سے دوسرے مذہبون مین بھی ہوتے ہین ہر قوم اپنے پیشواؤن کا انکے مرنے کے بعد احترام کرتی ہے لیکن اس احترام کی ایک شکل ہوتی ہے جس پر کسی ذی عقل انسان کو اعتراض نہین ہو سکتا۔ وہ اس کی یادگار مناتے ہین اسکے صحیح واقعات لوگون کے سامنے پیش کرتے ہین اس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہین۔ اور اس کی مفید زندگی سے سبق حاصل کرتے ہین۔ ہندوؤن اور عیسائیون وغیرہ مین یہی ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہین جن کو ہم مشرک کہتے ہین۔ ہم جو موحد ہین جو توحید کے بارے مین دوسرے مذہب والون کے اعتقادات پر ہنستے ہین۔ اپنے پیشواؤن کا احترام اس طریقہ سے کرتے ہین کہ غیرون کے سامنے سر اٹھانے کا موقعہ نہ ملے ؎

ایک ہم ہین کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ ٭ ایک وہ ہین کہ جنھین تصویر بنا آتی ہے!

صحیح اور اعلیٰ تعلیم مع مسلسل پروپیگنڈے کے اس جہالت سے نکلنے کیلئے ضروری ہے۔ ایسی تحریکون مین بلا استثنا، قومی کام کرنے والون کو اس جماعت کیطرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑیگا جن کا اس تحریک کی کامیابی کی صورت مین سخت نقصان ہوگا۔ لیکن بہر حال لوگ اگر مخالفت کا خیال کر کے اصلاح کا خیال چھوڑ دین تو دنیا کے کام کیسے چل سکتے ہین۔ البتہ اس کا لحاظ ضرور رکھا جائے کہ جو لوگ اس تحریک کی کامیابی کی صورت مین بیکار ہو جاوین ان کی معاش کا انتظام اس وقت تک اپنے ذمہ رکھا جاوے جبتک کہ وہ دوسرا انتظام نہ کرلین۔

پیری مریدی عموماً ایک شخص کا مطمح نظر یہ ہوسکتا ہے کہ اپنی زندگی مین وہ ایسے کام کرے کہ بالآخر اس کا انجام بخیر ہو۔ دنیا مین مختلف اوقات مین ایسے ہادی پیدا ہوتے رہے جنہون نے اپنے وقت مین لوگون کو کامیاب زندگی بسر کرنیکا راز بتایا۔ ان کے متبعین ان کی تعلیم کو نسلاً بعد نسلاً عوام تک پہونچاتے رہے۔ اپنے وقت پر رسول اللہ صلعم تشریف لائے۔ اور خدا کا یہ آخری پیغام دنیا والون کو سنایا کہ جو ذرہ برابر نیکی کریگا اس کو اس کا اجر دیا جائیگا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا اس کو اس کی سزا دیجائیگی۔ کس قدر جامع اور قاطع ارشاد ہے۔ صاف اور صریح جس مین وزا تاویل کی گنجائش نہین اپنے مقدس رسول کی اس پاک تعلیم کی نشر و تبلیغ کی

ذمہ داری انھون نے لی جن کو خدا نے زیور علم سے آراستہ کیا تھا۔ اور یہ صورت کم وبیش بہر حال اس وقت تک جاری ہے۔ زمانہ کے انحطاط کے ساتھ علماء کی وہ خوبیان بھی کم ہوتی چلی گئین جھون نے انکو ایک ممتاز اور محترم گروہ بنا رکھا تھا۔ اسکا اثر یہ ہوا کہ عوام کے اوپر سے اس جماعت کا اقتدار رفتہ رفتہ اُٹھنے لگا۔ علما کیساتھ ساتھ ہمیشہ ایک جماعت صوفی منش اصحاب کی بھی رہی ہے۔ جن کی مقدس اور پاک زندگیون سے عوام نے سبق حاصل کیا ہے۔ ان محترم لوگون کی خاموش زندگی نے ہی تبلیغ کے سلسلہ مین وہ کام کیا جو آجکل کی منظم جماعتین مشکل سے کرسکتی ہین۔ یہ لوگ مسلمان تھے۔ یہ اس اسلام کے پیر و تھے جو دنیا کے سامنے رسول صلعم نے پیش کیا تھا۔ اسلام کے انحطاط کی وجہ سے مسلمانون کی زندگی کے ہر شعبہ مین اضمحلال اور تنزل کے آثار ہویدا ہو گئے۔ صوفیائے کرام کا حلقہ بھی اس ماحول سے متاثر ہوے بغیر نہ رہا اور اس کا نتیجہ اس گروہ کی پیدا وار ہے جسے آجکل کی اصطلاح مین "پیر" کہتے ہین۔ میرے اس مضمون کا موضوع ایک حد تک یہی لوگ ہین۔ مسلمانون مین عوام کی بھولی بھالی سادگی کی کوئی انتہا نہین۔ شہری آبادی تعلیم یافتہ لوگون کی ہمسائگی کی وجہ سے تاہم برے اور بھلے مین ایک حد تک تمیز کرلیتی ہے لیکن گاؤن کے مسلمان تو سادگی مجسم ہوتے ہین۔ جس طریقہ پر آپ انھین لے چلین انھین اس پر چلنے مین کوئی تامل نہ ہوگا۔

ایک مسئلہ پر وہی شخص تنقید کر سکتا ہے جو اس کے حسن و قبح کو پہچان سکے اور یہ بغیر تعلیم کے ممکن نہیں لیکن یہ وہ نعمت ہے جس سے یہ غریب بالکل محروم ہیں با این ہمہ ان لوگوں کو مذہب سے جو عشق ہے اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھیں کچھ عرصہ ان میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو۔ پیر آجکل عموماً تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو خاندانی پیر یعنی پیر ابن پیر ابن پیر۔۔۔ پیر بننے کے لئے اس قسم کے لوگوں کو کسی مجاہدہ، ریاضت یا تعلیم کی ضرورت نہیں۔ چونکہ یہ پیر کی اولاد سے ہیں لہذا پیر ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعلیم عموماً ناقص ہوتی ہے۔ تاہم اپنے متعلق اس گروہ میں ایک خاص قسم کی غلط فہمی ہوتی ہے۔ تعلیم یہ ہو اور ذہنیت وہ تو نتیجہ کے متعلق اندازہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔ لیکن مرید صرف سطحی امور کو دیکھ سکتے ہیں اور اندھا دھند تقلید کرتے ہیں۔ لیکن عوام کی ایسی جماعت سے جیسا کہ میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ اور امید بھی کیا ہو سکتی ہے۔ حکومت مناسب وقت پر ایسے پیروں کے اثر سے پورا پورا فائدہ اٹھاتی ہے۔ اور یہ میرا تجربہ ہے کہ یہ حضرات بلا استثناء ہر موقعہ پر ملت کے اغراض و مقاصد کو حکام کی خوشنودی پر قربان کر دیتے ہیں۔ دوسرے جنھیں لوگ تھوڑی بہت عربی پڑھ لیتے ہیں اور ان کی معاش وغیرہ کا کچھ انتظام نہیں ہوتا وہ کسی اور کاروبار کے مقابلہ میں پیر ہو جانا بڑے نفع کا کام سمجھتے ہیں۔ غریب گنوار ان کی آسایش کو مقدم سمجھتے ہیں سالانہ یا ماہوار جو نذرانہ یہ وصول کریں اس کو کسی نہ کسی

طرح سے ادا کرتے ہین - گورنمنٹ تو کسی سال کی مالگذاری معاف کر دیتی ہے لیکن یہ ایسا
ٹیکس ہے جو کسی حالت مین بھی معاف نہین ہوتا - یہ لوگ خود جاہل اور گمراہ ہوتے ہین -
اس لئے یہ امید نہین کی جا سکتی ہے کہ اپنے مریدون کو وہ کوئی صحیح تعلیم دے سکین گے -
یہ لوگ خواہ اپنی جہالت کو پہچانتے ہون یا نہ لیکن مرید بیشک ان کی تعلیم کو مذہب کا بڑا
جزو سمجھتے ہین - مذہب کی یہ قابل افسوس تعلیم عوام کی ذہنیت کے اوپر جو رنجیدہ اور
مستقل اثر ڈال سکتی ہے - اس کے تصور سے بھی پریشانی ہوتی ہے - ان دو جماعتون کے
علاوہ "پیرون" کا ایک گروہ اور بھی ہوتا ہے - بدمعاش اور غنڈے دیدہ و دانستہ عوام
کو لوٹنے کی غرض سے گاؤن مین "پیری مریدی" کا ڈھونگ رچاتے ہین - اور مذہب کے
نام پر وہ واہیات حرکات اپنے آپ کرتے ہین اور عوام سے کراتے ہین کہ العیاذ باللہ
کم از کم آخری دو قسم کے پیرون کے متعلق تو یہ آئے دن کا تجربہ ہے کہ کوئی کسی کی بیوی کو
لیکر بھاگ گیا - کوئی کسی کی لڑکی کو لے گیا کسی نے کسی کی عورت سے زنا کیا - وقس علیٰ ہذا -
ایک پیر کہتا ہے کہ میرے معتقدین کو نماز و روزہ وغیرہ کی ضرورت نہین صرف ان کی
ہدایات پر عمل کافی ہے - دوسرا ناچ گانے اور شراب خوری مین اپنے اور اپنے
مریدون کے لئے کوئی خرابی نہین دیکھتا - بہر حال لچّون غنڈون اور بدمعاشون کا
یہ ایک گروہ ہے جس کا استیصال لازمی ہے ورنہ جس وقت تک انکا زہر عوام مین سرایت

کرتا رہے گا۔ لاتعداد مفسدات بڑے کار آتے رہیں گے۔ لیکن اس ساری جماعت کی تعلیم کا وہ حصہ جس کی تبلیغ کو میں سب سے زیادہ مہلک سمجھتا ہوں۔ ابھی بتانا باقی ہے۔ خدائے پاک کا حکم ہے کہ اپنے اعمال درست رکھو تاکہ تم فلاح کی امید رکھ سکو۔ رسول پاک صلعم نے اس پاک پیغام کی جب وضاحت کی یہی فرمایا کہ اگر اپنی نجات چاہتے ہو تو اپنے اعمال درست کرو۔ اپنی بیٹی سے فرمایا کہ میری اولاد ہونا تمہارے کام نہیں آئیگا۔ اگر انجام بخیر چاہتی ہو تو اس کے لئے ویسے ہی کام کرو۔ اس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں کہ ایک شخص کسی حیثیت کا کیوں نہ ہو۔ اگر نیک اعمال کریگا تو اس کا انجام نیک ہوگا۔ پیر یہ کہتا ہے کہ بلا لحاظ اعمال کے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی نجات کا ایک ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہ جیسے ایک شخص کو کسی بلند جگہ پر چڑھنے کے لئے سیڑھی وغیرہ درکار ہوتی ہے اسی طریقہ سے انسان منزل مقصود تک جب پہونچ سکتا ہے جب کوئی ذریعہ اس کے پہونچنے کا ہو۔ پیر کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ ہم ہیں۔ یہ صریح جھوٹ، فریب، اور دھوکا ہے۔ اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم میں اور اس میں اتنا ہی فرق ہے جتنا روشنی اور تاریکی میں ہو سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم خود مختاری اور اعتماد علی النفس کا سبق دیتی ہے۔ اور پیر لوگوں کو اپنی گمراہ کن تعلیم سے توہمات کے ایک لا متناہی سلسلہ میں پھانس دیتا ہے۔ جس میں سے نکلنا اس کیلئے ناممکن ہو جاتا ہے

اس کو اپنے اوپر بالکل بھروسہ نہیں رہتا اس کی ذہنیت شرمناک حد تک غلامانہ ہو جاتی ہے۔ اور اس قسم کی دماغی کیفیت کے بعد جو نتائج ظہور پذیر ہو سکتے ہیں ان سب کا خمیازہ اس غریب کو بھگتنا پڑتا ہے۔

لہٰذا اس جماعت کے وجود کو اسلام کے لئے میں نہ صرف غیر ضروری بلکہ ناقابل برداشت حد تک مضر سمجھتا ہوں جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے اس جماعت کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

موخر الذکر دو جماعتوں کے بارے میں بلا تامل یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بدمعاشوں، چلتوں، اور غنڈوں کی ایک ظالم جماعت ہے جس نے اپنے کمینہ اغراض کیلئے سیدھے سادھے عوام کو مغالطے میں ڈال رکھا ہے اور ان کا استیصال مسلمانوں پر ایسا ہی لازمی ہے جیسا کسی موذی جانور کا انکے اوپر رحم کرنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔ ان کا وجود جسد اسلامی کے لئے ناسور کا حکم رکھتا ہے اسلئے اس کو برقرار رکھنا اسلام دشمنی ہے۔

قومی کارکن اس لعنت کے مٹانے میں تمام ذی ہوش اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کی اخلاقی امداد کے اوپر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ جہاں ایسے دس پندرہ پیروں کیساتھ عبرت انگیز سلوک ہوا ساری جماعت منتشر ہو جائیگی۔ اور پھر کسی نالائق کو اس میدان میں

قدم رکھنے کی جرأت کم ہو گی۔

اب رہی اولی الذکر جماعت، مین سمجھتا ہون کہ یہ لوگ مغالطین ہین اور زمانے کے تبدیل شدہ حالات کے مطالعہ کو غیر ضروری سمجھتے ہین۔ مؤخر الذکر دو گروہ ارادتاً بدمعاشی کرتے ہین لیکن یہ گروہ گمراہ ہے۔ اور مغالطین ہے لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ اسلام کے لئے یہ گروہ کم مضر ہے۔ یعنی اولی الذکر دو جماعتون کا اگر استیصال لازمی ہے تو نتائج کے اعتبار سے اولی الذکر جماعت کے قیام کو بھی ہرگز برداشت نہین کیا جا سکتا ہے ان حضرات کو یہ معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ان کے سلسلہ کی اسلام کو ضرورت نہین۔ اور اگر انھون نے فوراً اپنے رویہ مین معقول تبدیلی نہین کی تو ان کو خمیازہ بھگتنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے معقول تبدیلی سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ قومی کارکنون کی ہدایت پر عمل کرین قومی کام کرنیوالے جس کام کا انہین اہل سمجھین گے۔ وہ ان سے لین گے۔ مریدی اور پیری کی یہ سب تکیبین ختم ہونی چاہئیین، بہت تجربہ کیا اسلام کو ان سے کوئی فائدہ نہین ہوا۔ نقصانات واضح اور ظاہر ہین اگر کسی غلط فہمی کی وجہ سے یا کسی مغالطہ سے یا کسی جماعت کے اشتعال سے انھون نے اپنے رویہ سے کام کرنے والی جماعتون کو مسلسل جائز شکایات کا موقعہ دیا تو ان کو لڑائے عامہ کا مختلف مظاہرون کی شکل مین اختیار کرنا پڑیگا۔ اور بالآخر اس کا انجام معلوم۔

مراسم و اخراجات شادی جب دو تہذیبون کا آپس مین اختلاط ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کا تھوڑا بہت اثر قبول کرلیتی ہین مسلمان صدیون سے یہان ہندوؤن کے ساتھ رہتے ہین۔ نیز اُن کی آبادی کا بڑا حصّہ ہندؤن مین سے لیا گیا ہے۔ مبلّغ اگر ایک شخص کو مسلمان کرتے ہین تو ان کا ابھی تک کوئی نظام ایسا نہین جو نومسلمون کی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لے سکے۔ اس لئے عموماً ان کے مراسم ان کے رواج اوران کی معاشرت وغیرہ بدستور برانی رہتی ہے۔ اور اس کے تبدیل ہونے مین بڑا عرصہ لگتا ہے مسلمانون مین ہر شخص مبلّغ کا کام کرتا ہے۔ یہ ضروری نہین کہ ہر فرد تبلیغ کے سلسلہ مین اپنی ذمہ داریون کو سمجھ سکے، اور ان سے عہدہ برآ ہو سکے، اور خاص کر ایسی حالت مین جب اسکی اپنی مالی حالت اعتبار کے قابل نہ ہو مسلمانون مین کوئی جماعت ایسی نہین رہی جو تبلیغ کو ضبط و نظم کے سلسلہ مین لا سکے مسلمانون کا یہ خیال تھا کہ ہندوؤن کی جو جماعت ایک مرتبہ ان مین شامل ہو جاوے وہ پھر ہندوؤن مین شامل نہین ہو سکتی۔ اس لئے وہ افراد اور جماعتون کو مسلمان بناکر چھوڑ دیتے تھے اور یہ امید کرتے تھے کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ اور مسلمانون مین ملنے جلنے کے بعد وہ خود اس رنگ مین رنگ جائینگے لیکن آریہ سماج کی تحریک نے اور ملکانون کے ارتداد نے ان کو تبدیل شدہ واقعات سے دوچار کر دیا۔ اور جہانتک مین دیکھ سکتا ہون غالباً آئیندہ ان باتون کا لحاظ رکھا جائے گا۔

ہاں، تو میرا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت سے مراسم ہندوؤں کے سے رائج ہیں چنانچہ یہی کیفیت ہم نکاح اور شادی کے وقت دیکھتے ہیں۔ اکثر اوقات گانوؤں میں شادی کے وقت مسلمانوں میں جو مراسم ہوتے ہیں ان کو دیکھکر تھوڑی دیر تک ایک انسان کیلئے یہ سمجھنا مشکل ہوجاتا ہے کہ وہ کسی ہندو کی شادی میں شرکت کر رہا ہے، یا مسلمان کی ہندوستان میں مسلمانوں کا مطمح نظر یہ ہے کہ ان کی جداگانہ حیثیت برقرار رہے۔ ایسا نہ ہو کہ دو تین صدیوں کے بعد ان میں اور ہندوؤں میں کوئی وجہ امتیاز باقی نہ رہے اس کو مدنظر رکھنے کے بعد یہ کیسا ضروری ہو جاتا ہے کہ ان تمام واہیات مراسم کے خلاف باقاعدہ جہاد ہو اور اس کی وہی صورت ہے جو میں نے پیچھے عرض کی ہے۔ اس تقریب کے ایک اور پہلو پر مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ والدین کے نزدیک ان کے بچوں کی شادی ایک ایسا موقعہ ہے جس پر وہ اپنی شادمانی و مسرّت کا بجا طور پر اظہار کرسکتے ہیں۔ اور عموماً اس قسم کی مسرتوں کا مظاہرہ ڈھول، تماشہ، جلوس، ناچ، گانا اور دعوتوں میں ہوتا ہے حسب حیثیت اور بعض جگہ حیثیت سے زیادہ جہیز دیا جاتا ہے۔ جو اصحاب اپنی ضروریات کے بعد ان تقریبوں میں خرچ کرسکیں ان کو بیشک حق ہے کہ وہ بڑے پیمانہ پر انتظام کرلیں لیکن میرا روئے سخن ان کی طرف ہے جو اہل دول نہیں ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں ۹۵ فی صدی یہی لوگ ہیں میں جانتا ہوں کہ انکے پاس

اسقدر روپیہ نہیں ہوتا کہ اپنی اعزا اور احباب کو دعوتیں دیں بارات کا جلوس باجہ وغیرہ کیساتھ لیجائیں اور جہیز اپنی مرضی کے مطابق دیں لیکن تاہم وہ یہ سب انتظامات کرتے ہیں اور انکو مکمل اسوقت تک نہیں سمجھتے جبتک رسم میں میز بانوں کے سامنے طوائف کا ناچ دکھا نہ ہو اس اسراف کے لئے روپیہ انکے پاس ہوتا نہیں تاہم وہ ایسا کرتے ہیں یعنی وہ روپیہ عموماً سود پر قرض لیکر صرف کرتے ہیں۔ جس کا انجام بالآخر تباہی و پریشانی ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں عوام کی ذہنیت کو پہچانتا ہوں۔ اگر شادی وغیرہ کے موقعہ پر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا خیال ہے کہ ان کی برادری والوں میں ان کی وقعت کم ہو جائیگی۔ برخلاف اس کے ان موقعوں پر بڑے پیمانے پر انتظامات کرنے کا ان کے نزدیک یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ان کے جاننے والوں پر ان کے وقار کا اثر ہوتا ہے۔ اور یہ سوچ کر وہ خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اسکی اصلی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ ایسا کرتا یہ وہ خود بھی جانتا ہے۔ اور وہ بھی جانتے ہیں جو اس سے واقف ہیں تاہم اس نے دوسروں پر غلط اثر ڈالنے کیلئے اپنی حیثیت اصلی سے زیادہ دکھانی چاہی۔ یہ اخلاقی کمزوری ہے۔ اس طریقہ سے جو اطمینان اس نے حاصل کیا ہے وہ دھوکا ہے۔ جس کارروائی سے ضمیر مطمئن نہ ہو اس سے انسان کو حقیقی سکون کب حاصل ہو سکتا ہے۔ ایسے امور میں اگر اس کو پوری پوری آزادی حاصل ہو تو اس کا امکان ہے کہ وہ دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو زیر بار نہ کرے لیکن جہانتک اس کی برادری کا تعلق ہے وہ اپنے آپ کو تمام

مراسم کی بجاآوری کے لیئے پابند پاتا ہے۔ ایسی حالت مین یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ
اگر قومی کارکنون کی طرف سے اس سلسلہ مین ذرا بھی منظم تحریک ہو تو اس کا نتیجہ لازمی اور فوری
ہوگا۔ ہندوؤن مین عموماً بارات کے ساتھ جلوس ہوتا ہے اور شاندار جلوس ہوتا ہے
جس کا نظم ضبط اور انتظام مین نے ہمیشہ پسند کیا ہے۔ اس کا واحد سبب یہ ہے کہ یہ
لوگ صاحب ثروت ہین۔ برخلاف اسکے مین نے اکثر دیکھا ہے کہ ادنیٰ اور متوسط طبقہ
کے مسلمان بھی اسی قسم کے جلوس نکالتے ہین لیکن ان کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ ایک
آدھ بوسیدہ موٹر آگے ہوتا ہے۔ ۳-۴ کرایہ کی گھوڑا گاڑیان تھوڑے سے سکے
اس کے بعد سینیون اور طباقون مین جہیز کا سامان ہوتا ہے کسی مین پرانی دیگچیان صاف
کی ہوئی کسی مین مٹکیان۔ غرض اسی قسم کا واہیات سامان عام بازارون اور گذرگاہون مین
جلوس کی شکل مین نکالا جاتا ہے مین جب یہ کیفیت دیکھتا ہون تو یہ سوچتا ہون کہ وہ کیا بات
ہین جو ان لوگون کو اس قسم کی بیشرمی ... بےغیرتی اور بےحسی کا مظاہرہ کرنے کی اجازت دیتے
ہین لیکن افسوس یہ ہے کہ اس قسم کے جلوس نکالنے کے بعد ان کو فخر ہوتا ہے کہ کیسی
شاندار کارروائی کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اخلاقی تنزل کا ایک درجہ یہ ہے
کہ انسان کو اپنی پستی کا احساس نہین رہتا لیکن جب ایک شخص یا ایک جماعت پستی
ہی کو بلندی سمجھنے لگے۔ تو یہ گراوٹ کی انتہا ہے۔ مین سچ کہتا ہون کہ اسلامیان ہند کی

ایک بہت بڑی جماعت اسی طبقہ سے تعلق رکھتی ہے میرے نزدیک اس قسم کی معاشرتی اور مجلسی خرابیاں دور کرنے کا جو طریقہ ہے اس کا کچھ اندازہ تو پچھلے مضامین دیکھنے سے آپ کو ہو گیا ہوگا لیکن اس مسئلہ پر میں نہایت تفصیل کے ساتھ آگے لکھوں گا البتہ ایک بات جو صرف اسی تقریب سے متعلق ہے۔ مجھے عرض کر دینا ضروری ہے چاندی اور سونے کا زیور جہیز میں بڑی کثرت سے دیا جاتا ہے جس قیمت میں آپ سنار سے زیور تیار کرائیگا اس سے بہت کم قیمت پر آپ اسے فروخت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کی دوسری صورت اس سے بھی زیادہ نقصان رسان ہے۔ زیور پر روپیہ صرف کرنے کے معنٰی یہ ہیں کہ روپیہ زمین میں دفن کر دیا گیا۔ اگر اسی کے بقدر سرمایہ کاروبار میں لگا یا جاوے تو میں سمجھتا ہوں کہ بالآخر وہ ایک بڑے فائدہ کی صورت ہو سکتی ہے۔

یہ ایک ایسی معقول بات ہے جس میں کسی شخص کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ بہر حال جس جماعت کو اصلاح کا کام کرنا ہے وہ اپنے لائحہ عمل کے مرتب کرنے کے وقت مجھے امید ہے کہ اس کا لحاظ ضرور رکھے گی۔

مجھے مسلمانوں سے سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ وہ معاملات کو **لہو و لعب** و اتفاقی نقطۂ نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ بد اعمالیاں کرتے ہیں اور اُن پر

فخر کرتے ہین، ہر قسم کی بدمعاشیان کرتے ہین اور فلاح کی امید رکھتے ہین، شب و روز
فضول خرچی اور اسراف مین لگے رہتے ہین اور یقین رکھتے ہین کہ اللہ ان کو رزق
دئیے چلا جائیگا۔ معاش کی نوعیت مین امتیاز کے اسباب سمجھنے کی ان مین اہلیت
نہین، ورنہ شاید یہ استغنٰی نہ رہتا۔ داستان تو بہت طویل ہے لیکن مجھے چونکہ
بہت جلد اپنے اصلی موضوع پر آنا ہے اس لئے مین یہان زیادہ نہین رکون گا۔
سر اقبال کے الفاظ مین مین بھی مسلمانون سے کہونگا۔ دیدۂ معنی کشا اے ز عیان بیخبر۔

ایک انسان یا ایک جماعت جس وقت تک اپنے متعلق مغالطہ مین ہے اس سے
یہ امید نہین کی جاسکتی کہ وہ اپنے حالات کو درست کر سکے گی۔

خطبہ کی تبدیلی

مساجد کے ائمہ جمعہ کے روز عموماً جو خطبہ وغیرہ پڑھتے ہین اسمین
تبدیلی کی فوری ضرورت ہے۔ جہانتک مین سمجھ سکتا ہون خطبہ کا
یہ فائدہ ہونا چاہیئے کہ حاضرین کو سیاسیات موجودہ سے باخبر رکھا جاوے اور
اسلام کی صحیح اور سچی تعلیم کی تنگی وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے تبلیغ کی جاوے۔ اس کیلئے
بڑی ضرورت اس کی ہے کہ خطبہ سننے والون کی زبان مین ہو۔ اور سننے والے بلا استثنا
ہر موقعہ پر ۱۰۰ فی صدی اردو دان ہوتے ہین۔ خطبہ عربی مین پڑھا جاتا ہے۔ اس زبان سے
مسلمان قریب قریب بالکل ناآشنا ہین ایسی حالت مین یہان عربی مین خطبہ پڑھنے سے

کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوسکتا ۔ اور اگر نقطۂ نظر یہ ہے کہ چونکہ شروع سے عربی میں خطبہ ہوتا رہا ہے اس لئے اس وقت بھی اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ۔ تو میں اسکے خلاف احتجاج کرتا ہوں ۔ دوسری بات اس سلسلہ میں میں نے یہ دیکھی ہے کہ خطبہ کے مضامین بھی عموماً سیکڑوں برس کے پرانے ہوتے ہیں ۔ سوائے جہالت اور قابل افسوس قدامت پسندی کے مجھے اس میں کوئی راز تو نظر آتا نہیں ۔ بہر حال ضرورت اس کی ہے کہ خطبہ اردو میں ہونا چاہئے ۔ اور اس کا مضمون وقت کے مناسب ہونا چاہیئے ۔ امام اگر تعلیم یافتہ ہے تو اسے کسی کتاب وغیرہ سے اس میں امداد لینے کی ضرورت نہیں ۔ حالات حاضرہ کے اوپر اختصار کے ساتھ کچھ ذکر کر دیا جاوے ۔ اور تھوڑا سا مضمون وعظ کی صورت میں بیان ہو جاوے ۔ جو حضرات اس میں بھی مذہبی امور میں بیجا مداخلت سمجھیں ان کی کچھ پرواہ نہ کیجاوے ۔ تا آنکہ خود رفتہ رفتہ عام ایسی باتوں کی معقولیت تسلیم کرکے ان کو راہ راست پر لے آئے ۔

باب چہارم

بعض مذہبی اعتقادات کی غلط تاویل

تقدیر اور قسمت

”کوئی کام نہین ہو سکتا مگر خدا کے حکم سے، کوئی کام نہین ہوتا مگر اپنے وقت پر، کائنات کی تمام نقل وحرکت باری تعالی کے اشارے سے ہوتی ہے، انسان کے متعلق تمام امور پیدائش کے وقت سے وفات تک اس کے پیدا ہوتے ہی طے ہو جاتے ہین اور آخر وقت تک اسکے حرکات وسکنات اسکے پابند ہوتے ہین“ تقدیر کے بارے مین اسلام کے فلسفہ کی مختصراً یہ تاویل ہے۔ جو علماء نے مسلمانون کو بتائی ہے۔ اس تعلیم کا گذشتہ ۱۳۰۰ برس مین واقعات عالم پر جو اثر ہوا ہے اس کی تصریح کی مجھے یہان ضرورت نہین لیکن بلا خوف تردید مین یہ کہہ سکتا ہون کہ اسلام پر اس کا مضر اثر ہوا ہے۔ خدا اور اس کے برگزیدہ پیغمبر کا ارشاد صاف اور واضح ہے لیکن مجھے افسوس اور رنج ہے کہ اس کی تاویل غلط ہوئی ہے۔ اس سے

نعوذ باللہ میرا یہ مطلب نہین کہ مین ان مقدس حضرات کی نیت پر حملہ کرتا ہون جو اس سلسلہ مین مذکورہ بالا تاویل کے ذمہ دار ہوئے ہین۔ لیکن یہ مین ضرور کہونگا کہ ان سے نادانستہ طور پر ایک ایسی اجتہادی غلطی ہوگئی ہے جس نے زمانہ کی رفتار پر بہت برا اثر ڈالا ہے اور جسے مین ذاتی طور پر اسلام کے تنزل کا بہت بڑا سبب سمجھتا ہون۔ کوئی فعل بغیر سبب کے نہین ہوسکتا اور کوئی نتیجہ بغیر فعل کے ممکن نہین۔ کائنات کا نظام اس اصول پر کاربند ہے۔ ایک شخص ۶۰ سال کی عمر مین اپنے آپ کو ناکامیاب دیکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میری قسمت مین ہی یہ لکھا تھا کیا کرون۔ دوسرے لوگ اس کی تائید کرتے ہین۔ مجھے اس سے اختلاف ہے اس کی ناکامیابی کا راز یہ ہے کہ اس نے وہ طریقے اختیار نہین کئے جن سے ایک زندگی کامیاب ہوسکتی ہے۔ اگر وہ اوائل عمر سے اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتا اور وہ طریقے اختیار کرتا جو اس نتیجہ کے حصول کے لئے ضروری ہین تو اس کی زندگی ناکامیاب نہ ہوتی۔ ایک شخص کی معاشرت گندہ ہے وہ خوراک وغیرہ مین احتیاط نہین کرتا۔ بدہضمی کی شکایت ہوتی ہے اور وہ مرجاتا ہے۔ لوگ کہتے ہین کہ اس کا وقت آگیا تھا اس کی قسمت مین ہی یہ لکھا تھا کہ اس کی موت ایسے ہوگی۔ مین ان سے اتفاق نہین کرتا۔ اگر اس کی معاشرت گندہ نہ ہوتی، اگر خوراک وغیرہ مین وہ احتیاط کرتا تو اس کو بدہضمی کی شکایت نہ ہوتی۔ اور وہ ابھی نہ مرتا۔ ایک شخص نے

چوری کی، وہ گرفتار ہوا، اس کو سزا ہوئی، اور وہ جیل خانہ مین بند کر دیا گیا۔ لوگ پوچھتے
ہین "بھئی یہ کیا ہوا" وہ کہتا ہے "بھائی کیا کرون قسمت مین ہی یہ لکھا تھا۔ اس مین کسی کا
کیا چارہ ہے"۔ مجھے اس پر ہنسی آتی ہے۔ اگر وہ چوری نہ کرتا تو گرفتار نہ ہوتا۔ نہ اس کو
سزا ہوتی۔ اور نہ وہ جیل خانہ جاتا۔ ایک شخص سوزاک، آتشک اور دوسرے ایسے ہی
امراض خبیثہ مین مبتلا ہے۔ لوگ اس سے اس کی کیفیت پوچھتے ہین، وہ کہتا ہے
میری قسمت مین ہی یہ لکھا تھا کیسی قابل افسوس سادگی ہے۔ اگر وہ باعفت زندگی
بسر کرتا، اگر وہ محتاط اور پرہیزگار ہوتا اور اگر اس نے وہ حرکات نہ کی ہوتین جو ایسے
امراض کے پیدا ہونے کا سبب ہوتی ہین تو اس کو یہ امراض نہ ہوتے۔ ایک شخص
اپنے باپ سے ورثہ مین بہت بڑی جائداد پاتا ہے اور لہو ولعب، عیاشی اور
اسراف مین اپنی زندگی ہی مین سب تباہ کر دیتا ہے۔ لوگ جب اوس کی برباد شدہ حالت مین
اس کی کیفیت پوچھتے ہین تو وہ کہتا ہے کہ "قسمت مین ہی یہ لکھا تھا۔ اس مین کسی کا
چارہ نہین"۔ کیسا خوفناک مغالطہ ہے۔ اگر وہ عیاشی اور بدمعاشی مین اپنی دولت
تباہ نہ کرتا، اگر اس کی معاشرت ایسی ہوتی جیسے معقول اور بھلے آدمیون کی ہونی چاہئے
تو وہ اس انجام کو نہ پہونچتا۔ ان مثالون سے میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ مین میرا نظریہ
واضح ہو گیا ہو گا۔ اس لئے مین ان مین اضافہ نہین کرون گا۔ ان غلط اور بے بنیاد

اعتقادات کا ایک شخص کے مستقبل پر جو اثر ہو سکتا ہے اس کا مشاہدہ ہر روز ہماری آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ یہ انفرادی کیفیت ہے۔ قوم مجموعہ ہوتی ہے افراد کا۔ افراد کی جب یہ ذہنیت ہو۔ بلا استثنا، تو ظاہر ہے کہ قوم کی ذہنیت کسی دوسری قسم کی نہیں ہو سکتی۔ مسلمان قوموں پر اس افسوس ناک تعلیم کا جو اثر ہوا ہے وہ تاریخ کے صفحات پر درج ہے۔ ہندوستان میں مغلیہ حکومت ختم ہو گئی اس لئے کہ اس اعتقاد کے بموجب ایک وقت مقرر تھا جب وہ حکومت قائم ہوئی اور میعاد معینہ تک وہ رہی اور ختم ہو گئی "یہ خیال غلط ہے۔ اگر عالمگیر علیہ الرحمۃ کی پالیسی وہ نہ ہوتی جو تھی۔ اور اگر بہادر شاہ کے بعد انکے جانشین زبردست اور قابل ہوتے اگر ان میں عیاشی، بدانتظامی اور لاپرواہی نہ ہوتی اگر اکبر اعظم کی پالیسی کو مدار حکومت تسلیم کر لیا جاتا، اگر مطلق العنانی کی جگہ حکومت کا آئین زیادہ نمائندہ بنا لیا جاتا۔ تو آج ہندوستان کی تاریخ دوسری ہوتی۔ یہ بحث کہ فطرت کا منشا ہی یہ تھا کہ عالمگیر کی پالیسی وہ ہو اور بہادر شاہ کے بعد ان کے جانشین ایسے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ ایسا انجام ہو، لغو، غیر ضروری" اور جاہلانہ ہے۔

اس مسئلہ میں میرا نظریہ یہ ہے کہ ہر فعل کے لئے سبب کی ضرورت ہے۔ اور ہر نتیجہ کے لئے فعل کی ضرورت ہے۔ قدرت نے ایک قانون بنا دیا ہے۔ کائنات کی تمام مخلوق اس کی پابند ہے اور دنیا کا ذرہ ذرہ اس کی متابعت کرتا ہے، چار و ناچار

قانون قدرت کا منشا یہ ہے کہ نر اور مادہ کی صحبت سے بچہ ہو۔ بس، اس قانون کے ماتحت یہ شعبہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ یہ خیال کہ ہر مولود کے تولد کے وقت تمام امور از ابتدا تا انتہا خدا کی طرف سے ہوتے ہیں غلط ہے۔ قدرت نے ایک قانون بنا دیا ہے جس کے ماتحت یہ سب کارروائیاں بطورِ خود ہوتی رہتی ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہو گا کہ مرد مرد کی صحبت سے اولاد پیدا ہو یا عورت اور عورت کی صحبت سے بچہ پیدا ہو کیونکہ یہ امور قانونِ قدرت کے خلاف ہیں۔ قدرت نے نظامِ کائنات کو مرتب کرتے وقت اس کو اس درجہ مکمل بنا دیا ہے کہ اس میں کسی سقم کی گنجائش ہی نہیں ہو سکتی۔ اسی طریقہ سے دنیائے ارضی و سماوی کے متعلق جس قدر شعبہ جات ہیں سب کے لئے فطرت نے ایک قانون وضع کر دیا ہے جس کے مطابق تمام کارروائیاں خاص اہتمام اور التزام کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں۔ بچہ پیدا ہوتا ہے کچھ عرصہ تک وہ لیٹا رہتا ہے پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ بیٹھنے لگتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ چلنے لگتا ہے۔ بڑا ہوتا ہے، جوان ہوتا ہے۔ اور پھر بڈھا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ مر جاتا ہے۔ یہ قدرت کا قانون ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو گا کہ بچہ پیدا ہوتے ہی چلنے پھرنے لگے کیونکہ یہ قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ آپ بیج بوتے ہیں پودا نکلتا ہے اس کی آپ آبیاری کرتے ہیں وہ رفتہ رفتہ بڑا ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں پھل نکلتے ہیں اور بالآخر اپنے وقت پر وہ گر پڑتا ہے اور نابید ہو جاتا ہے۔ یہ

فطرت کا منشاء ہے یہ کبھی نہ ہو گا کہ بیج بوتے ہی پودا نکل آئے اور اس میں فوراً پھل لگنے شروع ہو جائیں۔ یہ صورت منشاء فطرت کے خلاف ہے۔ انسانیت کی معاشرت کے جو اٹل قوانین فطرت نے بنا دیئے ہیں اور جو ہمارے پاس وقتاً فوقتاً دنیا کے غیر معمولی انسانوں کے ذریعہ سے پہونچے ہیں۔ ان میں تقدیر کے راز نہاں ہیں۔ ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ملا کہتا ہے کہ شروع پیدائش سے وقت وفات تک اس کی تمام حرکات و سکنات اس کی زندگی کے مختلف مدو جزر اور اس کے بارے میں ہر فعل پیدا ہوتے ہی طے کر دیا گیا اور اب آخری وقت تک اس پر عملدرآمد ہوتا رہیگا یہ نظریہ بالکل واہیات قطعاً غلط اور شرمناک حد تک قابل اعتراض ہے۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو وہ اپنی حالت درست کرنے کی جد وجہد کس امید پر کریں اور جب وہ اعمال بد کا ارتکاب کریں اور ان کو یقین ہو کہ اس بداعمالی کی ذمہ دار تقدیر ہے تو پھر کون سے امور اخلاق کی تباہی کو بچا سکتے ہیں۔ تقدیر کے اس افسوسناک فلسفہ نے اسلامی قوموں کو تباہ کر دیا۔ اسلامی جمہور کی اخلاقی حالت کی تباہ حالی اسی فلسفہ کی رہین منت ہے۔ فطرت کا منشاء یہ ہے کہ انسان اگر معاشرت کے صحیح اصول کے مطابق زندگی بسر کرے تو کامیابی اس کی ہے۔ اور معاشرت کے صحیح اصول کیا ہیں۔ اپنی زندگی زہد اور تقویٰ میں گذار دو۔ کسب معاش کرو۔ اپنے

مظلوم بھائیون کی امداد کرو۔ کائنات کی تکمیل مین حصہ لو۔ اور تمام ان امور سے سختی کے ساتھ پرہیز کرو۔ جو معیارِ صحت سے گرے ہوئے ہون۔ جو شخص اس پر عملدرآمد کریگا کوئی وجہ نہین کہ اس کی زندگی کامیاب نہ ہو۔ اور جو شخص اس پر عملدرآمد نہین کرے گا کوئی وجہ نہین کہ اس کی زندگی کامیاب ہو۔ کیونکہ ہر دو حالات مین نتیجہ بہر صورت وہی ہوگا جو فطرت کی منشاء کے بموجب ہو۔ اگر تمہارے اعمال درست ہین تو تمہارا انجام بخیر ہوگا اور اگر تمہارے اعمال نادرست ہین تو تمہارا انجام بخیر نہین ہو سکتا۔ فطرت کا منشاء ہرگز یہ نہین ہو سکتا کہ وہ انسان کی پروازمین رکاوٹ پیدا کرے۔ ہر انسان کے احاطۂ امکان مین ہے کہ جس قدر بھی پرواز وہ کر سکتا ہے کرے اور اگر اس کے اعمال افعال ایسے ہین جو اس کو انتہائی کامیابی کے مستحق بنا سکتے ہین تو وہ یقیناً فائز المرام ہوگا۔ اور کوئی تقدیری پابندی اس کے راستہ مین حائل نہین ہو سکتی۔ اگر ایک شخص کی رفتار منشاء فطرت کے خلاف ہے تو وہ کبھی فایز المرام نہین ہو سکتا خواہ تقدیری امور کیسے ہی اس کی تائید مین ہون "تقدیری امور" کا ذکر صرف ضمناً بحث مین آگیا۔ ورنہ مین تو قطعاً ان کو تسلیم نہین کرتا۔

قدرت نے وقتاً فوقتاً بعض غیر معمولی انسانون کو پیدا کیا تاکہ وہ عوام کو یہ بتائین کہ وہ امور کیا ہین جن کے اوپر عمل کرنے سے انسان فلاح حاصل کر سکتا ہے اور یہ کہ

فلاح کا معیار کیا ہے ۔ نیز یہ کہ وہ صورتین کونسی ہین جن کے اختیار کرنے سے انسان اپنی زندگی کو کامیاب نہین بنا سکتا ۔ کامیاب زندگی کا منشا کیا ہے ۔ اور جو زندگی کامیاب نہ ہو اس کی صورتین کیا ہین ۔ ان غیر معمولی انسانون کے ارشادات مین جزوی اور فروعی اختلافات ضرور ہین لیکن نبیادی امور ہین چونکہ وہ حقانیت مجسم ہین کوئی فرق نہین ۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ کامیاب زندگی کیلئے ایک ہی معیار ہوسکتا ہے اس کے مدارج خواہ کتنے ہی ہون یا زمانہ کے ارتقاء کے ساتھ وہ مدارج کتنے ہی بلند ہوتے جائین لیکن نبیادی اصولون مین جس وقت تک کائنات قائم ہے فرق نہین آسکتا ۔ علےٰ ہٰذا یہی صورت ناکامیاب زندگی کی ہوسکتی ہے ۔

اس کے معنیٰ یہ ہین کہ جو شرائط اور جو امور کامیابی کے لئے لازمی ہین ان پر اگر عملدرآمد کیا جاوے تو انسان فایز المرام ہوسکتا ہے ۔ اور اگر ایک شخص ان شرائط اور ان امور کا پابند نہ ہو ۔ برخلاف اس کے ایسے حرکات اختیار کرے جو معیار سے گری ہوئی ہون تو وہ فایز المرام نہین ہوسکتا ۔ تقدیر کے مین یہ معنیٰ سمجھتا ہون ۔ قدرت نے بتا دیا ہے کہ اگر ایسا کروگے تو ایسا نتیجہ ہوگا اور اگر ایسا کروگے تو ایسا نتیجہ نہین ہوگا ۔ اس کا نام تقدیر خداوندی ہے یہ نہین کہ ایک شخص کے پیدا ہوتے ہی اللہ میان نے اس کے ماتھے پر لکھدیا کہ یہ ایسا کریگا اور ایسا کریگا ۔

وغیرہ وغیرہ. جو اس کے اوپر اعتقاد رکھتے ہین اللہ ان پر رحم کرے۔
مین اس وقت اس بحث مین نہین پڑونگا کہ معیار معلومہ کی تفصیل کیا ہے اور اس کے برخلاف دوسری صورت کے جزئیات کیا ہین۔
اوّل تو مجھے امید ہے کہ میرے مخاطب وہ ہین جو میرے مضامین کو سمجھ سکتے ہین. دوسرے یہ کہ مجھے بہت جلد اپنے اصلی موضوع پر آنا ہے. وقت بہت تھوڑ رہ گیا ہے اور مین بعض ضروری امور کو بھی نظر انداز کر رہا ہون. اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص جس کے اعمال بظاہر ویسے نہین ہوتے جیسے ہونے چاہئین تاہم معلوم ہوتا ہے کہ وہ کامیاب ہے. اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے اعمال بظاہر درست ہون لیکن اسکی زندگی کامیاب نہین معلوم ہوتی جس وقت تک ایک انسان کا آخری انجام اپنی آنکھون سے نہ دیکھ لیا جائے اس وقت تک ہم اس کے بارے مین کوئی رائے قائم نہین کر سکتے. اوپر جو مستثنیات بیان ہوے انکا سبب عموماً یہ ہوتا ہے کہ ہم ایک شخص کے تمام واقعات سے واقف نہین ہوتے. یہ جہالت عموماً نہین بلکہ ہمیشہ سبب ہوتی ہے ایک شخص کے متعلق غلط رائے قائم کرنے کی۔

شفاعت شفاعت کا فلسفہ میری سمجھ مین کبھی نہین آیا مسلمانون کا یہ عقیدہ ہے خواہ ان سے کتنی ہی بد اعمالیان سرزد ہو جائین رسول اللہ صلعم بارگا

خداوندی مین ان کی شفاعت فرماوینگے۔ اور وہ تمام نتائج سے بری الذمہ ہوجائنگے عیسائیت کے متعلق تثلیث کے علاوہ جس مسئلہ نے مجھے متنفر کیا ہے وہ شفاعت کا مسئلہ ہے۔ ان کے اعتقاد کے بموجب حضرت عیسےٰ علیہ السّلام مصلوب ہوگئے ان کی یہ قربانی عیسائیون کے نزدیک اس امر کی ضمانت ہے کہ شروع سے لیکر آخر تک تمام عیسائی بلا لحاظ اعمال کے بخش دئیے جاوین گے۔ کیا تماشہ کی بات ہو۔ جس نے شروع مین اس مسئلہ کو رائج کیا اس کو اگر معاف بھی کر دیا جاوے تو ان کرڑورون انسانون کے پاس کیا جواب ہے جنھون نے نہایت سادگی سے ایک ایسے اصول کو تسلیم کر لیا جس کی عقلاً کوئی بنیاد نہین ہو سکتی۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری مین جن جرائم کا ذکر آیا ہے۔ لوگ ان سے خائف رہتے ہین کیونکہ ان کو یہ ڈر رہتا ہے کہ اگر ہم ایسا کرینگے تو قانون ان سے پورا پورا بدلہ لیگا۔ بااین ہمہ جرائم ہوتے ہین کیونکہ یہ بشریت کے لوازمات سے ہین۔ اگر عوام کو یہ تعلیم دیجائے کہ آیندہ سے جو شخص جرائم کا ارتکاب کریگا اس سے اس کا مواخذہ نہین ہوگا۔ کیونکہ حاکم اعلیٰ نے عام معافی کا فیصلہ کر لیا ہے تو مجھے بتائیے کہ نظام حکومت کے دن قائم رہ سکتا ہے۔ جن جرائم کی قانوناً گرفت ہو سکتی ہے لوگ ان سے خائف رہتے ہین لیکن بہت سے جرائم ایسے ہین جن کے ارتکاب کے بعد

کسی دنیاوی سزا کا اندیشہ نہیں یہاں اگر کوئی فکر ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ اگر ہم نے
اس گناہ کا ارتکاب کیا تو خدا کے ہاں ہم کو اس کی سزا دیجاویگی جب اس تشویش کو
آپ شفاعت کے ذریعہ سے دور کر دیں تو پھر دنیا میں کون سی چیز معصیت کے
کرنے سے رُک سکتی ہے۔ عیسائی تو خیر مذہبًا اس لغویت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ مجھے
ان سے بحث نہیں۔ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو کون سی چیز اس عقیدہ کی صحت
کی طرف مائل کرتی ہے۔

کلام پاک میں آیا ہے کہ "اگر تم ذرہ برابر نیکی کرو گے تو اس کی جزا تم کو ملے گی اور
ذرہ برابر بدی کرو گے تو اس کی سزا دیجائیگی" اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ کون سی
بحث باقی رہ جاتی ہے۔ خدا کا آخری پیغامبر اپنی صاحبزادی سے کہتا ہے کہ "اگر
تم چاہتی ہو کہ تمہارا انجام بخیر ہو تو اپنے اعمال درست کرو، تمہارے اعمال تمہارے
کام آئیں گے، میری بیٹی ہونا تمہارے ہرگز کام نہ آئیگا" ایک سچے انسان کے
کیسے سچے الفاظ ہیں۔ جن کی حقانیت اور صداقت کا ایک ایک حرف سینے میں
پیوست ہو جاتا ہے۔ باری تعالیٰ کا وہ حکم ہے اور اس کے مقدس رسول کا یہ
ارشاد ہے۔ اس کے بعد میں کسی اور تاویل کو سننے کے لئے ہرگز تیار نہیں کلام پاک
میں دو تین جگہ رسول اللہ صلعم کے بارے میں بیشک آیا ہے کہ "وہ اپنے امتیوں کے

بارے مین رؤف ہین رحیم ہین وغیرہ وغیرہ لیکن اسکے معنی یہ ہین کہ انھون نے مسلمانونکی ہدایت اور عمل کیلئے ایسا راستہ بتا دیا ہے کہ وہ اس پر عمل کرکے منزل مقصود تک بلاخوف وخطر پہونچ سکتے ہین اور انسانون کیلئے یہ ایسی بڑی نعمت ہے جس سے بڑھکر دوسری نعمت نہین ہوسکتی رؤف اور رحیم کے معنی یہ کہان ہین کہ تم صریح احکام کی خلاف ورزی کرو اور رسول اللہ صلعم تمہارے ان افعال کی ذمہ داری اپنے اوپر لیکر بارگاہ خداوندی مین تمہاری شفاعت کرین خدا کا آخری اور قطعی حکم ہے کہ تم اپنے افعال کے ذمہ دار ہو۔ اگر نیک اعمال کروگے تو تم کو ان کی جزا دیجاویگی۔ اگر بدمعاشیان کروگے اس کی پوری پوری سزا دیجاویگی۔ شفاعت کے مسئلہ پر اگر اعتقاد ہو تو مجھے بتائیے کہ بد اعمالیون سے کونسی چیز روک سکتی ہے۔ اور نیک کامون کی ترغیب خواہ مخواہ کیون ہو۔ ہندو فلاسفرون نے آواگون کا مسئلہ ہندو عوام کے سامنے پیش کیا۔ ہندو فلاسفی کے مطالعہ کرنے کا مجھے ابھی موقعہ نہین ملا ہے لیکن مین یہ کہنے کی ضرور جرأت کرون گا کہ ہندوؤن کے دور اندیش رشیون کا اس مسئلہ کو رواج دینے مین ایک منشا یہ بھی ضرور ہوگا کہ عوام کو نیک اعمال کی ترغیب ہو۔ اور برے اعمال سے وہ اپنے آپ کو روکین "جو شخص اس جنم مین اچھے کام کریگا وہ اگلے جنم مین بہتر صورت پائیگا۔ جو شخص اس جنم مین برے کام کریگا وہ اگلے جنم مین بدتر صورت پائیگا"۔ مین جس وقت تک اچھی طرح سے اس مسئلہ کو سمجھ نہ لون اور یہ جھ

نہین کہونگا لیکن اس مین شک نہین کہ انسان کو نیک کام کی ترغیب اور برے کام سے روکنے کی یہ ایک اچھی صورت تجویز ہوئی تھی۔ مہاتما گوتم بدھ کی تعلیم کا منشا یہ ہے کہ تمہاری موجودہ حالت تمہارے گذشتہ اعمال کا نتیجہ ہے سبحان اللہ کیسی پاک صداقت ہے۔ اس کی بھی ایک تاویل تو وہی ہے جو آواگون کے معتقدین کہتے ہین دوسرے اس کی یہ تاویل بھی نہایت معقولیت سے کی جا سکتی ہے کہ انسان کی زندگی کا ہر درجہ اس کی سابقہ زندگی کے درجہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس فلسفہ کا منشاء بھی یہی ہے کہ انسان اپنے اعمال درست رکھے اگر وہ اپنا انجام نیک دیکھنا چاہتا ہے:۔

مسلمان ویسے ہی معصیت کے ارتکاب مین بیباک ہوتے ہین اس قسم کی تعلیم اور ان کی حالت کا ستیاناس کرتی ہے۔ بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانونکے دماغ سے اس قسم کی تعلیم جڑ سے نکال دیجاوے۔ اور اس کا اثر بالکل مٹا دیا جاوے:۔

توکل ایک کام شروع کیا جاوے اور وہ طریقے اختیار کئے جاوین جو کامیابی کیلئے ضروری ہو سکتے ہین۔ اور پھر کامیابی کی امید کی جاوے۔ اسکا نام توکل ہے۔

ایک کام کرنے کے لیئے جن کوششون کی ضرورت ہے انسان وہ نہ کرے بلکہ خداکے اوپر بھروسہ کرکے بیٹھ جاوے اور کامیابی کی امید کرے تو اس کی یہ حرکت لغو باطل اور جاہلانہ ہے۔

دولت سے بے اعتنائی اغیر مسلمون کا کام ہے

مسلمان عوام کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دولت کا کمانا اور جمع کرنا غیر مسلمون کا کام ہے۔ اور یہ کہ سچے مسلمان کی شان یہ ہو کہ اس کے ہان دوسرے روز کے کھانیکا انتظام پہلے سے نہ ہو سبحان اللہ۔ اس مردود مغالطہ نے کرورہا مسلمانون کا ستیاناس کردیا۔ اور تماشہ یہ ہے کہ حسب معمول یہ دھوکا بھی مسلمانون کو مذہب کے نام پر دیا گیا ہے۔ مسلمان اپنی جائیدادین تباہ کر دیتے ہین اپنی آمدنی سے بہت زیادہ خرچ کر دیتے ہین کیونکہ "مذہباً" ان کیلئے یہ آسانی ہے کہ دوسرے روز کا خدا انتظام کردیگا۔ اور یہ کہ آئندہ کیلئے اپنا یا اپنے بال بچون کا انتظام کرنا ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آپ سارے انتظام کا ذمہ دار ہے۔ یہان تک کہ بڑا اچھا مسلمان وہ ہے جو اپنے کفن کے لائق بھی روپیہ اپنے پیچھے نہ چھوڑے۔ اولاد کے متعلق کچھ انتظام کرنا خدائی امور مین دخل دینا ہی۔ اس لئے ایک سچا مسلمان اس غلطی کا ارتکاب نہ کریگا۔ کس قدر قابل افسوس قابل شرم، اور اعتراض کے قابل تعلیم ہے۔ اس تعلیم، تعلیم نہین بلکہ گمراہی کا نتیجہ یہ ہو کہ

۹۵ فی صدی مسلمانون کو معاش کی طرف سے سکون حاصل نہین. لاکھون مسلمان ایسے ہین جن کو دونون وقت مشکل سے روٹی ملتی ہے ۔ روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے تمام دنیاوی کاروبارون مین ابتری رہتی ہے ۔ اپنے بچونکو وہ تعلیم نہین دے سکتے۔ جسکی وجہ سے قوم اور ملک دونون کا نقصان ہوتا ہے ۔ اور غربت کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اِلّاَ مَاشَآءَ اللہ. غریب کے حالات یوماً فیوماً بد سے بدتر ہوتے چلے جاتے ہین یہان تک کہ بالآخر اس طریقہ سے فقرا کی تعداد مین اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس کا ضمناً ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ قوم کی ایک اچھی خاصی تعداد جو دوسرے حالات مین مفید کام کرسکتی تھی ۔ اب بیکار ہوجاتی ہے یعنی قوم کا ایک عضو مفلوج ہے ۔ اس صورت حال کا جو اثر قوم کے تمدنی اور سیاسی حالات پر پڑتا ہے وہ اَلَم نَشرَح ہے مولوی اسلام کے اس انجام سے فکرمند نہین ۔ کم ازکم وہ ذاتی طور پر مطمئین ہے کیونکہ مسلمان کو اس نے یہ بھی تو پڑھا دیا ہے کہ مولوی کی خدمت کرنا فرض ہے اور وہ بدنصیب خواہ اپنے آپ کچھ نہ کھائے لیکن اپنا پیٹ کاٹ کر اور قرض وغیرہ لیکر مولوی کی شکم پری کریگا کیونکہ اسکو بتا یا گیا ہے کہ یہ خدمت بھی مذہبی ارکان مین سے ایک ہے ۔ مگر اس جماعت کے متعلق مذاکرہ کرکے مین اپنا وقت خراب نہین کرون گا۔

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب ؔ کیون کسی کا گلہ کرے کوئی !!

دنیا کا کوئی عیب ایسا نہین جو غربت سے پیدا نہ ہو جاوے۔ انسان دنی الطبع ہو جاتا ہے اپنے حقیقی جذبات اس کو زبردستی دبانے پڑتے ہین۔ اس کی اپنی آواز کی کوئی وقعت نہین ہوتی۔ ایسے بہت سے افراد کا مجموعہ ملک کی سیاسی اور تمدنی حالت کے اوپر کیا اثر ڈال سکتا ہے اچھا اس سب کو چھوڑو۔ وہ غریب مسلمان جس کے پاس کھانے کو کچھ نہین جس کے بچے معاش کے نہ ہونے سے رو رہے ہون اور چیخ رہے ہون۔ اس کو سکون اور طمانیت کہان سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور جب یہ کیفیت ہے تو پھر کہان کا روزہ اور کہان کی نماز سب تماشہ ہے۔ عبادت بلا حضوری قلب ممکن نہین حضوری قلب ناممکن ہے جب وقت تک انسان کو سکون نہ ہو۔ اور معاش کی جب یہ ابتری ہو تو سکون کہان؟ پھر مین نہین سمجھتا کہ جس شخص نے رسول پاک صلعم کی تعلیم کی یہ غلط تاویل رائج کی اس نے کس بنیاد پر یہ ہولناک غلطی کی مین کبھی نہین کہونگا کہ اس کی نیت درست نہین تھی۔ لیکن یہ بھی میری سمجھ مین کبھی نہین آئیگا کہ ایک صریح اور صاف ارشاد کے بعد اس لغو تعلیم کا کیا اساس تھا۔ خدا کا آخری پیغامبر فرماتا ہے کہ "وہ لوگ مبارک ہین جو اپنے بعد اپنی اولاد کے لئے کافی سامان چھوڑ جائین"۔ انسانیت کے سب سے بڑے محسن کا ارشاد ایسا ہی ہے جیسا ہونا چاہیئے۔ روپیہ کی بہت بڑی طاقت ہے۔ اس کی طرف سے استغنا مہلک ہے

دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو بغیر روپیہ کے چل سکے۔ خود وہ مولوی بھی اس کا معترف ہے جو اپنے معتقدین کو اس کے خلاف درس دیتا ہے۔ اس قسم کے باطل اور لغو خیال عوام کے دماغ سے اس وقت تک نہیں نکلیں گے جبتک کہ اس کے متعلق مسلسل اور متواتر پروپگنڈہ نہ ہو۔ اور چونکہ یہ مقصود ہر قیمت پر حاصل کرنے کے قابل ہے اس لئے جس قسم کا مجاہدہ بھی اس سلسلہ میں ہوسکے کیا جاوے۔

سود سود کی مندرجہ ذیل ۳ قسمیں ہیں۔

(۱) تجارتی سود۔

(۲) دستاویزی سود۔

(۳) بنکوں کا سود۔

شرعًا سود لینے کی ممانعت ہے لیکن کبھی یہ واضح نہیں کیا گیا کہ کس قسم کا سود لینا حرام ہے۔ کیا مسلمان تجارتی کاروبار میں سود نہ لیں۔ اگر ایسا ہو تو دور وزمیں تمام بڑے بڑے تاجروں کا دیوالہ نکل جاوے۔ کاروبار میں چاروں طرف سے سخت مقابلہ ہوتا ہے۔ اگر ان امور کا لحاظ کرنے کے بعد کاروبار میں تھوڑی سی بھی غفلت ہو تو ظاہر ہے کہ تمام کام خراب ہو جائیگا۔

آپ بنک میں روپیہ جمع کرتے ہیں آپ اگر اپنے حصہ پر سود نہ لیں تو وہ روپیہ

بہت ممکن ہے کہ کسی ایسے مد مین صرف ہو جو آپ کی اغراض کے خلاف ہو سکتا ہو۔
دوسرے یہ کہ اس کا بالآخر نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اقتصادی دوڑ مین آپ اس طریقہ
سے خواہ مخواہ برادران وطن سے اور پیچھے رہ جائین گے۔ انگریزی تعلیم یافتہ
مسلمانون کی ایک معقول تعداد تجارتی سود اور بنک کا سود لینے مین کوئی مضائقہ
نہین سمجھتی۔ اس جماعت کے سرکردہ آدمیون مین سے ایک مولوی طفیل احمد بھی ہین
ان لوگون نے چاہا کہ جمعیت العلماء کی طرف سے اس مسئلہ مین قطعی فتوی حاصل کر لیا جاوے
تاکہ اس کا جلد رواج ہو جاوے لیکن حسب معمول ادھر سے کچھ سماعت نہین ہوئی
لیکن بہر حال مسئلہ کے صاف ہونے کی ضرورت ہے تاکہ یہ تعطل کا عالم تو نہ رہے۔
اس سلسلہ مین میری رائے یہ ہے کہ ایک کمیٹی اس قصہ کو ختم کرنے کے لئے بیٹھے
اس کے اراکین مین بہترین تعلیم یافتہ مسلمان شریک کئے جاوین، خاص کر وہ مسلمان
جنھون نے دنیا کے اقتصادی مسئلہ کا خوب اچھی طرح مطالعہ کیا ہو۔ نیز وہ لوگ
جو مذہبی تعلیم کے اوپر پورا پورا عبور رکھتے ہون مثلاً، مولانا ابو الکلام آزاد، اور مولانا
سلیمان ندوی وغیرہ۔ اس کمیٹی مین اگر ان مولویونکی بھی بھر لیا گیا جو کافیہ پڑھنے کے بعد
اپنے آپ کو فارغ التحصیل سمجھنے لگتے ہین تو نتیجہ معلوم۔ یہ کمیٹی منجملہ اور امور کے یہ بھی
پتہ لگائے کہ ٹرکی، مصر، ایران، اور دیگر اسلامی ممالک مین اس مسئلہ مین کیا کارروائی

ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض ان تمام معاملات پر غور کرنے کے بعد مذہبی قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے وہ اپنے فیصلہ سے عوام کو مطلع کریں۔ اس کی تعمیل ہونی اور ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد اگر کسی جماعت کی طرف سے شرارت ہو تو اس کو کچل دینا چاہیئے۔

بعض ناقابل تغیر اعتقادات وحدانیت، رسالت، نماز، روزہ اور زکوٰۃ، اسلام کے بنیادی اصول ہین۔ ان کے علاوہ جو امور مذہبیات پر مشتمل ہین۔ کیا وہ ایسے ہین کہ قیامت تک ان مین کسی قسم کی ترمیم وغیرہ کی گنجائش نہین مین سمجھتا ہون کہ یہ ایک ایسی صورت ہے جو بہت آسانی سے سب کی سمجھ مین نہین آیگی دنیا کی رفتار آگے کی طرف بہت تیز ہے اور اگر ساتھ ساتھ نہ رہا جاوے تو پیچھے وجود ہی خطرہ مین پڑ جاتا ہے اس صورت حالات کو وہ لوگ کیسے گوارہ کرینگے جنکو خدا نے بصارت کے ساتھ بصیرت بھی عطا فرمائی ہے اور جنھون نے علوم جدیدہ سے پورا پورا تمتع اٹھایا ہے اجماع امت جس مسئلہ کے متعلق زمانہ کے تبدیل شدہ حالات کا لحاظ کرتے ہوئے مسلمانون کے مفاد کو مدنظر رکھکر جو فیصلہ کرے مین سمجھتا ہون وہ ایسا ہی واجب التعمیل ہے جیسے خود مذہبی ارکان۔ بہرحال اس بحث سے میرا مقصود یہ تھا کہ بنیادی اصولون کو چھوڑ کر باقی جو مذہبی اعتقادات ہین

ان مین زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ مناسب اور ضروری ترمیم ہوتی رہنا چاہیئے۔ تاکہ اسلام کے فیوض سے تمام ذی ہوش انسان بلا جبر اکراہ متمتع ہوسکین۔ اور اس عدیم النظیر ادارے مین ہمیشہ زندگی کے نئے آثار پیدا ہوتے رہین تاآنکہ خدا کا منشا، پورا ہو۔ اسلام کی روز افزون آبادیان جس مسئلہ مین اپنے آپ کو دقت مین پا دین وہ فوراً ادارہ کا بر سے رجوع کرین۔ اور پھر اس پر عالم اسلام کے بہترین دل ودماغ غور وفکر کر کے اس وقت کو دور کر دین۔ اس کی بہت سخت ضرورت ہے اور مجھے امید ہے کہ مناسب وقت پر اس کی تعمیل ہوگی۔

پردہ اور تعلیم نسوان رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ مرد اور عورتون پر تعلیم حاصل کرنا فرض ہے۔ اس لئے اس مسئلہ مین توبحث کی گنجایش ہی نہین جہانتک عورتون کی تعلیم کا تعلق ہے اس کا معیار زمانہ کی ہر روز تبدیل ہونے والی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے ضروری مشورہ کے بعد طے ہوتا رہیگا۔ لیکن بہر حال یہ ضروری ہے کہ عورتون کی تعلیم ایسی ہو کہ وہ اپنے چارون طرف کے واقعات سمجھ سکین۔ اور بچون کو صحیح تعلیم و تربیت دے سکین۔ پردہ کا معاملہ سخت نازک ہے عورتون کو آزادی دیدینے کے معنیٰ یہ ہین کہ مرد اور عورت کے اختلاط کے اوپر سے تمام پابندیان اٹھالیجائین اور اس کا نتیجہ وہی ہوسکتا ہے جو ہم مغربی ممالک مین

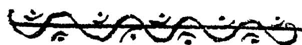
شب و روز دیکھتے ہین اردو ابی برکات کا تو ان صورتون کے بعد مکمل خاتمہ ہو جاتا ہے۔
اور یہ ایک ایسا نتیجہ ہے جس کو کوئی عاقل شخص سکون کے ساتھ نہین دیکھ سکتا۔
عورتون کی آزادی کا نتیجہ ہر ملک مین یہ ہوا ہے کہ بدکاری وغیرہ مین عبرت انگیز اضافہ
ہوگیا ہے۔ اس قسم کی آزادی کے تو مین بالکل خلاف ہون لیکن پردہ کی موجودہ سختی
ایک حد تک گران ہے۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین ایسی سخت پابندی نہ تھی۔
خلافت عباسیہ کے دور مین مسلمان عورتون کو ایک معقول حد تک آزادی حاصل
تھی۔ اور وہ زندگی کے ہر شعبہ مین دلچسپی لیتی تھین۔ وہی اب بھی ممکن ہو سکتا ہے لیکن
ساتھ ہی ساتھ مسلسل پروپگنڈہ سے ابتدائی تعلیم و تربیت سے ایک مسلمان خاتون کو
بدنگاہی سے دیکھنا سوسائٹی کا اتنا بڑا جرم تصور کرلیا جاوے کہ کسی کو اس قسم کی
جرارت کی مجال نہ ہو۔

منشاء زندگی کا غلط تصور فطرت نے انسان کو کیون پیدا کیا یا یہ عنبس خود رفتہ ہے
میری سمجھ مین نہین آتا۔ ممکن ہے کہ مین اپنی زندگی مین
یہ سمجھ سکون دنیا مین آجانے کا فعل تو غیر اختیاری ہے لیکن یہان آنیکے بعد زندگی کا
معیار کیا ہو۔ یہ بات اپنے اختیار کی ہے۔ ہمارے مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو
اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ خدا کی عبادت کرے۔ جہانتک کہ تخلیق کے منشاء کا

تعلق ہے مین مذکورہ مقصود کو ایک سطحی سبب سمجھونگا۔ اور سطح سے نیچے جانا میرے اس موضوع کا اس وقت مقصود بھی نہین۔ ہان تو انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ خدا کی عبادت کرے یعنی انسان کی زندگی کا معیار یہ ہے کہ وہ اسے عبادت مین گذار دے۔ عام مسلمانون کے نزدیک عبادت کے معنی یہ ہین کہ نماز پڑھ لین۔ روزہ رکھلین۔ حج کر آئین اور زکوٰۃ دین۔ یہ سب باتین بڑی اچھی ہین۔ لیکن عبادت کے معنی میرے نزدیک کچھ اور بھی ہین۔ میرے نزدیک کائنات کی تکمیل مین حصہ لینا بھی عبادت کے فرائض اولین مین سے ہے۔ آئنسٹین جو کام کر رہا ہے اسے بھی مین عبادت سمجھتا ہون۔ جو جماعت کرہ ہائے ارضی و سماوی کی ہیئت کی تحقیقات مین مصروف ہے وہ بھی عبادت گذار ہے جو لوگ سائنس کے مختلف صیغون مین مزید تحقیقات کا کام جاری کئے ہوے ہین وہ بھی عبادت مین مصروف ہین۔ غرض تہذیب و تمدن کے ارتقاء کے سلسلہ مین یا قدرت کے رازہائے سربستہ کے دریافت کے سلسلہ مین جو کچھ کام اسوقت تک ہوے ہین اور آئندہ جو کچھ ہوتے رہین گے وہ سب عبادت مین داخل ہین۔ ایک جماعت شب و روز نماز و روزہ مین مشغول رہتی ہے۔ بڑی اچھی ہے مبارک ہے اور اتباع کے قابل ہے لیکن یہ امور ایسے ہین جن کا نتیجہ ایک حیثیت سے

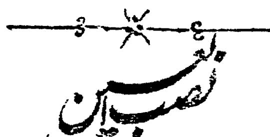
محدود ہے۔ انسان اپنے معبود کی خوشنودی کے لئے ایسے کام کرتا ہے۔ تاکہ اس کا اپنا ضمیر مطمئین رہے۔ لیکن مین اس جماعت کو ترجیح دون گا جو اپنی اس ذاتی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہو۔ اور ستم رسیدہ مظلوم اور لاچار انسانون کو آسانیان بہم پہونچائے۔ ایک بچہ بھوک سے تنگ ہو کر ادھر ادھر پریشان پھرتا ہے۔ اس کو تم کھانا کھلادو۔ پانی پلادو۔ تم نے بڑا اچھا کام کیا۔ اگر تم دو قدم اور آگے بڑھو اور اس کے والدین کی کیفیت کا اندازہ کرو اور ان کے لئے مستقل معاش کا انتظام کرو جس سے وہ سکون حاصل کرکے اپنے بقیہ ایام اپنی اور اپنے بال بچون کی بہبودی مین گذار دین تو مین سچ کہتا ہون کہ ہزار سجدے ایک طرف اور تمہاری یہ کارگذاری ایک طرف۔ ہان تو میرا مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا معیار کائنات کی تکمیل مین حصہ لینا ہے۔ اور کائنات کی تکمیل کے معنی یہ ہین کہ تہذیب و تمدن کے ارتقاء مین پورا پورا حصہ لیا جائے۔ سائنس کو جس قدر فروغ دیا جاسکے دیا جائے تاکہ فطرت کے رازہائے سربستہ کا انکشاف ہو اور حقیقت کا

عمل ہو سکے۔ تاکہ انسانوں کی مصیبت کو کم کیا جاوے۔ ایک آدمی کے لئے یہ کام بظاہر بہت مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن آپ جانتے ہیں آدمی بھی تو معمولی چیز نہیں۔ آدمی ہونا بھی تو بہت مشکل ہے۔



باب پنجم

لائحہ عمل



نصب العین

دو عالم را تواں دیدن بمینائے کہ من دارم
کجا چشمے کہ بیند آں تماشائے کہ من دارم

جنگ عظیم ہوئی لاتعداد آدمی اس مین کام آئے اتنا روپیہ صرف ہو گیا کہ آجتک دول یورپ کے بجٹ برابر نہین ہو سکے ہین لیکن مغربی قومون کیلئے ان صورتون سے زیادہ مخدوش صورت یہ ہوئی کہ ساری دنیا کے سامنے مغربی تہذیب اپنے اصل رنگ مین ظاہر ہو گئی اور جو قومین ان کی محکوم تھین انمین تحریک آزادی شروع ہو گئی یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک اور ایسی ہی آویزش اگر پھر ہو جاوے اور اس کے امکانات کم نہین ہین تو مغربی تہذیب و تمدن اور ملوکیت پرستی کا یہ سارا ڈھانچہ درہم بر

نیچے آرہے گا۔ اس انجام سے بچنے کے لئے انجمن بین الاقوام کا قیام عمل مین آیا ہے۔ معاہدہ لوکارنو و میثاق کیلاگ بھی اسی سلسلہ کی کڑیان ہین۔

بعض دول کی مالی حالت چونکہ خراب ہے اور وہ اگر چاہین بھی تو امریکہ و فرانس جیسی مالدار سلطنتون کا اس وقت مقابلہ نہین کرسکتین۔ اور انھین اندیشہ ہے کہ رقابت کی دوڑ مین وہ بالآخر پیچھے رہ جائین گی۔ اس لئے تخفیف اسلحہ کا مسئلہ انجمن بین الاقوام مین پیش ہوا ہے۔ اور حسب معمول اس کی تاویل یون ہوئی ہے کہ دنیا اب جنگ سے عاجز آگئی ہے اس لئے اس قسم کی تحریکین ضروری ہو گئی ہین۔ بظاہر یہ کوششین بہت مبارک ہین اور کسی جماعت کا ان سے اختلاف کرنا بڑی ذمہ داری سر لینا ہے۔ لیکن بحث واقعات سے کرنی چاہیئے۔ ہم نے یہ دیکھا کہ امیر عبدالکریم مداخلت کے لئے چیختے رہے لیکن انجمن بین الاقوام نے مراکو اور ریف کے لئے کچھ کرنا ضروری نہین سمجھا۔ فرانس نے اہل شام کی تحریک حریت کو کچلنے کے سلسلہ مین دمشق جیسے آباد شہر پر گولہ باری کی جس سے لاتعداد عرب شہید ہو گئے لیکن ہمین یاد نہین جنیوا کے پرامن ایوانون مین اس کے خلاف خفیف احتجاج بھی ہوا ہو۔ موصل کا مسئلہ جب لیگ کے سامنے آیا تو تمام دعائے غیر جنبہ داری فراموش ہو گئے۔ اور ترکی کے خلاف فیصلہ ہوا۔ ایسے

واقعات کے بعد ایک مبصر اگر یہ رائے قائم کرے کہ برطانیہ اور فرانس وغیرہ نے دنیا میں اپنا اثر قائم رکھنے اور بڑھانے کے لئے یہ زیادہ مؤثر طریقہ اختیار کیا ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ ورنہ نیت وہ نہیں جو ظاہر کیجاتی ہے۔ تحریک تخفیف اسلحہ میں بھی اسی قسم کے اسرار پنہان ہیں اور اس کا بھی وہ مقصود نہیں جو ظاہر کیا جاتا ہے معاہدہ لوکارنو و میثاق کیلاگ بیشک وقت کی سب سے بڑی ضروریات ہیں۔ لیکن یہ سب لغو اور بیکار ہیں جس وقت تک اسلامی ممالک قطعاً آزاد نہیں ہوتے حقیقی امن وامان ایک لفظ بے معنی ہے جس وقت تک وسطی ایشیا۔ جزیرۃ العرب، عراق، فلسطین شرق اردن۔ شام اور عرب کے دوسرے حصہ، تمام افریقہ عموماً اور وسطی و شمالی افریقہ خصوصاً جاوا و سماترا اور دیگر اسلامی آبادیاں مغربی اقوام کے حلقۂ اثر میں ہیں۔ ہمارے نقطۂ نظر سے انجمن بین الاقوام ایک غیر ضروری چیز ہے اگر وہ اسلامی آبادیوں کیلئے آسانیاں بہم نہیں پہنچا سکتی۔ ۔ ۔ ۔ معاہدہ لوکارنو و میثاق کیلاگ کی ہم کیا قدر کریں جب شمالی افریقہ کی اسلامی آبادیوں پر اس جرم میں کہ وہ اپنے وطن عزیز میں عزت سے رہنا چاہتی ہیں۔ اٹلی اور فرانس غیر قابل برداشت مظالم کر رہے ہیں۔ ہندوستان ہماری ساری آرزوؤں کا گہوارہ جن حالات میں سے گذر رہا ہے وہ سب پر روشن ہیں۔ لیگ کے اس عذر سے

ہمین کہاں تسکین ہوتی ہے کہ ہم کسی حکومت کے اندرونی معاملات مین مداخلت نہین کرتے۔

دول مغرب کی مخصوص سیاسیات پر ایک نظر ڈالنے کے بعد روس کا ذکر بھی اس ضمن مین اختصار کیساتھ ہو جاوے تو بیجا نہین تاکہ یہ اندازہ ہوسکے کہ ان واقعات کا ردعمل اسلامی ممالک پر کیا ہوسکتا ہے۔

روس کا موجودہ نظام حکومت دنیا مین ایک نیا تجربہ ہے بولشویزم کے لئے کارل مارکس اور لینن کا جو نظریہ تھا تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس کی لفظی تعمیل ممکن نہین اس لئے سویو اسٹیلن کو اس کے مسلمہ اصولون مین کچھ ترمیم کرنی پڑی اور بہت قرین قیاس ہے کہ آگے چلکر مزید ترمیم ضروری ہو جاوے۔ تاہم روس کی پالیسی دول مغرب کی پالیسی سے اس درجہ مختلف ہے کہ موخرالذکر اسکو اپنے اقتصادی تمدنی اور مجلسی نظام کے لئے ایک کھلا ہوا چیلنج تصور کرتی ہین۔ اور اس لئے ان کی قدرتاً یہ خواہش ہوسکتی ہے کہ یہ جدید نظام شکست ہو جاوے۔ لیکن عوام اور مزدور چونکہ اس کی برکات سے زیادہ فائدہ اٹھاوین گے۔ جس کا تھوڑے تجربہ کے بعد ان کو اب احساس شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے اندرونی انقلاب کا امکان اس وقت کم ہے اور جتنی مدت گذرتی جاویگی اس قسم کے امکانات

اور بعید ہوتے چلے جاوین گے۔ بیرونی مسلح مداخلت کے امکانات اور زیادہ خفیف ہین۔ تاہم مناسب وقت پر یہ نظام جمہور کا حقیقی ترجمان ہو جاے گا۔
روس کے اس انقلاب کا لوگ فرانس کے انقلاب سے مقابلہ کرتے ہین اس مین شک نہین کہ اٹھارھوین صدی کے آخر مین فرانس مین جو انقلاب ہوا اس کا اثر کم و بیش تمام یورپ پر ہوا تھا۔ تاہم روس کے انقلاب سے اسے کوئی نسبت نہین۔ اس کی نوعیت جداگانہ ہے۔ اور اس کا اثر ہمہ گیر ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس صدی کے اندر تمام دنیا کا اقتصادی نظام اس انقلاب کی روشنی مین تھوڑی بہت ترمیم کیساتھ روسی قائم کی تعلیم قبول کرلیگا وہانکے سارے حالات بالکل وکاست چونکہ ہم تک نہین پہونچتے اس لئے یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ بالشویکین کے مجلسی اور تمدنی نظام کا دنیا کے اوپر عموماً اور اسلامی ممالک پر خصوصاً بالآخر کیا اثر پڑے گا۔

بہر حال اس کی طرف سے تشویش کی ضرورت نہین۔ خود مختار اور زبردست اسلامی آبادیان کوئی اور رنگ اختیار نہین کرین گی۔

باوجود اس تنگ نظری اور تعصب کے جو بظاہر قومون مین اس وقت ہے زمانہ کی رفتار کو غور سے دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم کیجا سکتی ہے کہ کچھ

عرصہ کے بعد دنیا کی آبادیون کی تقسیم کی صورت کم وبیش یہ ہوگی۔

(۱) برطانیہ، کنیڈا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، آسٹریلیا اور ممکن ہے کہ جرمنی و آسٹریا۔

(۲) فرانس، اٹلی، اسپین و ریاستہائے جنوبی امریکہ۔

(۳) روس اور سرویہ وغیرہ۔

(۴) چین، جاپان، سیام، انڈوچائنا و برہما، مع جنوبی ہندوستان کے۔

(۵) دنیا کی اسلامی آبادیان جو سارے افریقہ مین مغربی و وسطی ایشیا، مین۔ شمالی ہندوستان مین۔ ملایا مین۔ سماترا۔ جاوا۔ اور دیگر جزائر مین پھیلی ہوئی ہین مسلمانون کی آبادیان ساری دنیا کی آبادی کا کم وبیش چوتھائی حصہ ہین اور جن ممالک مین وہ پھیلی ہوئی ہین انکا رقبہ بھی دنیا کے رقبہ کا تقریبًا ایک چوتھائی حصہ ہے۔

میری آرزو یہ تھی کہ آزاد اسلامی ممالک کی ایک لیگ قائم ہوتی۔ اس کا ایک صدر ہوا کرتا وہ تمام عالم اسلامی کے مفاد کا نگران ہوتا جو اسلامی ممالک نیم آزاد ہین انکے آزاد کرانیکی کوشش ہوتی تاکہ اسلام کی عظمت مین اضافہ ہوتا۔ اسکے علاوہ جو ایسے ممالک ہین جہان آبادی کا بیشتر عنصر اسلامی ہے۔ ان کیلئے ایسی کوشش ہوتی کہ مناسب وقت پر اپنے معاملات کو وہ خود سنبھال لین اور اس طریقہ سے ساری اسلامی آبادیان آزاد فضا مین سانس

سانس لے سکین - اور بالآخر اس طریقہ سے دنیا کے اہم معاملات مین ہماری آواز فیصلہ کن ہو - اس عظیم الشان قصر کی نبیاد ہندوستان ہوگا - اسلامی آبادیون کا مطمح نظر تو یہ ہوگا لیکن اس سلسلہ مین ہندوستان مین جو ہمارا نصب العین ہے - اس کی وضاحت میرے اس مضمون کا موضوع ہے - آپ کو اندازہ ہو جائیگا کہ اس بحث کے سمجھنے کے لئے اوپر کا مختصر بیان ضروری تھا -

اس برا عظم مین متحدہ قومیت کے امکان کم ہین اور اگر وہ بہت بھی ہون تو ہم انھین کم کر دین گے - ہندوستان کی وہ متحدہ قومیت جس پر اسلام کا رنگ غالب نہ ہو تباہ کر دینے کے قابل ہے - لہذا ہندوا اور مسلمانون کی قومین الگ الگ رہین گی لیکن اس تقسیم کے معنی یہ نہین ہین کہ آپس کے تعلقات خراب رہین - دو پڑوسی اگر وہ رہنا چاہین تو اچھی طرح رہ سکتے ہین - خواہ ان کی معاشرت وغیرہ بین یکسانیت نہ ہو - ہندوستانی مسلمانون کے تعلقات بیرونی مسلمانون کے ساتھ نہایت دوستانہ رہین گے - مجوزہ مسلم فیڈریشن مین ہندوستانی مسلمانون کی شرکت لازمی ہوگی - بیرونی مسلمانون سے تعلقات رکھنے کے یہ معنی نہین ہین کہ ہندوؤن سے تعلقات خراب ہو جائین گے - یا ہندوستان کی سرحد کے تحفظ کا مسئلہ خطرہ مین پڑ جائیگا - کاش اسلامی اخوت کے فلسفہ کی رفعت کو غیر مسلم

سمجھ سکتے۔ باوجود ہماری اس صفائی پیش کرنے کے یہ لوگ اگر اس تنظیم کے تعلقات کو
بنظر اشتباہ دیکھین تو دیکھنے دیجیئے کچھ پرواہ نہین۔ ان کا یہ اشتباہ ہمارے
عزم مین کیون رکاوٹ کا سبب ہو۔ زمانہ خود ان کے توہمات کو دور کردے گا۔
ہندوستان ہماری آرزودن کا مرکز ہے۔ یہان مسلمانون کی آبادی آٹھ کروڑ ہے
دنیا کے کسی اور ملک مین ان کی اتنی بڑی جماعت نہین۔ مذہبی حمیت و غیرت
جس قدر ان مین ہے وہ دوسرے ملک کے مسلمانون مین نہین۔ اتنی بڑی تعداد
جس کا بہت بڑا حصہ شجاع اور بہادر آبادیون پر مشتمل ہے اگر صحیح طریقہ سے منظم
ہو جاوے تو وہ دنیا کی بہت بڑی طاقتون مین سے ایک ہو سکتی ہے۔ اس
صورت کے سارے امکانات موجود ہین اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ اس مبارک
نتیجہ کے حصول کے لیئے غیر معین عرصہ تک انتظار نہین کرنا پڑیگا۔ مسلمانان ہند کو
اس قدر مضبوط ہو جانا چاہیئے کہ بڑی سے بڑی طاقت کو ان کی طرف نگاہ کرنے کی
جراءت بھی نہ ہو۔ اس تیاری کے معنی یہ نہین کہ کسی سے جنگ کرنی مقصود ہے۔
منشاء صرف یہ ہے کہ کسی کو ہمارے حقوق مین مداخلت کی جراءت نہ ہو۔ اور
اگر کوئی بڑی سے بڑی طاقت ہمین دعوت مبارزت دے تو ہم اس کی قرار واقعی
تنبیہ کر سکین۔ اور یہ کہ بیرونی ممالک کی اسلامی آبادیون کی پوری پوری اخلاقی تائید کرسکین

میں نے اس باب میں بعض عملی تجاویز تنظیم کے لئے پیش کی ہیں میں اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھوں گا اگر مسلمان مہربانی سے انپر توجہ کریں تنظیم کی ضرورت ہے تنظیم کا امکان ہے متعلقہ آبادیاں اس کی سخت ضرورت محسوس کرتی ہیں ضرورت صرف اس کی ہے کہ کوئی مبارک جماعت اس کام کیلئے نکل آئے نیت درست ہو۔ طبیعت میں استقلال اور خلوص ہو۔ تائید ایزدی خود ہم رکاب ہو جائیگی۔ اور پھر کامیابی ہماری ہے۔ بلوچستان اور سرحد میں آبادی تقریباً تمام مسلمانوں کی ہے۔ سندھ بمبئی سے الگ ہو جائیگا۔ یہ بھی ایک اسلامی صوبہ ہے پنجاب میں مسلمان اس وقت تقریباً ۵۷ فی صدی ہیں اور ہر حیثیت سے ان کی حالت بہتر ہو رہی ہے اس لئے اگر آج غیر مسلموں کی شدید مخالفت کی وجہ سے ان کو صوبہ کی حکومت چلانے کا موقع نہ بھی ملے تو کم تک کچھ عرصہ کے بعد وہ ان جماعتوں کی مخالفت یا موافقت سے بالکل بے نیاز ہو جائیں گے۔ اور دوسری جماعتوں کو چار و ناچار ان کا نقطہ نظر تسلیم کرنا پڑیگا۔ اس سلسلہ میں کاش کوئی مخالفوں کو سمجھا دیتا کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں پنجاب میں ہماری اکثریت کی برکات سے فائدہ اٹھانے سے نہیں روک سکتی۔ اور یہ کہ خود انکو آج سے ۲۰ یا ۲۵ برس بعد اپنے اس بے جا گھمنڈ ہٹ اور تمرد کا خیال کر کے ندامت اور افسوس ہوگا۔

کشمیر مین آج اگر ہمین وہ حقوق نہ ملے جنکے لئے سیکڑون مسلمانون نے اپنی جانین دی ہین تو وہ حقوق ہم کل لے لین گے جب ہم زیادہ آسانی سے وہان اپنا اثر ڈال سکین گے چارون طرف کی اسلامی آبادیان وادی کشمیر کی طرف نگاہ رکھین گے۔

دہلی اور روہلکھنڈ ڈویژن مین اگرچہ مسلمان مشکل سے ۲۲ فی صدی ہین لیکن پنجاب کی قربت کی وجہ سے اور نیز اس لئے کہ یہان شہری آبادی مین ان کا عنصر بہت زیادہ ہے وہ کمزور نہین ہین۔ یہ صورت ایک حد تک میرٹھ ڈویژن تک رہے۔ علی گڈھ سے بنگال کی مغربی سرحد تک جو ۴۰۰ میل لانبی پٹری ہے اس مین مسلمان بہت کم ہین اور اسی رقبہ کے شمال مین نیپال کی خاصی مضبوط ہندو ریاست موجود ہے۔ اگر اس ٹکڑے کو اچھی طرح محفوظ کر لیا جاوے تو بلوچستان سے آسام تک اسلامی آبادیون کا زبردست سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔

اس علاقہ مین تبلیغی انجمنون کو زیادہ دلچسپی لینی چاہیئے۔ یہان کی مسلمان آبادی کو بے انتہا طاقتور ہونا چاہیئے۔ اور اس سلسلہ مین جو کارروائی مناسب ہو وہ کیجاوے اس سارے رقبہ کے متوازی ہمالیہ کی زیرین وادیون مین اگر ۴۰، ۴۰ میل کے فاصلہ پر قلعہ بند شہر آباد کر لئے جاوین تو وہ اس سلسلہ کو محفوظ رکھنے کے لئے مفید ہون گے سرحد وغیرہ سے کچھ آبادی التزام کے ساتھ مستقل طریقہ سے آ کر ادھر آباد ہوتی رہے

لیکن اس نقل مکانی کا یہ اثر نہ ہو کہ کسی اسلامی صوبہ کی با اثر اکثریت مین کمی آ جائے۔ شمالی ہند کی اسلامی آبادی کو قوی اور با اثر رہنے کے لئے ہمالیہ کے سلسلہ کو بالکل اپنے ہاتھ مین رکھنا ہوگا۔ خواہ اس کے لئے کتنے ہی مسلسل مجاہدون اور قربانیون کی ضرورت ہو۔ یہ سلسلہ کوہ بلا شرکت غیرے شروع سے آخر تک زیرین اور بالائی حصہ دونون مسلمانونکے قبضہ مین رہنا چاہیئے۔ اور مجھے امید ہے کہ یہ رہے گا۔ یہان ان کو اس قدر زبردست ہو جانا چاہیئے کہ گورکھون اور ہندوؤن کی متحدہ طاقت ان کو جنبش نہ دے سکے۔

اس سے میرا منشا یہ نہیں کہ جنگ کی تیاریان کی جائین بلکہ بقول مسٹر لائڈ جارج کے "امن و امان کی کیفیت مستحسن ہے اور اس کے برقرار رکھنے کیلئے ضرور دعا مانگی جاوے لیکن دور اندیشی کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنی بارود ہر وقت خشک رہے"۔

یو۔پی، اور بہار اڑیسہ کو چھوڑ کر جہان مسلمان ۱۴ اور ۱۱ فی صدی ہین ہم بنگال کے اسلامی صوبہ مین پہونچتے ہین۔ آسام اور بنگال کی مجموعی آبادی مین سے مسلمان کم و بیش ۳ کروڑ دس لاکھ ہین۔ اور ہندو تقریباً ڈھائی کروڑ ہین یعنی ان دونون صوبون مین ملا کر مسلمان بہت بڑی اکثریت مین ہین۔ یہ اطمینان اور خوشی کی بات ہے لیکن انکی حالت نہایت افسوسناک ہے۔ جہالت اور غربت کی وجہ سے وہ ہندوؤنکے مقابلہ مین ہر حیثیت سے نہایت پست ہین۔ سر عبد الرحیم کی اسمبلی کی تقریرون سے

اس دل سوزی کا اظہار ہوتا ہے جو ان کو مسلمانون کے ساتھ ہونی چاہیئے اور ہے۔ لیکن مسلمانون کو ضرورت تقریر کرنے والون کی نہین، کام کرنے والون کی ہے ان کی عمر کافی ہے وہ مجھے بتائین کہ بنگال کے مسلمانون کی حالت درست کرنے کے سلسلہ مین انھون نے کیا کیا تعمیری کام کیئے ہین۔

اگر عبد الغفار خان کیطرح اپنے صوبہ کے مسلمانون کو وہ منظم نہین کر سکتے تھے تو یہ تو ان کے لئے ناممکن نہ تھا کہ جس طرح سر فضل حسین نے پنجاب کے مسلمانون کی تعلیمی ضروریات وغیرہ کو پورا کیا اسی طرح وہ اپنا اثر ڈالکر بنگال کے مسلمانون کے لئے کرتے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ ادھر کے مسلمان کارکن اپنے رقبہ کے مسلمانون کو منظم کرنیکا کام دیر تک اٹھا نہین رکھین گے۔ ایک بات مجھے اس سلسلہ مین اور کہنی تھی کہ مشرقی بنگال مین دریاؤن سے طغیانی کی وجہ سے اور ملیریا سے مسلمانون کو ہر سال سخت مالی و جانی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ماہرین کی ایک کمیٹی اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیئے بیٹھے اور اس صورت حال کو درست کرنے کے لئے اپنی تجاویز پیش کرے۔ ان پر عملدرآمد ہونا چاہیئے۔ خواہ اس مین کتنا ہی خرچ ہو جائے اس خرچ کا بیشتر حصہ صوبہ کے بجٹ سے لیا جاوے۔ باقی مسلمان خود دین۔ شمالی ہندوستان کی یہ صورت ہے۔ جنوبی ہند مین مسلمانون کی

تعداد بہت تھوڑی سی ہے۔ مدراس مین بمشکل ۶ فی صدی ہین بمبئی مین ۸ فی صدی اور ممالک متوسط مین بمشکل ۵ فی صدی لیکن جیسا کہ مین نے کہین اور ذکر کیا ہے۔ ان تینون صوبون کے بیچ مین حیدرآباد کا عظیم الشان اسلامی علاقہ ہے جس سے بڑی حد تک اس دکن مین اسلامی آبادی کی کمی کی تلافی ہو گئی ہے۔ یہ بات بھی تو ظاہر ہے کہ شمالی ہندوستان کے مسلمان جس قدر طاقتور ہونگے اسی قدر جنوبی ہند کے مسلمانون کی حفاظت کا سامان غیر مشتبہ ہوگا۔

میرا نصب العین یہ ہے کہ مسلمانان ہند کی حالت ایسی ہو جاوے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور اس کا علاج یہ ہے کہ وہ منظم ہو جاوین تنظیم کی جو صورت ہو سکتی ہے اس کا سرسری خاکہ اس باب مین موجود ہے۔ جب ایسا ہو جائے تو اسلامی آبادیون کا جو عام مطمح نظر ہے اس کی تعبیر مین ہندوستان کا حصہ پورا ہو گا۔ فقط۔

مرکزی جماعت کا قیام

کسی بڑے کام مین اس وقت تک ہاتھ نہین ڈالا جا سکتا جس وقت تک کہ ایک کام کرنیوالی جماعت موجود نہ ہو۔ اور ہندوستانی مسئلہ تو اس قدر نہتہم بالشان ہے اور مسلمانان ہند کی ضروریات ایسی پیچیدہ اور غیر معمولی ہین کہ ہر کام مین تنظیم کی ضرورت ہے۔ اگر مسلمان چاہتے

ہین کہ وہ سیاسی نقطۂ نظر سے فائزالمرام ہون، اگر وہ چاہتے ہین کہ ان کی غربت اور جہالت دور ہو، اگر وہ چاہتے ہین کہ ان کے اجزا منظم ہو جاوین، اگر وہ چاہتے ہین کہ ملک کے مستقبل کی تشکیل مین ان کا بھی حصہ پورا پورا ہو اور اس طریقہ سے وہ عالم اسلامی کے لئے مفید ہو سکین تو اس کا واحد علاج یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو منظم کر لین۔ یہ خیال کہ عوام کے سامنے پہلے نصب العین رکھا جاوے اس کے بعد تنظیم کی ضرورت اور اہمیت واضح کرنے مین آسانی ہوگی اور اس کے بعد جماعت کا قیام ہو لغو ہے۔ کیا نصب العین ابھی تک معلوم نہین۔ ارے صاحب حالت اصلاح کے قابل ہے ہر ممکن کوشش حالت کے بہتری کے لئے کیجاویگی بس۔ موجودہ جماعتین تعمیری کام نہین کرتین ضرورت ایسی جماعت کی ہے جس کی تمام ہندوستان مین شاخین ہون اور وہ ہر پروگرام پر جو مرکزی جماعت اسکے سامنے پیش کرے مستقل طریقہ سے عملدرآمد کر سکے۔ جماعت کا نام مسلم لیگ مناسب ہے۔ کام مین آسانی کے لئے لیگ کے واسطے صوبون کی موجودہ تقسیم زیادہ مناسب ہے۔ ہر صوبہ مین وہان کے صدر مقام پر لیگ کا صدر دفتر رہے گا۔ اور تمام شہرون مین اس کی شاخین رہین گی۔ ضلع کے تمام اہم مواضعات وقصبات مین ماتحت شاخین ہونگی۔ جو شہر متعلقہ کی

جماعت کے ماتحت ہونگی ۔ یہ ماتحت جماعتین ہرہفتہ کی روئداد شہر کی جماعت کو بھیجا کرینگی ۔ تاکہ وہ ضلع کے تمام کوائف سے ہر حیثیت سے بخوبی واقف رہے۔ تمام شہرون کی جماعتین ہر دسوین روز اپنے علاقہ کے متعلق مفصل روئداد جسمین مخصوص ذکر قومی پروگرام کا ہوگا ۔ صوبہ کے صدر دفتر کو روانہ کیا کرینگی ۔ یہ نظام ملک کے تمام صوبون اور ریاستون مین قائم ہوگا ۔ تمام ملک کے لئے مرکزی جماعت دہلی مین قائم ہوگی ۔ جہان ہر پندرہ روز کے بعد ہندوستان کے تمام صوبون کے دفترون سے التزام کے ساتھ رپورٹ پہونچا کریگی جس مین اپنے اپنے علاقہ کے خاص کوائف کے علاوہ یہ رپورٹ آئے گی کہ قومی پروگرام کے اوپر ملک کی مختلف جماعتین کس طریقہ سے کام کر رہی ہین سلسلہ مراسلت وغیرہ ایسا مکمل ہونا چاہیئے کہ اگر آسام کے کسی ایک موضع مین ایک شام کو مسلمانون کی ایک جماعت کو یا کسی ایک مسلمان کو جانی ومالی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کی اطلاع زیادہ سے زیادہ دوسرے روز صبح تک لیگ کے صدر دفتر دہلی مین پہونچ جاوے تاکہ ضروری اور مناسب انتظام کیا جاسکے یا اگر کوئی تحریک شروع کرنی ہے تو صدر دفتر کی ہدایات ماتحت جماعتون کو فوراً ہو جانی چاہئین ۔ تاکہ تحریک مناسب طریقہ سے چلائی جاسکے ۔ ہر شخص جو مسلمان ہو ایک آنہ ماہوار چندہ دیکر جماعت کا ممبر ہوسکتا ہے ۔

انتخاب ہر سال ہوا کرینگے۔ عہدیداران کے لئے صرف ایک شرط تعلیم کی ہوگی
جو سب سے زیادہ تعلیم یافتہ اور وسیع النظر ہے وہ خدمت کا سب سے زیادہ
اہل ہے۔ ماتحت جماعتوں کا انتخاب ممبران کیا کرینگے۔ اور شہری جماعت کا
انتخاب ضلع کی ماتحت انجمنیں کیا کرینگی۔ صوبہ کے صدر دفتر کے لئے صوبہ کے تمام
شہروں کی جماعتیں انتخاب کیا کرینگی۔ اور علیٰ ہذا مسلم لیگ کے مرکزی ادارے
کے عہدیداران کا انتخاب تمام صوبوں کی جماعتیں کیا کرینگی۔ لیگ کا سالانہ
جلسہ ہوا کریگا جس میں گذشتہ سال کی روئداد اور آئندہ سال کا
لائحہ عمل پیش ہوا کریگا۔

ہر ماتحت شاخ پچاس رضاکاروں کی ایک جماعت تیار رکھے گی جن کی
عمریں ۲۰ اور ۴۰ سال کے درمیان ہونگی۔ اور جو ہر طرح مسلح ہونگی تاکہ
جس وقت اور جہاں ضرورت ہو وہ اپنے مظلوم بھائیوں کی امداد کر سکیں۔
یہ ہمہ وقت انجمن کے زیر ہدایت کام کرینگے اور انجمن کا یہ فرض ہوگا کہ ان کو
روزانہ قواعد اور ڈرل وغیرہ سکھائے۔ اور ان کی تندرستی کا لحاظ رکھے۔ یہاں
ضمناً یہ کہدینا بیجا نہ ہوگا کہ مسلح سے یہاں میری مراد ہوائی جہاز، ڈسٹرائر، توپ وغیرہ
سے مسلح ہونا نہیں ہے۔ یہ نظام ایسا مکمل ہونا چاہیئے کہ اگر ضرورت پڑے تو

مرکزی جماعت کی طرف سے یا صوبہ کی جماعت کی طرف سے یا شہر کی جماعت کی طرف سے
ایک دن کے نوٹس پر مقررہ وقت پر اور ہدایت کردہ موقع پر سارے مطلوبہ رضاکار
پہونچ جاوین۔ ہم اپنے عہدیدارون سے اور اپنے رضاکارون سے بہ ہو سکے
کام لین گے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کو ان کی محنت کا معاوضہ
دیا جاوے اس کی مقدار کیا ہو اور کہان سے دیا جاوے اگر ممکن ہوا تو مین آگے
بتاؤن گا ورنہ یہ مسئلہ واقعات سے دو چار ہونے کے بعد زیادہ معقولیت سے طے
ہو سکے گا۔ ان رضاکارون کا یہ کام ہو گا کہ مسلمان عوام مین اور مسلمان بچّون مین جو مخرب
الاخلاق عادات دیکھین ان کو مسلسل ہدایت کر کے چھٹائین آتشبازی کا جاری رہنا
ناممکن کر دین، تعزیون کی ملعون رسم کو تباہ کر دین۔ شرابخوری کو ختم کر دین مسلمان نوجوانون
مین جو خرابیان ہوتی ہین ان کے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرین۔ پتنگ بازی بٹیربازی
اور ایسے ہی دوسری لغو تین ترک کرائین۔ اپنے اپنے علاقہ کے مسلمانون کی کیفیتون سے
باخبر رہین۔ جو مسلمان قرض لین یا جو مسلمان اپنی زمین ہندوؤن کے ہاتھ بیچین ان کو
ہرگز ہرگز ایسا نہ کرنے دین اور اگر یہ اطمینان ہو جاوے کہ وہ غریب ایسا کرنے پر واقعی
بالکل مجبور ہے تو اس کا معاملہ اپنی جماعت مین فوراً پیش کر دین تاکہ مناسب انتظام
ہو سکے۔ جہان کہین مسلمان کسی مصیبت مین گرفتار ملے اسکی ہر امکانی امداد کیجاوے

خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم پر نثار ہو جانے کے لئے سارے کام کرے لیکن اس کی ساری کارروائیوں میں اسلامی وقار، متانت اور سنجیدگی بدرجۂ اتم موجود رہنی چاہیئے کسی کام میں چھچھورا پن، کمظرفی اور بدتمیزی نہ ہو۔ تاکہ ہر ایک رضاکار مسلمان کا نمونہ پیش کر سکے۔

ایک رضاکار کا سب سے مقدم اور سب سے بڑا کام یہ ہوگا کہ مرکزی دفتر سے جو ہدایات وقتاً فوقتاً ماتحت شاخوں کے پاس پہونچتی رہیں ان پر فوری عملدرآمد کرے اپنے احکام کی تعمیل کے لئے اور اپنے لائحہ عمل پر عملدرآمد کرنے کے لئے مرکزی نظام کو فدایان قوم کے اس گروہ پر ہی بھروسہ ہو سکتا ہے۔ رضاکار مستقل طور پر رہیں گے لیکن عہدیداران کا انتخاب ہر سال ہوا کریگا۔ دفتر کے اہلکاران البتہ مستقل طور پر ملازم رکھے جاویں گے۔ اول الذکر اور موخر الذکر عہدیداران کے کام کی نوعیت کا تقاضہ ہے کہ وہ مستقل طریقہ سے رہیں۔

مرکزی فنڈ کا اجراء مسلمانوں کی تنظیم کے لئے اگر مرکزی جماعت کا قیام لازمی ہے تو ایسے نظام کے برقرار رکھنے کے لئے ایک مرکزی فنڈ کے اجراء وقیام کی شدید ضرورت ہے تاکہ شروع سے آخر تک ساری کارروائیاں بوجہ احسن پوری ہو سکیں۔ لیگ کا مستقل فنڈ پندرہ کروڑ روپیہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ

بلا کسی دقت کے سارے کاروبار چل سکین مسلمانون کی غریب قوم پندرہ کرور روپیہ کا کہان سے انتظام کرے گی۔

اس مین شک نہین کہ بحیثیت مجموعی مسلمان بہت غریب ہین لیکن جب قوم کو ضرورت ہوئی ہے انھون نے کام کرنے والون کو کبھی مایوس نہین کیا ہو تحریک خلافت کے زمانہ مین انھون نے ایک کرور سے زیادہ روپیہ قوم کی نذر کر دیا۔ علی گڈھ یونیورسٹی کے لئے انھون نے کافی روپیہ دیا۔ اگر ان کو یہ یقین ہو جاوے کہ فلان جماعت کام کرنے والی ہے تو وہ اب بھی کافی سرمایہ جمع کر دین گے لیکن اس فنڈ کو جمع کرنے کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہوگا۔ جب ہم یہ طے کر رہے ہین کہ ہم کو یہ نمائندہ جماعت بنانی ہے۔ اور یہ کہ مرکزی فنڈ مین ہم اس قدر روپیہ رکھین گے جس کا انتظام ایک ٹرسٹ کے سپرد ہوگا جو مشتمل ہوگا۔ فلان فلان حضرات پر۔ تو ہم ملک کے مسلمان رؤسا کو مجبور کر کے اور ان سے زبردستی کر کے اس قدر روپیہ کا انتظام کر لین گے۔ جب ایک کام کرنا ہے تو کوئی رکاوٹ بیچ مین حائل نہین ہو سکتی۔ اتنا روپیہ ہو جانے کے بعد ہم تمام ہندوستان کی شاخون کو نہایت کامیابی کے ساتھ مستقل طور پر بلا کسی اور امداد کے چلا سکتے ہین۔ اور ہمارے مستقل فنڈ پر بھی کوئی اثر نہین پڑیگا۔ جماعت کا قیام ہو جائیگا اور اس کے مستقل قیام کیلئے فنڈ کا

اجرا ہو جائیگا پھر اس ڈھانچہ پر ہم جو عمارت اٹھانا چاہین گے اٹھالین گے۔تنظیم کے بعد پھر جس تحریک کو چاہو خوب چل سکتی ہے۔ جس وقت تک کہ صوبے مالی معاملات مین مرکز سے مستغنی نہ ہون اس وقت تک ان کو مرکز سے روپیہ دیا جائیگا اور اس امر کی مسلسل کوشش کیجا دیگی کہ ہر صوبہ اپنے اخراجات اپنے آپ برداشت کر سکے۔شمالی ہندوستان مین جو مسلمانون کے بنک ہین کوشش کیجا دیگی کہ ان کی شاخین تمام بڑے بڑے شہرون مین کھولدی جادین۔اور اگر بنک کے ڈائرکٹران نے اپنے ادارے ہماری جماعت کی نگرانی مین دیدیئے تو کوئی وجہ نہین کہ ہم دوسرے بنکون کی سرپرستی کرین۔جماعت کا قیام چونکہ سراسر سرمایہ کے اوپر ہے اور اگر اس قومی سرمایہ کے تحفظ کے بارے مین ذرا بھی شکوک پیدا ہوے تو یہ سارا تماشہ دہم سے نیچے آپڑیگا۔اس لئے اس مقدس امانت کے تحفظ کے لئے جو بھی امکانی ذرایع ہو سکتے ہین وہ عمل مین آئین گے۔قوم کی مرضی سے ہندوستان کے بہترین افراد کو اس کا ٹرسٹی مقرر کیا جائیگا۔اور ہر وہ صورت عمل مین لائی جاویگی جس سے ایک طرف عوام کو اطمینان رہے دوسرے کام مستقل طور پر چلتا رہے۔

اوقاف کا انتظام

دنیا کے سب سے بڑے ہادی نے جہان انسانیت پر اور بہت سے احسانات کئے ہین وہان ایک ادارہ

اوقاف کا قیام بھی ہے اس سلسلہ مین اس دوراندیش حکیم نے یہ ہدایت سب سے زیادہ اہم کی ہے کہ وقف کی جائداد وغیرہ کو علیحدہ کرنے کا کسی کو حق نہین آج تیرہ صدیون کے بعد ہم اس بزرگ انسان کی مصلحت کو تھوڑا بہت سمجھنے کے قابل ہین مجھے بہت سے ایسے واقعات کا علم ہوا ہے جہان مسلمانون نے قبرستان تک فروخت کر ڈالے ہین جس قوم کے افراد ایسے بے باک ہون ان کے لئے اگر یہ قیود نہ ہوتین تو مین سچ کہتا ہون کہ اوقاف کی جائدادین بھی ذاتی جائدادون کی طرح غیر مسلمونکے ہاتھ مین چلی جاتین۔ اور یہ ایک ایسا بڑا نقصان ہوتا جس کی تلافی مشکل تھی۔ ابتک یہ صورت ہے کہ اوقاف متولیون کی نگرانی مین ہوتے ہین جو ان کے آمد وخرچ کے ذمہ دار ہوتے ہین۔ مجھے افسوس ہے کہ متولی اپنے فرائض کو جیسا کہ چاہیئے ادا نہین کرتے یا یون کہیئے کہ وہ اوقاف کی آمدنی کو بجا طور پر صرف نہین کرتے اور عموماً اس مین ناجائز تصرف کرتے ہین۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خان کی کوشش سے کم از کم یہ تو ہوگیا ہے کہ ان متولیون کو اپنے حسابات جانچ کرانے پڑتے ہین۔ اس مین شک نہین کہ یہ بھی ایک اچھی بات ہے لیکن تنہا یہی علاج کافی نہین۔ مین نے ایسے ایسے قابل متولی دیکھے ہین کہ وہ ۲، ۳ سال کے حسابات ہوشیار محاسبون سے پندرہ پندرہ بیس بیس روز مین تیار کرا لیتے ہین۔ تمام رسیدات

مکمل، حسابات میں اندراجات سب درست، جمع، تفریق سب صحیح تاکہ جانچ کنندہ کو ایک غلطی بھی نہ مل سکے۔ ایک اہلکار کی تنخواہ اگر ۲۵ روپیہ ہے تو ۴۰ برآمد ہو رہے ہیں اور اہلکار متعلقہ کی رسید ۴۰ کی موجود ہے کیونکہ اس غریب کو یہ جراءت نہیں ہو سکتی کہ وہ متولی کے خلاف لب کشائی کرے کیونکہ متولی اپنے معاملات میں بلا شرکت غیرے مختار ہوتا ہے۔ اور اس سے اوپر کہیں ایک مظلوم کی فریاد نہیں پہنچ سکتی۔ دس روپیہ کی مرمت اور حسابات میں ۴۰ روپیہ درج کر دیا گیا۔ کون جانچنے آتا ہے کہ کہاں کہاں مرمت ہوئی اور آیا ۴۰۰ روپیہ کا خرچ ہوا بھی یا نہیں۔ عوام کو بدگمانی کے موقعے کم ہوتے ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ متولی کی ڈاڑھی کی طوالت شرعی مقدار سے کم نہیں، وہ پنجوقتہ نماز بھی پڑھتا ہے اور اس قدر استغراق کے ساتھ کہ عام لوگوں کو اس کے تقدس اور تقویٰ میں کوئی کلام نہیں رہتا۔ اور ایک مسلمان کے لئے جن جن ظاہری اعمال کی ضرورت ہوتی ہے وہ متولی میں سب پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کے لئے مجھے کسی دلیل یا کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کہ ہندوستان میں ہزاروں اوقاف ایسے ہیں جن کی آمدنی بہت زیادہ ہے اور جن کا متعلقہ خرچ بہت تھوڑا ہے۔ زائد روپیہ یا تو جمع رہتا ہے ورنہ متولی اس کا ناس

کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ مسلمان انجمنون مسلمان ادارون اور دوسرے اسلامی کامون مین روپیہ کی کمی کی وجہ سے مستقل کام نہین ہوتا جہان کسی کام کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوئی غریب کارکن مسلمانون سے چندہ مانگتے پھرتے ہین۔ ان ہنگامی کوششون اور وقتی کامون کا نتیجہ ہمیشہ غیر قابل اطمینان ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ روز روز قوم کہان چندے دیتی پھرے۔ خاص کر جب وہ دیکھتی ہے کہ ان کا نتیجہ کچھ نہین ہوتا۔ صورت بالآخر یہ ہوتی ہے کہ تمام کامون مین ہمیشہ ابتری رہتی ہے۔ کسی کوشش کا خاطر خواہ نتیجہ نہین ہوتا۔ اور قوم کی مایوسی مین دن بدن اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ لا تعداد مدرسے اور اسی قسم کے مختلف ادارے روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے بند کرنے پڑتے ہین سیکڑون نہین بلکہ ہزارون مسجدین ایسی ہین جہان مستقل آمدنی بمنزلہ صفر کے ہے اسلئے وہ رفتہ رفتہ غیر آباد ہو جاتی ہین۔ برخلاف اس کے ہزارون مسجدین ایسی ہین جہان آمدنی بیشمار ہے اور خرچ معمولی اور ایک بہت بڑی تعداد روپیہ کی جمع رہتی ہے۔

لا تعداد مسلمان اس ملک مین ایسے ہین جو مقروض ہین جنکی معاش کا کوئی ٹھکانا نہین جو ایک وقت کی روٹی کے لئے ادھر اودھر مارے مارے پھرتے ہین

اور بالآخر فقراء کی تعداد مین اضافہ کرتے ہین۔ متولی یہ گوارا نہین کریگا کہ اپنے وقف مین سے ایک پیسہ کسی باہر کے آدمی یا کسی دوسرے ادارے کو یا کسی ضرورتمند انجمن کو دیدے کیونکہ اس کے پاس "یہ مذہبی فرمان" موجود ہے کہ وقف کی آمدنی کو صرف اسی کام مین صرف کیا جاسکتا ہے جس کے لیئے وقف ہوا ہو۔ دیکھا آپ نے اس خودغرض جماعت نے اپنے فائدہ کے لیئے کیسی نفیس تاویل کرلی ہے لیکن کیا گوارہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ بدتمیزی کا سلسلہ جاری رہے ناممکن ہے۔ قوم مین احساس پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ اور پھر انشاء اللہ مناسب وقت پر یہ طلسم توڑ دیا جائیگا۔ قوم افلاس، تنگدستی، اور بیکاری مین دم توڑ رہی ہے۔ اور متولی کرورہا روپیہ دبائے بیٹھا ہے۔ اس غیر قدرتی توازن کو ختم کردینا چاہیئے خواہ کتنی بھی قربانیون کی ضرورت ہو۔ خدا کی قسم ایک مسلمان کا شریف وجود میرے نزدیک زیادہ محبوب اور محترم ہے بہ نسبت دس مسجدون کے میرے سامنے اگر یہ مسئلہ پیش ہو کہ دس مسجدون کے آباد کرنے مین زیادہ ثواب ہے یا ایک مسلمان خاندان کی معاش درست کرنے مین، تو مین بلاخوف مؤخر الذکر صورت کو ترجیح دونگا۔ اوقاف کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اگر مین یہ کہون کہ مسلمانون کی آنیوالی نسلین ملت کی تعمیر مین اسے سنگ بنیاد بنائین گی تو بیجا نہین مسلم لیگ ملک کے تمام

اوقاف کو اپنے نگرانی مین لیگی۔ جہان جہان اور جس جس خرچ کی ضرورت ہوگی اپنی ما
جماعتون کے ذریعہ سے اسکو عمل مین لائیگی اور جو فاضل رقوم ہون گی ان سے وہ کام
جائین گے جو روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے نہین ہو رہے۔ تمام آمد مرکزی دفتر مین جمع
ہوگی جہان سے مناسب منظوری کے بعد تمام اخراجات کئے جائین گے۔ اس
کہنے کی چندان ضرورت نہین کہ مشاورتی بورڈ یا متعلقہ مرکزی سب کمیٹی مین متولیہ
نمائیدون کو بڑے شوق اور نہایت خوشی سے جگہ دیجائیگی تاکہ ان کو یہ اطمینان
کہ کسی خاص درگاہ یا مسجد وغیرہ کو کسی حالت مین نظرانداز نہین کیا جا رہا۔ اور یہ کہ
تمام اوقاف کو مرکزی نظام کے ماتحت لانے مین کوئی خود غرضی پنہان نہین بلکہ مفا
اسلامیہ کا تقاضہ یہ تھا کہ ایسا ہو یہ ہونا چاہیئے، اور یہ ہوگا، دنیا کی کوئی طاقت، اور
امکانی موانعات، اور قربانی کی کوئی انتہا اس مقصد کے حصول سے انشاءاللہ ہم
باز نہین رکھ سکے گی۔

(۲) اکثر شہرون مین مین نے دیکھا ہے کہ کسی بڑے انسان کے مزار پر یا درگا
اور امام باڑہ مین بیش قیمت اشیا مثلاً جھاڑ، فانوس، وغیرہ وغیرہ رکھے رہتے ہین اور
لوگ جب فاتحہ خوانی کے لئے یا اور کسی غرض سے وہان جاتے ہین تو وہان کے
ملازمین منجملہ اور چیزون کے جھاڑ فانوس بھی انکو دکھلاتے ہین۔ میری سمجھ مین نہین آ

ایسا کیوں ہوتا ہے۔ مزاروں مین، درگاہوں اور امام باڑوں مین ان چیزوں کا کیا کام ہے نمائش مین یا بازاروں مین یہ زیادہ موزون معلوم ہون گی۔ ورنہ اہل دول اسکے رکھنے کے زیادہ اہل ہین لیکن یہ چیزین سب مسلمان پبلک کی ہین مسلم لیگ کے واسطے ضروری ہوگا کہ ان سب پر قبضہ کرکے انکے علیحدہ کرنے کا انتظام کرے۔ اور روپیہ مرکزی بیت المال مین جمع کردے تاکہ وہ قوم کے واسطے زیادہ مفید کامون مین صرف ہو۔

زکوٰۃ اور خیرات کا صحیح مصرف مسلمان خیرات کرتے ہین زکوٰۃ دیتے ہین لیکن تقسیم کا طریقہ مجھے بالکل ناپسند ہے موجودہ طریقہ کا ایک نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بیکارون اور فقیرون کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اسلئے میرے نزدیک یہ صورت زیادہ پسندیدہ ہے کہ اہل خیر اور صاحب زکوٰۃ لوگ لیگ کے قیام کے بعد اس کی مقامی جماعتون کو روپیہ وغیرہ دیدیا کرین۔ تاکہ وہ سب مرکزی دفتر مین جمع ہوتا رہے۔ اور وہان سے ایک طے شدہ پروگرام کے بموجب ضرورتمند مسلمانون کی باقاعدہ اور باضابطہ امداد ہوتی رہے۔ اس کے نتائج مجھے امید ہے کہ شاندار ہون گے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ مسجدین بنانا اور کنوئین کھدوانا اچھے کامون مین سے ہین۔ ایک سیدھا سادہ مسلمان احکام کی لفظی تعمیل کرنے کے بعد مطمئین ہوجاتا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اس کے ضمیر کے اطمینان کیلئے یہ کافی ہو

لیکن ایک مولوی نے اس کی کبھی کوشش نہین کی کہ اس غریب کو یہ سمجھائے کہ کنوئیں کے پاس کنوان کھود دنیا بیوقوفی ہے۔ اور یہ کہ دو غیر آباد مسجدون کے پاس ایک مسجد اور تعمیر کر دنیا کہان کی عقلمندی ہے۔ اس لئے یہ مناسب ہوگا کہ اس قسم لوگ اپنی رقوم مقامی انجمنون کے سپرد کر دین اور یہ اطلاع کر دین کہ ہمارا مقصود یہ تھا یہ تمام شعبہ جات مرکزی ہون گے جہان سے مناسب کارروائیان ہوتی رہین مقامی جماعتون کا یہ فرض ہوگا کہ وہ نئی مسجدین اس وقت تک نہ بننے دین جبتک انھین اس کی ضرورت کا یقین نہ ہو جاوے۔ اگر ایک شہر مین کافی مسجدین ہین تو نئی تعمیر کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے البتہ یہ کوشش کیجاوے کہ غیر آباد مسجد آباد ہون۔ رضاکارون کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اپنے حلقون مین مسلمانون کو خیرات اور زکوٰۃ کے متعلق صحیح تعلیم دین۔ اور مرکزی انتظام کی برکت کو ان کے اچھی طرح سے ذہن نشین کر دین۔

سیاست اور مذہب کی علیحدگی اسلام مین سیاست اور مذہب باہم ایک حیثیت سے بالکل پیوستہ ہین لیکن بین الاقوام تعلقات اب اس قسم کے ہو گئے ہین کہ مجبوراً مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے الگ کرنا ضروری ہو گیا ہے خالص

اسلامی ممالک میں یہ ممکن تھا کہ ابھی ایسا نہو لیکن وہاں بھی خود مسلمانوں میں بہت سے فرقوں کی موجودگی سے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ یہ دونوں شعبے الگ الگ ہیں اسکے علاوہ جو مسلمان نوجوان مغربی تعلیم سے فیضیاب ہوکر اپنے وطن میں لوٹتے ہیں انکو ایک مولوی کی فرسودہ دلائل سے تسکین نہیں ہوتی اس عدمِ تسکین کا مجموعی مظاہرہ اس تحریک کے بروئے کار آنے میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ مناسب بھی ہے اور جہانتک میں سمجھ سکتا ہوں اسلام کے مستقبل پر اس کا اچھا اثر پڑیگا آجکل اس سلسلہ میں اخبارات میں ایک دلچسپ بحث ہو رہی ہے مسلم لیگ کے عہدیداران نے امسال صدارت کے لئے چودھری ظفر اللہ صاحب کا انتخاب کیا۔ یہ حضرت احمدی واقع ہوے ہیں جمعیۃ العلماء دہلی کے سکریٹری مولوی احمد سعید نے فوراً اعتراض کر دیا (اس قسم کی بحث میں جسکا نتیجہ ہمیشہ افتراق اور فتنہ پردازی ہوتا ہے مولوی بڑی دلچسپی سے حصہ لیتا ہے) کہ مسلمان ایک احمدی کی صدارت میں مسلم لیگ کا جلسہ پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھیں گے۔ غریب سر محمد یعقوب کو سخت دقت کا سامنا ہے۔ وہ ہزار سمجھاتے ہیں کہ بھائی مسلم لیگ ایک سیاسی جماعت ہے اس اختلاف سے اسے کوئی بحث نہیں۔ مسلمانوں میں جو فرد مسلمانوں کی سیاسی خدمت کا اہل ہو وہ اس کی کارروائیوں میں حصہ لے سکتا ہے۔ اگر یہی صورت ہے تو کل آغا خان اور محمد علی جناح پر بھی اسی قسم کے اعتراض کیئے جاویں گے۔ لیکن اس معقول بات کو کون سنتا ہے۔

مولوی کو ایک موقعہ ہاتھ آگیا ہے اور وہ جاہل مسلمانون کو گمراہ کیئے بغیر باز نہین آئیگا خواہ بالآخر اس کا نتیجہ کچھ نہ ہو۔ امان اللہ خان کے زمانہ مین افغانستان مین ان حضرات نے جو تماشہ کیا وہ اب ایک کھلی ہوئی بات ہے لیکن خدا کا شکر ہے آزاد اسلامی ممالک ان کی قدر کو خوب پہچان گئے ہین۔ اور ان کو وہی جگہ دی گئی ہے جس کے وہ اہل ہین۔ غازی مصطفے کمال پاشا نے سب سے پہلے اسلام مین اس تحریک کا اقدام کیا۔ اور اس کے شاندار اور مفید نتائج ہمارے سامنے ہین قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر، ایران، اور افغانستان بھی ترکی کا اتباع کرینگے۔ اور چونکہ واقعتاً یہ صورت مفید ہے اسلئے جیسے جیسے تعلیم عام ہوتی جائے گی دوسرے اسلامی ممالک بھی اس سے فیضیاب ہوتے رہین گے۔

خلافت کا جدید نظریہ

خلافت کے مسئلہ مین رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد فوراً مسلمانون کی جماعتون مین اختلافات پیدا ہوگئے تھے۔ امام حسنؓ کے زمانہ تک تو بہر صورت انتخاب عام ہوتا رہا اگرچہ جیسا کہ مین نے اوپر عرض کیا ہے مسلمانون کی ایک بڑی جماعت نے پہلے تین خلفاء کے انتخاب کو بھی بنظر پسندیدگی نہین دیکھا۔ امیر معاویہ نے خلافت کو ملوکیت کی شان دیدی خلافت کی یہ صورت اس وقت تک رہی جبتک کہ بنو عباس نے بنی امیہ کا خاتمہ نہین کر دیا۔ لیکن

خلافت کی نوعیت مین اس دور مین بھی فرق نہین آیا۔ ہلاکو نے بغداد کو تباہ کیا تو خلافت کا ایک دور اور ختم ہوا۔ آخری خلیفہ کے جانشین نے مصر مین پناہ لی سلطان سلیم نے جب مصر کو فتح کیا تو عباسی خلفاء کے جانشین نے دستار خلافت وغیرہ سلطان سلیم کے سپرد کر دی۔ یہان سے ترکی خلافت کا آغاز ہوا جس کو ہمارے زمانہ مین مصطفےٰ کمال پاشا نے ختم کر دیا۔ جب مصطفےٰ کمال پاشا کے فیصلہ کا علم ہندوستان مین ہوا تو علی برادران نے احتجاجاً مصطفےٰ کمال پاشا کے پاس تار بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرین۔ انھون نے جواب دیا کہ اس ادارہ سے حقیقی فائدہ تو کچھ ہوا نہین، نقصان البتہ ہوا ہے کسقدر صحیح جواب تھا۔ اسلام کی جمہوری تعلیم کا یہ مقصد تھا کہ خلیفہ کا انتخاب رائے عامہ سے ہو لیکن امام حسن کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے یہ صورت نہ رہی۔ خلیفہ کا اپنی زندگی مین اپنے جانشین کے لئے لوگون سے بیعت لے لینا انتخاب اور حقوق خلافت کے لئے کافی سمجھا گیا۔ تاہم جمہوریت کا یہ رنگ تھوڑا بہت خلافت عباسیہ تک رہا۔ جب ایک خارجی نے مامون کے اوپر اعتراض کیا اور پوچھا کہ تو کس استحقاق سے مسند خلافت پر بیٹھا ہے۔ آیا تمام مسلمانون نے تیری خلافت کے اوپر اتفاق کر لیا ہے تو مامون نے فرمایا کہ ایسا نہین ہے لیکن مین اسوقت تک اس مقدس امانت کا

ذمہ دار ہون جبتک کہ تمام مسلمان ایک آدمی پر اتفاق نہ کرلین جب یہ صورت ہو جائیگی تو مین اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاؤنگا۔ اس سے یہ اندازہ ہو سکیگا کہ خلافت کی اہلیت کے واسطے ایک معمولی آدمی بھی ان مادہ مین کن شرائط کو ضروری سمجھتا تھا جو شخص مسلمانان عالم کا خلیفہ ہو اسکا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ مظلوم مسلمانونکی امداد کرے خواہ وہ کہین ہون۔ اسی کے ساتھ ساتھ مسلمانون کا یہ فرض ہو کہ خواہ وہ کہین ہون خلیفہ کی اس کی ضرورت کے وقت امداد کرین۔ یہ اس وقت ممکن تھا جب خلیفہ کا انتخاب باقاعدہ عمل مین آتا۔ لیکن چونکہ اسلام بہت بڑے رقبہ مین دفعتاً پھیل گیا تھا اور مختلف ممالک مین مختلف قومین جو مذہباً ضرور مسلمان تھین برسر حکومت ہو گئی تھین۔ اس لیئے انتخاب کی وہ صورت جو اسلام کے ابتدا مین ممکن تھی اب مشکل ہو گئی تھی دوسرے ایرانیون نے اس ادارے کو شروع ہی سے تسلیم نہین کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کے لوازمات اور فرائض کا جو تصور ابتدائے اسلام مین دماغون مین تھا اسکا عملی مظاہرہ وقتاً بھی نہ ہو سکا۔ جہان شمالی افریقہ، اندلس، ہندوستان وغیرہ کی اسلامی سلطنتین آہستہ آہستہ ختم ہو گئین۔ اور خلیفہ نے کبھی کوئی عملی امداد کرنی ضروری نہین سمجھی۔ وہان خلیفہ کو بھی جب بیرونی اسلامی ممالک کی امداد کی ضرورت پڑی تو ان کو ہمیشہ مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا سب سے آخری جنگ مین عربون نے اپنے خلیفہ کے خلاف بغاوت کردی اور ہندوستانی مسلمانون نے

فلسطین اور عراق وغیرہ سے ترکوں کو نکالنے میں انگریزوں کو پوری پوری مدد دی ایران کے ہمسایہ اسلامی ممالک کے ساتھ نیز ترکی کے ساتھ تعلقات کبھی خوشگوار نہیں رہے۔ ان سب باتوں کو مدنظر رکھنے کے بعد جب مصطفٰے کمال پاشا کے جواب پر غور کیا جاتا ہے تو سوائے اس کے کہ اس پر آمنا وصدقنا کہا جا دے اور کیا چارہ ہے مسلمانان ہندوستان وغیرہ پھر احیاء خلافت کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کبھی سننے میں آتا ہے کہ عبدالمجید آفندی سابق خلیفہ کو پھر مسند خلافت پر بٹھایا جائیگا۔ کوئی سلطان فواد کی سفارش کرتا ہے تو کوئی سلطان عبدالعزیز کو خلافت کا اہل سمجھتا ہے اس سلسلہ میں جو میرا خیال ہے اس کا اظہار میں ضروری سمجھتا ہوں۔

تمام خود مختار اسلامی سلطنتیں ایک لیگ کی بنا ڈالیں جس کا صدر مقام مکہ ہو۔ مدینہ ہو۔ انگورہ ہو یا طہران ہو۔ بغداد کی حیثیت زیادہ مرکزی تھی لیکن تھوڑا بہت ہی سہی اس پر ابھی انگریزی اثر ہے۔ افغانستان، ایران، نجد وحجاز، یمن، ترکی، اور البانیا وغیرہ اسکے ممبر شریک ہو سکتے ہیں نیم آزاد اسلامی ممالک مثلاً عراق، شام، مصر، مراکو، اور ٹیونس وغیرہ نیز ہندوستانی، روسی اور چینی، مسلمان بھی اپنے اپنے نمایندے بھیج سکتے ہیں اسی طریقہ سے اور تمام

اسلامی آبادیاں بھی اپنے اپنے نمائندے لیگ میں بھیج سکتی ہیں۔ تمام اسلامی آبادیو
ان نمائندوں کو یہ حق ہو گا کہ وہ ایک معینہ میعاد کے لئے اپنے میں سے ایک
شخص کو صدر بنالیں۔ صدارت کے لئے سب سے اول شرط یہ ہو گی کہ امیدوا
آزاد اسلامی سلطنت کا حکمران ہو۔ اس صدر کو خواہ آپ اقوام اسلامی کا صدر کہیں یا
خلیفہ کہیں میرا خیال ہے کہ خلافت کی اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی جب
منتشر اسلامی آبادیاں اس طریقہ سے منظم ہو جائیں گی تو اسلام کے وقار اور طاقت
میں بڑا اضافہ ہو جائیگا۔ اور پھر دنیا کی کسی طاقت کو یہ جرات نہ ہو گی کہ وہ کسی اسلا
رقبہ پر نگاہ ڈال سکے۔ اور نہ پھر کسی خطہ کی اسلامی آبادی کے متعلق روز روز یہ ر
رہے گا کہ مسلمان وہاں مظلوم ہیں، وہاں ان کو دق کیا جا رہا ہے۔ اس لیگ ک
دنیا کے اوپر بہت بڑا اخلاقی اثر پڑیگا۔ اور مناسب وقت پر اس کا یہ لازمی نتیج
ہو گا کہ غیر آباد اسلامی ممالک آزاد ہو جائیں۔ اس لیگ کا جو نکہ خاص نتیجہ
نکلے گا کہ جنگ کے امکانات کم ہو جائیں اس لئے مغرب کے ان مدبرین کو ج
تخفیف اسلحہ دانجمن بین الاقوام وغیرہ کا ڈھونگ رچا رہے ہیں اسکی تائید کرنا
چاہیئے۔ اس جماعت کا صدر اسلامی دنیا کا ترجمان ہو گا۔ اور اسکی تائید ہر طر
سے اسلامی دنیا کا فرض ہو گا۔ اور اسکی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہو گی کہ اسلامی آباد

خواہ دنیا کے کسی حصہ مین ہون چین وآرام سے اپنے مشاغل مین مصروف رہین۔
کاش ایسا ہو جاوے۔ "آمین"

لیگ کا نظام۔ مسلم لیگ کا ماتحت جماعتون کے لئے ایک مستقل دفتر ہوگا۔ جہان تمام کارروائیان ہوا کرین گی۔ دفتر ہر جگہ ایک نمونہ کا ہوگا۔ رضاکارون کے قیام کا ہر جگہ معقول انتظام کیا جائیگا۔ دفتر کے ملحق ایک کتب خانہ، ایک یتیم خانہ، اور ایک مسافر خانہ علاوہ مسجد کے ہو گا۔ کتب خانہ، مسافر خانہ، اور یتیم خانہ کا انتظام و نگرانی سب لیگ کے سپرد ہوگی۔ ضلع کے تمام اوقاف ان کی نگرانی ان کے تمام اخراجات، سب کی ذمہ داری مقامی جماعت کے سپرد ہوگی۔ شہر و ضلع کی تمام مسجدین اپنی اپنی مقامی جماعتون کے ماتحت ہون گی۔ اور ان کے متعلق تمام ضروری انتظامات جماعت کے سپرد ہون گے۔

اماموںکا تقرر۔ اماموںکا تقرر شہر کی جماعتوںکے سپرد ہوگا یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے اور ہمارے کام کی کامیابی کا بڑی حد تک اس پر انحصار ہے۔ امام کے لئے نہایت تعلیمیافتہ وسیع النظر اور غیر متعصب ہونا لازمی ہے۔ عربی فارسی، کے علاوہ اس کو انگریزی وغیرہ مین بھی پوری پوری دستگاہ ہونی چاہیے، نہایت اعلیٰ کیرکٹر کا مالک ہو تاکہ حاضرین پر اس کا اثر پڑے۔ اس قسم کا آدمی جب نمازیون کو مسلسل صحیح راستہ

ڈالنے کی کوشش کریگا تو اس کا نتیجہ یقیناً اچھا ہوگا۔ امام کا قیام مسجد مین مستقل ہوگا۔ اس لئے مقامی جماعت اس کی تنخواہ کا معقول انتظام کر گی۔ لیگ کا مرکزی دفتر اگر کسی تحریک کو کامیاب بنانا چاہیے تو تنظیم کی یہ صورت اس کی کامیابی کیلئے بڑی مفید ہوگی۔ موجودہ اامون کی حالت کا اگر اظہار نہ کیا جاوے تو اچھا ہے تاہم دو تین مثالین دیدینا موضوع کے خلاف نہین۔ علی گڈھ یونیورسٹی مین اامون کو بارہ روپیہ سے شاید ۲۵ روپیہ تک ملتے ہین اور موذنون کو ۶ ، ۷ ، ۸ روپیہ ماہوار۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے لوگ کیسے ہون گے۔ اور طلبا پر ان کا کیا اثر پڑتا ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ اس جماعت مین سے بعض آدمی لڑکون کے پاس جاتے تھے اور ان کا بچا ہوا کھانا اپنے لئے لے آتے تھے کبھی ان سے پیسے وغیرہ مانگ لیتے تھے۔ اس کا لڑکون پر جو اثر ہوسکتا تھا وہ ظاہر ہے۔

ایک مسجد کے امام جن سے مین ذاتی طور پر واقف تھا اور جن کی سادگی اور تقدس کا میرے اوپر کچھ اثر تھا ایک روز رمضان کے ایام مین تراویح اور وتر وغیرہ سے فارغ ہوکر اپنے حجرہ مین گئے اور انھون نے ایک لڑکے کے ساتھ لواطت شروع کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسی بہت سی مثالین پیش کی جاسکتی ہین لیکن مین اس لغویت مین نہین پڑون گا۔ میرا مقصود یہ تھا کہ اس صورت حال کا جو نتیجہ

ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور چونکہ ضرورت اس کی ہے کہ اس کو بالکل بدلدیا جاوے تاکہ مطلوبہ نتائج حاصل ہون اس لئے مذکورۂ بالا تجویز پیش کی گئی۔ کوئی وجہ نہین کہ صحیح تشخیص کے بعد اگر علاج درست کیا جاوے تو فائدہ نہ ہو۔ اس کا ایک اور مفید اور شاندار نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانون کے مختلف فرقون کے آپس کے تعلقات آہستہ آہستہ ہموار ہو جائین گے۔ اور یہ ایک بڑا فائدہ ہوگا مسجدون مین یا پبلک جلسون مین کسی مولوی کو تقریر کرنے کی ہرگز اجازت نہ دیجاوے جس کے متعلق خیال ہو کہ وہ عوام کو صحیح مشورہ نہین دے سکتا۔ اس کے لئے ضرورت اس کی ہے کہ جو تقریر کے اہل ہون ان کو لائسنس دیا جاوے جس کے بغیر کسی عام جلسہ مین یا مسجد مین کسی کو تقریر کی اجازت نہ ہو۔ ابتک مین نے جس قدر مولوی صاحبان کی تقریرین سنی ہین مجھے کسی سے تسکین نہین ہوئی۔ اور ستم ظریفی یہ ہے کہ مولوی سمجھتا ہے کہ اس مین تمام عالم کو درس دینے کی اہلیت ہے۔ خودنمائی خودستائی اور خودغرضی کا یہ مغرور پیکر دنیا کے عجائبات مین ایک ہے۔

دارالمطالعہ۔ کتب خانہ دنیا کی ضروریات مین سے میرے نزدیک سب سے زیادہ مقدم ہے۔ جب ہر شہر مین اور ہر قصبہ مین لیگ کے دفتر کے پاس کتب خانہ کا قیام بھی ہوگا اور نزدیک ہی مسجد، یتیم خانہ، اور مسافر خانہ وغیرہ تو یقین ہے کہ مسلمان ادھر ضرور متوجہ ہون گے اخبارات کے مطالعہ

کیلئے سب سے بڑی ترغیب انکی جاذبیت ہی ہو سکتی ہے اور یہ اسیوقت ممکن ہے جب وہ التز
کیساتھ پڑھے جاوین۔ انسان کیلئے بڑی ضرورت ہے کہ وہ اپنے آپکو سیاسیات عالم سے باخبر
تاکہ وہ اپنی قوم کے وجود کے تحفظ کا ضروری سامان کر سکے۔

یتیم خانہ یتیم خانہ کا قیام بڑا ضروری ہے تاکہ سارے ضلع کے یتیم بچے وہان
سکین اور ان کی پرورش تعلیم اور تربیت ایسی ہو سکے کہ ان معصومون کو اپنے وا
کی جدائی کا زیادہ احساس نہ ہو۔ اور مناسب وقت پر یہ قوم اور ملک کے لئے
مفید ہو سکین۔

مسافر خانہ مسافر خانہ کا بھی ہر شہر مین ہونا بڑا ضروری ہے تاکہ مسلمان مسافر
راستہ مین کوئی تکلیف نہ ہو۔ کمرے اور پلنگ وغیرہ وغیرہ سب تیار
تاکہ ان کو پردیس مین کوئی دقت نہ ہو۔ عورتون کا انتظام الگ ہونا چاہیئے۔
مردون کا الگ۔ اور اس کا بڑا خیال رہے کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو۔ جو اسلامی تہ
وقار اور شریعت کے خلاف ہو۔ اور ذمہ دار عہدیداران کو ندامت کا سامنا ہ

مسلمان فقراء وغیرہ جہالت، افلاس اور بیکاری کا مجموعی نتیجہ یہ ہو کہ مسلمان فقیر، مسلمان اند
لولے، اور لنگڑون کی تعداد اور قومون سے نسبتاً زیادہ ہے۔ یہ سخت افسوس
بات ہے اور اس کا جاری رہنا ناقابل برداشت ہے۔ اس کا صحیح اور مستقل علا

بہر حال یہی ہے کہ ایسے انتظامات کیئے جاوین کہ افلاس دور ہو جاوے تعلیم
عام ہو اور ایسے ذرایع اختیار کیئے جاوین کہ ہمارے نوجوان کاروبار مین زیادہ
کھپ سکین۔ لیکن یہ جب ہوگا ہوگا جو معذور لوگون کی موجودہ تعداد ہے اس کا کیا کیا
جاوے تاکہ ہمارے سامنے سے ندامت کا یہ سامان دور ہو۔ اس صیغہ مین
رضا کارون کے لئے بڑا کام ہوگا جس قدر تعداد ایسے لوگون کی ان کے علاقہ
مین ہو سکو چھپانا ان کا کام ہے۔ ایسے سب لوگون کو ایک مکان مین اکٹھا رکھا جاوے
جو بہر حال آبادی سے ذرا دور ہو۔ جب یہ اطمینان ہو جاوے کہ ان کو سوائے
ان قدرتی کمزوریونکے کوئی اور مرض نہیں تو پھر جس وقت تک کہ ان کے لئے کوئی اور
کام نہ نکل سکے ان کی پرورش کی جاوے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ چرخہ ضرور
کات سکتے ہین۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ اسی قسم کے دوسرے کام نہ کر سکین۔
بہر حال وہ سب کیا جاوے جو ان کو آدمی بنا سکے۔ جو لوگ مریض ثابت ہون انکو
فوراً مقامی شفا خانون مین تبدیل کر دیا جاوے۔ اور ان کی اس وقت تک
نگہداشت رہنی چاہیئے جسوقت تک کہ وہ تندرست نہ ہو جاوین۔ اس غرباپروری
مین مجھے یقین ہے کہ مقامی جنگیان ضرور امداد دین گی۔ بہر حال اس مسئلہ پر
کافی غور کرنے کے بعد مقامی جماعتین جو مناسب سمجھین کرین۔ اور اس کا خیال

رکھیں کہ اس پاک اور مقدس فرض کی بجاآوری ہیں وہ جو کچھ مجاہدہ کریں گے۔ آنے والی نسلیں اس کا فخر سے ذکر کریں گی۔ نیک کام کرنے کیلئے کسی معاوضہ کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ یہی بڑا معاوضہ ہے کہ تم نیک کام کر رہے ہو اور تمہارا ضمیر تمہارے کام سے مطمئن ہے۔ وہ کام جو تم تکمیل کائنات کیلئے کر رہے ہو۔

بیواؤں کی نگہداشت۔ ہر شہر میں ہر قصبہ میں اور ہر گاؤں میں آپکو بہت سی ایسی بیوائیں ملیں گی جنکے ہاں کمانے والا کوئی نہیں اور جنکے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کو کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔ اور بہت کم دن ایسے ہوتے ہیں جو ان کو سکون اور اطمینان سے روٹی ملجاتی ہو۔ خدا کو علم ہے کہ وہ اپنے دن کیسے گذارتی ہونگی یہ ہماری قوم کی ناموس ہیں ان کی پریشانی کو نہیں دیکھا جا سکتا یہ مظلوم ہیں اور بے زبان ہیں ان کی امداد کی سخت ضرورت ہے۔ محبوب رضاکار کا دن یہ کام بھی ہوگا کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں انکے حالات سے خوب باخبر رہیں اور تمام ایسے واقعات کو بلاکم وکاست مقامی جماعت کے دفتر میں پہونچاتے رہیں تاکہ ضروری انتظام کیا جا سکے۔ اور ایک ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو سکے اور ہم اور تم اپنے فرائض سے سبکدوش ہوں۔ تم سمجھتے ہو کہ تم اگر

ایک شخص کو مصیبت میں دیکھو تو یہ تمہاری مہربانی نہیں ہوگی کہ اس کو اس مصیبت سے نکال لو۔ یہ تمہارا فرض ہوگا جو اسلام نے، جو انسانیت نے تمہارے اوپر عائد کیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے فرائض سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم ان باتوں کا لحاظ رکھو۔

بیکاری۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے فارغ التحصیل طلباء ہر سال اتنی بڑی تعداد میں نکلتے ہیں کہ ملازمتوں میں ان سب کی کھپت ہو جانا ممکن نہیں نتیجہ یہ ہے کہ ہر سال بیکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے بحیثیت مجموعی ہندو دولتمند ہیں۔ ان کے نوجوانوں کے لئے تو ایک حد تک یہ ممکن تھا کہ اس صورت حال کا اثر قبول نہ کریں لیکن مسلمانوں کی کیفیت دوسری ہے۔ ان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ بیکاری کو برداشت کرسکیں اس لئے دوسری قوموں سے زیادہ انکو صنعت و حرفت کی ضرورت ہے جب تنظیم مکمل ہو جاوے اور مرکزی فنڈ وغیرہ کا اجراء ہو جاوے اس وقت اس مسئلہ کو ہاتھ میں لیا جا سکتا ہے اس سے پہلے خاطر خواہ کامیابی کا امکان نہیں۔ مناسب وقت پر ماہرین کی ایک کمیٹی اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرسکتی ہے۔ اور جب ایک صورت طے ہو جاوے اس کے مطابق کام استقلال سے چل سکتا ہے۔ جاپان، امریکہ، جرمنی وغیرہ میں صنعت و حرفت کے متعلق

ہر قسم کی تعلیم حاصل کیجا سکتی ہے۔ اور اس قسم کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہندوستان مین اچھے پیانہ پر ایک کاروبار چلایا جاسکتا ہے۔ بیکار نوجوانونکی ایک بڑی تعداد اس مین لگ سکتی ہے۔ سودیشی کپڑے کے کاروبار کو موجودہ صورت مین بڑے اچھے طریقہ سے چلایا جاسکتا ہے۔ لاکھون مسلمان جولاہے اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہین۔ ملک کا روپیہ ملک مین رہے گا۔ بدیشی کپڑے کی لعنت سے بھی نجات ملے گی۔ ملک مین جس طریقہ کا کپڑا اس وقت تیار ہو رہا ہے اس کو زیادہ بہتر بنانے مین کافی توجہ درکار ہے جس قدر کپڑے کی ملک مین کھپت ہے اس سے بہت کم پیدا ہو رہا ہے۔ اس کے معنی یہ ہین کہ اس کاروبار مین توسیع کی بہت زیادہ گنجائش ہے۔ تجارت مین بمبئی مدراس اور برما وغیرہ مین تو مسلمان خوب دلچسپی لیتے ہین بنگال مین بھی تجارت مین ان کا خاصہ حصہ ہے شمالی ہندوستان مین البتہ خاص کر چھوٹے سرمایہ کی تجارتون مین ان کا حصہ بہت کم ہے۔ انھین شرم آتی ہے کہ تعلیم حاصل کر لینے کے بعد وہ تھوڑے سرمایہ سے تجارت کرین۔ بیکاری مین انسان بڑا پریشان ہو جاتا ہے۔ ناداری سے مایوس ہو کر وہ بعض اوقات ایسی حرکات کر گزرتا ہے جس کا خمیازہ اسکو بعد مین بھگتنا پڑتا ہے بیکاری اور ناداری ملکر اس کے اخلاق حسنہ کو فنا کر ڈالتے ہین۔ اور وہ محض برائے نام انسان

رہ جاتا ہے اس صورت سے تو بہرحال یہ بہتر ہے کہ تھوڑے سرمایہ سے تجارت کیجائے
تاکہ ضروریات معاش تو پوری ہوتی رہین آپ کو بھی شہر مین قصبات مین گاؤن
مین اپنے ہندو بھائیون کے ساتھ ساتھ ہر چیز کی دوکانین رکھنی چاہئین۔
اس مین شرم کی کونسی بات ہے مسلمانون مین یہ بڑا مرض ہے کہ وہ غیر قومون کی
اچھی باتون سے بھی پرہیز کرتے ہین۔ یہ حماقت ہے خوبی جہان ہو اس کا اتباع
ضروری ہے سودیٹ روس کی اقتصادی پالیسی اگر خوب غور کرنے کے بعد پسندیدہ
ثابت ہو اور اس ملک کے مخصوص حالات مین بھی اس کا مفید ہونا ماہرین
اقتصادیات کے نزدیک متیقن ہو تو کوئی وجہ نہین کہ اسے فوراً اختیار نہ کرلیا
جاوے۔ امریکہ اور یورپ کے ترقی یافتہ ممالک مین جو تحریکین اچھی ثابت ہون وہ
مسلمان نوجوانون مین کیون نہ رائج کی جاوین وغیرہ وغیرہ۔ ہندوؤن مین آریون کا
فرقہ بعض وجوہ سے مفید کام کر رہا ہے۔ گورو کل کانگڑی کا طرز تعلیم طلباء کی
رہایش کے طریقے۔ وہان کے قواعد وضوابط۔ دہان کا ضبط ونظام سب غیر معمولی
ہین اور مجھے یقین ہو کہ یہان کے فارغ التحصیل طلباء غیر معمولی ہون گے ہزاردرجہ
ان سے بہتر جو یونیورسٹیون سے ڈگریان حاصل کرلینا تعلیم کا معیار سمجھے ہوے
ہین مین چاہتا ہون کہ مسلمان اس کی طرف ضرور توجہ کرین لیگ اپنا ایک وفد

تعلیم کے کسی ایسے مرکز میں بھیج سکتی ہے تاکہ اس کے متعلق تمام حالات دریافت ہو جاویں۔ سارے ملک میں اس قسم کے ۱۰ یا ۱۲ تعلیمی درسگاہ جاری کر دیے جاویں لیکن یہ سب دریاؤں کے کنارے اور پہاڑوں کے دامن میں ہوں تاکہ قدرت کے مناظر میں طلبا کو مطالعہ کے لئے کافی سامان ملے۔ ان درسگاہوں میں تعلیم دینے کے لئے بی اے یا ایم اے پاس کی ضرورت نہیں۔ رابندرا ناتھ ٹیگور، اقبال، جگدیش چندر بوس، ابو الکلام اور اسی معیار کے اورکا ملین خواہ وہ امریکہ میں ملیں یا جاپان میں ملیں، ترکی میں ملیں یا مصر میں ملیں، حاصل کئے جاویں۔ جب درسگاہیں ایسی ہوں گی اور مدرس ایسے ہوں گے تو کیوں امید نہ ہو کہ طلبا امام غزالی، بو علی سینا، اور امام فخر الدین رازی جیسے ہوں گے بچوں کی ابتدائی تعلیم کے وقت ان کی مذہبی تعلیم کا ضرور خیال رکھا جاوے کیونکہ اوائل عمر میں اگر ایک بچہ کو اچھی طرح سے مذہبی تعلیم مل جائے تو مغربی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دہریت اور لامذہبیت وغیرہ کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے اور ان کی آخر زندگی تک ان کے ہر کام میں اسلامی رنگ غالب رہتا ہے ان کی تربیت کا بہت لحاظ رکھا جاوے۔ تاکہ بالآخر وہ اسلام کی جیتی جاگتی تصویر ہوں باوقار، باتمکنت، عالی ظرف تاکہ ان کو دیکھنے کے بعد انسانیت

معیار کی تلاش کی ضرورت نہ رہے

یہاں کالجوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ ہو کر طلبا کو اعلیٰ تعلیم کے واسطے مغربی ممالک میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں جس قدر بھی سرمایہ اجازت دے بھیجا جاوے۔ تاکہ مناسب وقت پر ہماری قوم بھی دنیا کی مہذب ترین قوموں میں شمار ہو سکے اور ہمارے نوجوان سائنس کے میدانوں میں مغربی قوموں کے ساتھ ساتھ گامزن ہو سکیں۔

تبلیغ سوامی شردھانند نے کوشش کی کہ وہ ملکانوں اور دوسرے ایسے مسلمانوں کی شدھی کر لیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس تحریک سے ان کا حقیقی مقصود کیا تھا۔ غریب گاندھی جی نے ہندو مسلم اتحاد کی کوشش کی تھی اور سطحی طور پر وہ کچھ کامیاب بھی ہو گئی تھی۔ گورمنٹ کو اس سے دقت ہو نیکے معقول وجوہ تھے۔ سوامی شردھانند جیل سے نکلے اور انھوں نے یہ تحریک شروع کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو مسلمانوں میں فسادات شروع ہو گئے۔ اور وہ اتحاد جس کیلئے گاندھی جی وغیرہ نے کوشش کی تھی ختم ہو گیا۔ اس لئے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ سوامی شردھانند سے گورمنٹ کو یہ کام لینا تھا۔ قیاسات پر چونکہ فیصلے نہیں ہوا کرتے اس لئے جس وقت تک تمام واقعات بالکل درست معلوم نہ ہوں

اس وقت تک کوئی رائے قائم نہیں کیجا سکتی۔ لالہ لاجپت رائے نے ۱۹۲۰ء میں بندے ماترم میں ہندو مسلم تعلقات کے اوپر ایک مضمون لکھا تھا جس میں انھوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ مسلمان اگر جداگانہ انتخاب سے دست بردار ہو جاویں تو شدھی بند کر دیجاویگی بہت ممکن ہے کہ شدھی کا اجرا اس لئے ہوا ہو تاکہ مسلمان جداگانہ انتخاب سے دست بردار ہو جاویں۔ لالہ لاجپت رائے ملک کے ذمہ دار رہنماؤں میں سے ایک تھے اور یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی بے بنیاد بات کہیں گے۔ اگر سوامی شردہانند کا مقصود اس تحریک سے یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی تعداد میں کمی کر دیں تو مجھے ان کے غلط اندازہ پر تعجب ہوتا ہے۔ ان جیسا باخبر اور تجربہ کار آدمی یہ جان سکتا تھا کہ مسلمان آسانی سے یہ گوارہ نہ کریں گے کہ وہ اس تحریک کو چلا سکیں۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ ایک مسلمان نے ان کو جان سے مار دیا اور باوجود اپنے انتشار کے مسلمانوں نے ان کی تحریک کو سرسبز نہیں ہونے دیا۔ بہرحال شدھی کی اس تحریک کا مقصود کچھ ہی ہو مجھے اس سے بحث نہیں سوال یہ ہے کہ جب یہ تحریک شروع ہوئی تو مسلمان آتش زیر پا ہو گئے۔ لیکن جس طریقہ سے اس کے مقابلہ کی ضرورت تھی ویسا نہیں ہوا۔ تمام کام ضبط نظام اور استقلال کے ساتھ ہونے چاہئیں۔ تاکہ نتائج شاندار ہوں ہنگامی تحریکوں

سے بڑے بڑے کام نہین ہوتے ہین لیگ کے مرکزی دفتر کا ایک شعبہ تبلیغ بھی
ہو گا جس کی دو شاخین ہون گی۔ ایک کا کام یہ ہو گا کہ مسلمانون کو مسلمان بنایا جاوے
بقول مولانا محمد علی مرحوم کے دوسرے شعبہ کا کام غیر مسلمون کو مسلم بنانا۔ اچھوت
لوگون مین تبلیغ کی بہت گنجائش ہے اس مین شک نہین کہ من حیث القوم ہندوؤن کا
زاویۂ نگاہ اچھوتون کے بارے مین بہت تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے اور
خود اچھوت ذاتین بھی تعلیم وغیرہ کی وجہ سے دیر تک اپنے حقوق انسانیت کیطرف
سے لاپرواہ نہین رہ سکتین۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ دس بارہ سال کے بعد
ہندوؤن اور اچھوتون کے تعلقات آپس مین بہ نسبت آج کے بہتر ہو جاوین۔
لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سیاسی آرزوؤن کی تکمیل کے بعد اونچی ذات کے
ہندو اچھوت ادہار مین وہ سرگرمی نہین دکھائین گے جو وہ آج دنیا کی رائے عامہ
سے مجبور ہو کر دکھا رہے ہین۔ اس لئے مسلمانون کے واسطے تبلیغ کے لئے اچھوتون
مین ایک مستقل موقعہ ہے۔ اور اس کو ضایع نہین کیا جائیگا۔ تبلیغ کے مرکزی
نظام کے ماتحت لیگ کی ماتحت جماعتون کے ساتھ ساتھ تمام ہندوستان مین اسکی
شاخین ہونگی۔ جن کا کام نہایت ضبط و نظام کے ساتھ مستقل طریقہ سے جاری
رہے گا۔ سرمایہ وغیرہ کے لئے مرکزی لیگ ذمہ دار ہوگی۔ یہ ترکیب مجھکو پسند

نہین کہ راستہ مین ایک اچھوت کو پکڑا، کلمہ پڑھا یا، اور چھوڑ دیا۔ اور اپنے خیال
مین بڑا مورچہ فتح کر لیا جن جماعتون کو مسلمان کیا جاوے انکی بہودی کے ذمہ
بھی تو مسلمان ہونگے۔ اس سلسلہ مین عیسائی تبلیغی انجمنین جو کام کرتی ہین ان کا
اچھی طرح سے مطالعہ کیا جاوے۔ اور جو باتین ان مین کام کی معلوم ہون
وہ فوراً اختیار کی جاوین موجودہ حالت مین وہ انسان نہین ہین مسلمان کرکے
آپ کو انھین آدمی بنانا چاہیئے۔ کائنات کی تکمیل کی طرف یہ ایک قدم ہوگا
ہر صوبہ کے صدر دفتر مین ایک تبلیغی کالج ہونا چاہیئے جہان مبلغ تیار کیئے جاوین
ان کے لیئے کورس مین منجملہ اور کتابونکے جنوبی ہند کی مختلف آبادیون کی تمام کوائف کے
بارے مین کتابین ہونی چاہئین۔ ملک کی جس قدر زبانین ہین اس مین ان کی
واقفیت کی ضرورت ہے انکی سابقہ تہذیب وتمدن سے خوب واقفیت کی ضرورت ہے
انکی مذہبی کتابون پر پورے پورے عبور کی ضرورت ہے جس مبلغ مین یہ باتین ہونگی
وہ اس شعبہ مین زیادہ آسانی سے کام کرسکتا ہے اور اس کو زیادہ کامیابی ہوسکتی ہے
تبلیغ کا جو اول الذکر شعبہ ہوگا اس کے عہدیداران کا منجملہ اور فرائض کے ایک کام یہ بھی
ہوگا کہ ملک مین ملکانون جیسے مسلمانونکی اور جہان جہان آبادیان ہین انکو حقیقی مسلمان بنایا جاوے
تاکہ آئندہ سنہ ۲۱ء کا تلخ تجربہ نہو۔ اس کی زیادہ ضرورت اس لیئے ہے کہ جلد یا بدیر

ملک مین حکومت خود اختیاری قائم ہو جاویگی اور ہندو چونکہ اکثریت مین ہین اسلئے
ملک کے تمام شعبہ جات مین ہند و تہذیب و تمدن کا فروغ ہوگا۔ جن صوبون مین
مسلمان اقلیت مین ہین وہان بڑا اندیشہ ہوسکتا ہے کہ وہ ہندوؤن مین جذب
ہو جاوین۔ اس لئے بڑی ضرورت اس کی ہے کہ آنیوالے وقت کا پورا پورا انتظام
ابھی سے کرلیا جاوے۔ مین جانتا ہون کہ اسلام کی طاقت بہت بڑی ہے اور
اس کا مستقبل مجھے یقین ہے کہ بہت شاندار ہے۔ سارے اسلام کا مستقبل
میرا خیال ہے کہ مسلمانان ہند کے ساتھ دابستہ ہے۔ یہ اگرچاہین تو بہت کچھ کرسکتے
ہین۔ اور ان کی طاقت کا مظاہرہ دنیا کے سامنے صرف اسی وقت ہوسکتا ہے
جب وہ منظم ہون لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ جس تہذیب سے
ہمارا واسطہ پڑا ہے وہ حقیقتاً بڑی تہذیب ہے۔ اسلام کی ہزار سالہ رگڑ
اس کے تحکیلے ڈہانچہ کو کوئی بڑا نقصان نہین پہونچا سکی اور وقتاً فوقتاً یہ ایسے
فرقے پیدا کرتی رہی جنھون نے مسلمانون کو انہی کے ہتیارون سے چیلنج کرنے کی جرارت
کی سکھ اور آریہ وغیرہ اس کی مثال ہین۔ جب عیسائیون کے مقابلہ کی ان کو
ضرورت پڑی تو برہموسماج اور آریہ وغیرہ مقابلہ کے واسطے موجود تھے شنکر
آچاریہ نے جس طریقہ سے بدھ مذہب کی یہان سے نکلنی کی وہ ایک تاریخی واقعہ ہے

سوامی دیانند ایک ضرورت کے وقت پیدا ہوا۔ اس کے متبعین واقعہ یہ ہو کہ
ہندوؤن کے نقطۂ نگاہ سے مفید کام کر رہے ہین۔ آجکل مسٹر گاندھی دنیا کو اپنی
طرف متوجہ کئے ہوئے ہین۔ ان کا ہندوؤن پر بڑا اثر ہے اور اس مین شک
نہین کہ مہاتما گوتم بدھ کے بعد ہندوستان مین ان سے زیادہ با اثر ہندو شاید
دوسرا نہین ہوا۔ ہندوؤن کی بعض جماعتین ان کو خدا کا اوتار سمجھتی ہین اس کے
معنی یہ ہین کہ ہندوؤن پر ان کا بہت بڑا اثر ہے۔ انھون نے اپنی ساری کوششون کا
رخ ہندوستان کی سیاسی آزادی حاصل کرنے کی طرف کر دیا ہوا اور اس کا نتیجہ یہ ہو
ہے کہ برطانوی شہنشاہیت کا قصر جڑ تک ہل گیا ہے اور آزادی کے حصول کا
مسئلہ اب غیر معین عرصہ تک التواء مین نہین رہ سکتا۔ بجائے سیاسی نصب العین
کے اگر یہ شخص اسلام دشمنی جس کے دوسرے معنی سارے ملک مین ہندویت کا احیا
ہین اپنا نصب العین بناتا تو مین سچ کہتا ہون کہ مسلمانون کو ان کی موجودہ منتشر حالت
مین بڑی دقت کا سامنا ہوتا۔ خواہ برطانیہ بھی اپنے وجود کے تحفظ کیلئے مسلمانون
کی امداد کرتا۔ اگر ملک کی آزادی کی حالت مین جب کوئی تیسرا فریق یہان نہ ہو اور
ظاہر ہے کہ برطانیہ کا قیام ملک مین غیر معین عرصہ تک نہین رہ سکتا۔ مسٹر
گاندھی جیسا ایک ہندو اور پیدا ہو جاوے اور وہ شمالی ہندوستان مین

ہندو تہذیب کا احیا ضروری سمجھے اس وقت ہندو اور مسلمانون کی ٹکر کا پورا پورا امکان ہے مین چاہتا ہون کہ مسلمان اُس وقت کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دین۔ اور مجھے امید ہے کہ انھون نے اگر اپنے آپ کو خوب اچھی طرح منظم کر لیا جس طریقہ سے کہ مین نے ان کو سابقہ مضمون مین بتایا ہے تو انشاءاللہ وہ مایوس نہین ہون گے۔ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ جن مسلمانون کا فرض یہ ہے کہ وہ مسلمانون کو مسلمان بنائین ان کی بڑی ذمہ داری ہے۔

حفظانِ صحت وغیرہ بیرحد کے باشندے تندرست توانا ہین پنجاب کے لوگ بھی مضبوط ہین۔ لیکن یوپی، بہار، اڑیسہ، بنگال و آسام وغیرہ کے مسلمان کمزور ہین۔ اس مین بڑی حد تک تو دخل آب وہوا کا ہے لیکن ایک خاص سبب اور بھی ہے جس کا مین ذکر کرتا ہون۔ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے کہ ناداری کی وجہ سے غریب مسلمان نہایت بوسیدہ مکانات مین رہتے ہین۔ جہان تری وغیرہ سے بچاؤ کا کوئی خاص انتظام نہین ہوتا۔ وہ یہ بھی نہین جانتے کہ مقامی میونسپلٹی حفظانِ صحت وغیرہ کی ذمہ دار ہے۔ اور اگر اس سے درخواست کیجاوے تو وہ ان کی اس مسئلہ مین ضروری امداد کر سکتی ہے۔ اور ان کو متعفن پروس سے جو شکایات ہین وہ دور کر سکتی ہے۔ ان کا کھانا ادنیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور ان کو اس سے

کوئی مفر نہین ۔ اس فضا مین وہ اپنی عمر گذارتے ہین اور اپنے بچون کی پرورش کرتے ہین آپ ہی بتائیے کہ ان بچون کی نشو و نما کیسے صحیح حد تک ہو سکتی ہے۔ اس کا خاص اور سب سے بڑا سبب تو ناداری اور جہالت ہے اور یہ انشاء اللہ مناسب وقت پر دور ہون گی ۔لیکن موجودہ حالت مین بھی کم از کم جو امکان مین ہے وہ کیا جا سکتا ہے ۔جن جن محلون مین ایسے لوگ رہتے ہین ان محلون کی سڑکون، نالیون، اور روشنی وغیرہ کا چنگی سے انتظام کرایا جاوے۔ ملیریا طاعون اور ہیضہ کے ایام مین چنگی وغیرہ سے دوائین لیکر ان مین تقسیم کیجاوین چیچک کے ایام مین بچون کے ٹیکے لگوانے کا انتظام کیا جاوے ۔ ان کو اکھٹا کر کے صفائی اور پاکیزگی کی خوبیان بتائی جاوین ۔ اور میلا پن اور نجاست کی خرابیان ظاہر کیجاوین ۔ ان کو سمجھایا جاوے کہ خرچ کی کمی کی وجہ سے بجائے اس کے کہ بہت سامان خریدا جاوے جو برا ہو یہ بہتر ہے کہ تھوڑا خریدا جاوے ۔جو اچھا ہو جس کھانا کھانے مین یہ یہ خرابیان ہین وغیرہ وغیرہ

ٹورنامنٹ ۔سال بھر مین ایک دفعہ ٹورنامنٹ ہونا چاہیے جس مین ضلع کے نوجوان کھیل کود وغیرہ مین حصہ لیا کرین ۔ تمام ماتحت جماعتین ان کا خیال رکھین ۵ سال کے بعد ایک مرتبہ دہلی مین تمام ہندوستان کے نوجوان ایسے کھیلون مین

حصے لیا کرین۔ گھوڑ دوڑ، تیرنا، کودنا، علم بازی وغیرہ وغیرہ۔

اخبارات۔ رائے عامہ کی تشکیل مین اخبارون کا جو حصہ ہے اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ مسلمان اخبارات کی تعداد بہت کم ہے اور خاص کر ان کے انگریزی اخبارات بمنزلہ صفر کے ہین سارے شمالی ہندوستان مین ایک مسلم آوٹلک ہے اور اس کی حالت ظاہر ہے۔ بعض اردو اخبارات البتہ بڑے بااثر ہین۔ لیکن ان کی تعداد زیادہ ہونی چاہیئے۔ اور مسلمانون کی متحدہ پالیسی کے بارے مین ان مین ہم آہنگی ہونی چاہیئے۔ لیگ کے اخبارات اردو و انگریزی ہر صوبہ کے مرکزی دفتر سے جاری ہون گے۔ تاکہ لیگ کے پروگرام سے عام مسلمان آگاہ رہین۔ اور لیگ کو وقتاً فوقتاً رائے عامہ سے اپیل کرنے کا موقعہ ملتا رہے۔ بورڈ آف سنسر۔ لیگ کی جانب سے ایک بورڈ آف سنسر بھی ہوگا۔ تمام ہندوستان کے مسلمان اخبارات سے یہ گذارش کی جاویگی کہ ایسے مسائل مین جن کا تعلق اس ملک مین مسلمانون کی پالیسی سے ہو۔ جو پالیسی متفقہ طور پر طے ہو چکی ہو۔ اس مین وہ سب ہم آہنگ رہین بورڈ آف سنسر کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اگر کسی اخبار کی اس بارہ مین بدعنوانی دیکھے تو اس کو متنبہ کردے۔ مجھے بہت سی کتابین اور رسائل دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جو لاکھون مسلمانون کے مطالعہ سے گذرتی ہین۔ ان کو پڑھ کر

مجھے ہمیشہ مایوسی اور رنج ہوا ہے جس قسم کا مواد ان مین ہوتا ہے وہ شرمناک حد تک ذلیل ہوتا ہے میں چاہتا ہون کہ ان سب کو اکھٹا کر کے ان مین آگ لگا دیجاوے۔ تاکہ مسلمانون کو پھر ان مخرب الاخلاق کتابون کے دیکھنے کا موقعہ نہ ملے آیندہ ملک کے طول و عرض مین جو نئی کتاب تصنیف ہو وہ پہلے بورڈ آف سنسر کے سامنے پیش ہو اگر اس کے نزدیک وہ اس قابل ہو کہ مسلمان اس کو پڑہین تو اس کی تصنیف کی اجازت ہو بلکہ ایسی کتاب کی نشر و اشاعت مین لیگ کوشش کریگی۔ برخلاف اس کے اگر بورڈ کے نزدیک اس کی اشاعت پسندیدہ نہ ہو تو اس کا مسودہ بھی تباہ کر دیا جاوے۔ اس طریقہ سے ہم قوم کو مطلوبہ راستہ پر ڈال سکتے ہین جس کا انجام انشاءاللہ کامیابی ہوگا۔

ترجمہ کلام مجید ہر مولوی پنج گنج پڑھ لینے کے بعد کلام پاک کے معنی لکھنے بیٹھ جاتا ہے اور وہ عوام کے سامنے آتا ہے۔ گمراہ کرنے کی کیسی جراءت ہے۔ جو صرف مولوی ہی کو ہو سکتی ہے ان ترجمون کو مین لغو اور گمراہ کن سمجھتا ہون اور جہانتک میرا ذاتی تعلق ہے مین نے آجتک ان سے پرہیز کیا ہے اور پرہیز کرون گا۔ ضرورت اس کی ہے کہ جماعت دلیگ، تمام امور کو مد نظر رکھکر ایک سب کمیٹی بنائے کہ بہترین اور مستند علماء کی۔ وہ علماء جن پر مسلمان اعتماد کر سکین

وہ مسلمان بھی جو مغربی تعلیم یافتہ ہون۔ یہ سب کمیٹی اس تمام مواد کو اپنے سامنے رکھے جو اس سلسلہ مین اس وقت تک اکٹھا ہوا ہے اور پھر کلام پاک کا ترجمہ کرے اس ترجمہ کو مین مسلمانون کے استعمال کیلئے مفید سمجھونگا۔ اس اثنا مین وہ تمام ترجمے جو ابتک غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر ہوے ہین بالکل غیر مستند سمجھے جا دین۔ اور مسلمانون کو ان کا اثر قبول کرنے سے روکنے کے لئے جو معقول ذرایع ہو سکتے ہین ان پر غور کیا جاوے اور جیسا طے ہو اس پر عمل کیا جاوے۔

فرقون کی کثرت۔

اسلامی فرقون کے بڑھنے کی اگر یہی رفتار رہی جو ابتک رہی ہے تو خدا کو علم ہے کہ بالآخر کیا انجام ہوتا ہے۔ اور یہ فرقے آپ کو معلوم ہے کہ کیسے بنتے ہین۔ مسٹر غلام احمد پنجابی نے سوچا کہ اگر برطانیہ کی وفاداری کی تبلیغ کی جاوے تو اس مین ہر طرح کے فائدے ہین۔ ذاتی جاہ و وقار بھی قائم ہو جائیگا اور ہندوؤن کے مقابلہ مین مسلمانون کا گورنمنٹ زیادہ خیال کرنے لگے گی۔ چنانچہ انھون نے مسلمانون کو "اولی الامر منکم" کے چکر مین ایسا ڈالا کہ اچھی خاصی تعداد مریدون کی اکھٹی ہو گئی۔ رفتہ رفتہ اس ڈھونگ کو صیقل کیا جاتا رہا یہان تک کہ یہ اچھا خاصہ ایک فرقہ بن گیا۔ بلا خوف تردید میرے نزدیک یہ ایک سیاسی تحریک تھی جیسے

سوامی دیانند کی تحریک سیاسی تھی۔ اس جماعت کے جو اور بدتمیزی کے عقائد ہیں
ان سے تو مجھے یہاں بحث نہیں۔ لیکن "موجودہ حکومت کے ساتھ وفاداری"
نظریہ مجھے پسند آیا۔ اس طریقہ سے غیر اسلامی ممالک مین تبلیغ مین آسانی ہو سکتی ہے
لیکن مسٹر غلام احمد کے موجودہ جانشین نے اس فلسفہ کا ایسا شرمناک مظاہرہ
کیا کہ خدا کی پناہ۔ اس شخص نے بغداد کے فتح ہونے پر انگریزون کو مبارکباد دی
انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ایک مولوی نے مسلمانون کی ایک جماعت کو یہ سمجھایا کہ "آمین" زور سے کہا
کرو۔ فلان حدیث مین آیا ہے۔ اور فلان کتاب مین اس کی تائید ہوئی ہے۔ ایک
فرقہ یہ نیا پیدا ہو گیا۔ اور مولوی خوش ہے کہ لوگ اسے مجتہد کہین گے۔ دوسرا
مولوی کہتا ہے کہ ہاتھ سینہ کے اوپر باندھنے چاہئین پیٹ پر نہیں اور اسکے
دلائل یہ ہین۔ لیجئے ایک جماعت اور پیدا ہو گئی۔ تو آپ نے دیکھا فرقے ایسے
پیدا ہوتے ہین۔ عوام جاہل ہین ان کو تمیز نہیں کہ حق کیا ہے۔ اور باطل کیا
جب ایک فرقہ پیدا ہو جاتا ہے تو ایسے حالات مین اس کا قیام مستقل ہو جاتا ہے
اسلام کی ان سے تخریب ہوتی ہے۔ اس کی متحدہ قوت کو ان نالائقیون سے نقصان
پہونچتا ہے۔ ایسی لغو حرکات کے خلاف اگر کوئی ذی ہوش جماعت احتجاج کرے

تو وہ مذہبی مداخلت کہی جاتی ہے - سبحان اللہ - جو فرقے اس وقت موجود ہین
ان کا استیصال تو صرف آہستہ آہستہ ہی ہو سکتا ہے لیکن کم از کم یہ تو اسوقت
ممکن ہے کہ آئندہ اگر کوئی فرقہ ہمارے سامنے پیدا ہو تو اس کو وہین کچل دیا
جاوے - اور جو بزرگ اس جرات کے ذمہ دار ہون - ان کو مقامی جماعت اپنے
رضاکارون کے ذریعہ سے سمجھاوے کہ اب جہالت ختم ہو رہی ہے اور وہ عوام پر
رحم کرین -

یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ ساری پابندیان شخصی آزادی کے منافی ہین اسکے
جواب مین یہ کہا جا سکتا ہی کہ ایک منظم جماعت نے قوم کی مرضی سے جب اپنے
آپ کو اس کی بہبودی کا ذمہ دار بنا لیا ہے تو اس جماعت کا فرض ہو جاتا ہی
کہ وہ ایسی تحریکون کو تباہ کر دے جو اس کے نزدیک امن عامہ کے منافی ہو سکتی ہیں
بیشک ایک انسان کو حق ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے ذاتی خیالات کی تقریر اور
تحریر کے ذریعہ سے تبلیغ کرے لیکن یہ حق سوخت ہو جانا چاہیئے جب یہ مسلم ہو جاوے کہ وہ
جس سے ایسا شخص مخاطب ہی اسکے اہل نہین کہ ان کی اس تحریک کے حسن و قبح پر
غور کر سکین یا اسکے نشیب و فراز کو سمجھ سکین اس وقت جماعت کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس
فتنہ سے اگر وہ فتنہ ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی اچھی بات کی تبلیغ کیجاویگی تو کوئی ذی ہوش

شخص اس سے اختلاف نہین کریگا عوام کو محفوظ رکھنے کے ضروری ذرایع اختیار کرے
اس اثنا مین لیگ کا فرض ہوگا کہ وہ آہستہ آہستہ عوام کو تعلیم کی اس سطح پر لے آوے
جہان وہ تمام بحث طلب امور پر نقادانہ نظر ڈال سکین۔ اور جو بات ان سے کہی جاوے
اسکے تمام پہلوؤن پر غور کر سکین۔ یہ وقت ہوگا جب شخصی آزادی پر کسی قسم کی پابندی عائد
کرنا غیر ضروری ہو جائیگا۔

ملک مین مسلمان بہت زیادہ مقروض ہین اس قرضہ کی عموماً تین قسمین ہو سکتی ہین ایک
مسلمان دوسرے مسلمان کا مقروض ہے اور اپنی جائداد وغیرہ اس نے اسکے پاس
رہن رکھدی ہے۔ ایک مسلمان کسی غیر مسلم کا مقروض ہے اور قرضہ اپنی جائداد وغیرہ کے علاوہ کسی
اور چیز کی ضمانت پر حاصل کیا ہے۔ ایک مسلمان کسی غیر مسلم کا مقروض ہے اور اسنے اپنی جائداد وغیرہ کو اسکے پاس رہن رکھدیا ہے
جہان تک اول الذکر صورت کا تعلق ہے جماعت کو زیادہ تشویش کی ضرورت نہین
کیونکہ اگر وہ قرضہ کی بیباقی کا انتظام نہ بھی کر سکے اور اسکی جائداد کی علیحدگی کی نوبت آئے تو
بالآخر وہ جائداد ایک مسلمان کے پاس رہے گی۔ دوسری صورت مین کوشش کیجائے کہ
اسکا قرضہ دور ہو لیکن مجھے خاص بحث قسم نمبر ۳ سے ہے مسلمان جائدادون کا نکلکر غیر
مسلمان ہاتھون مین جانا مسلمانون کے قومی وجود کیلئے ایک بہت بڑا خطرہ سمجھتا ہون
پنجاب مین قانون انتقال اراضی ہے اور وہان کچھ امن ہے لیکن مسئلہ سارے ہندوستان کا ہے

یہ ہمارا ہر روز کا مشاہدہ ہے کہ ساہوکارون کے ہاتھون مسلمانون کے گھر انکے کھیت انکے
گاؤن تباہ ہو رہے ہین اور ان کو بیدخل کر کے بے گھر کیا جا رہا ہے یہ نہایت شرمناک
اور خطرناک حالت ہے جو ختم ہونی چاہئے۔ ایک مسلمان کے ہاتھ سے جائداد کا نکلجانا اسکے لئے شرم کی
بات ہے۔ اگر وہ کسی ہندو کے پاس چلی جاوے تو ساری قوم کے لئے شرم کی بات
ہے۔ جب صورت یہ ہے تو اسکا علاج کیا ہو سکتا ہے۔ جب لیگ کا نظام تمام ملک مین مکمل
ہو جاوے۔ تو اسکے عہدیدارون کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اپنی مسلسل ہدایت سے مسلسل پروپیگنڈا
سے اور مسجدون مین وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے مسلمانون کے یہ ذہن نشین کر دیں کہ قرض
لینا برا ہے لیکن کسی غیر مسلم سے اپنی جائداد وغیرہ کی ضمانت پر قرض لینا قومی غداری سے
کم نہین .... اور اس صریح ہدایت اور درخواست کے بعد اگر
کوئی مسلمان اس شرارت کی جرارت کریگا تو اس کو مردود سوسائٹی کر دیا جائیگا۔
تا آنکہ ایسی فضا مستقل ہو جاوے کہ مسلمان جائدادین غیر مسلمون کے ہاتھ مین
کسی صورت مین نہ پہونچین۔ لیکن تمہاری ہدایت کا اس پر کیا اثر ہوگا جب وہ خرچ
کے لئے سخت پریشان ہے۔ اور سوائے قرض لینے کے اس کو کوئی چارہ
نہین ممکن ہے کہ تمہاری سخت دہمکی سے ڈر کر وہ قرض نہ لے لیکن اسکی ضرورت کیسے
پوری ہوگی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا اخلاقی اثر اسکے اوپر پورا پورا ہو اور پھر یہ فضا بہت سانی

سے سارے ملک مین پھیل جاوے تو یہ ضروری ہے کہ اسکا کام کسی دوسرے طریقہ سے
نکال دیا جاوے - یہ تو سیدھی بات ہو کہ ایک مسلمان کو غیر مسلم سے بڑی بھاری شرح سود پر
قرضہ لیکر اپنے جائیداد کو خطرہ مین ڈالنے مین کوئی خاص مزہ نہین آتا جب وہ اور سب
طرف سے مایوس ہوجاتا ہے تو ایسی حرکت کرتا ہو - لہٰذا مقامی جماعت کے سامنے جب ایسا
مسئلہ آئے - اور یہ ہر روز کے مسئلے ہین تو جسوقت تک کہ وہ خود قرض دینے کے قابل نہین
ہے اسکو کسی مسلمان رئیس سے مسلمان ساہوکار وغیرہ سے آسان شرائط پر قرضہ دلوادو -
بے شک تمام ضروری ضابطہ پری کے بعد - اب ہان مسلمان جائدادون کا قصہ جو
ہندؤن کے پاس اسوقت رہن ہین - مقامی جماعتون کو اپنے اپنے حلقہ کی ایک فہرست
ایسی جائدادون کی مرتب کرنی چاہیئے - اور یہ انتہائی کوشش کرنی چاہیئے کہ مسلمان رؤسا
تجار اور ساہوکار اس قرضہ کو اپنی طرف منتقل کرلین - تاکہ مسلمان جائدادین مسلمان ہاتھون
مین رہین جس فہرست کا اوپر ذکر ہوا اسکی ایک نقل صوبہ دفتر کو روانہ کیجاوے اور اس
سلسلہ مین جو ضروری کارروائی وقتاً فوقتاً ہوتی رہے اس کی اطلاع صوبہ دفتر کو باقاعدہ
ہوتی رہے - جہان سے یہ اطلاع دس روزہ رپورٹ کے ساتھ مرکزی دفتر کو ہوا کریگی جس
حلقہ مین اس سارے اہتمام کے بعد کوئی مسلمان جائداد کسی غیر مسلم کے قبضہ مین چلی جاوے
تو عہدیداران متعلقہ کو اپنی صفائی پیش کرنی ہوگی - اگر عہدیداران بالادست کو اسباب اور عذرات

قابل اطمینان نہ معلوم ہون تو وہ مناسب تادیبی کارروائی کرینگے۔ اور تین اس قسم کی
بدعنوانیان اگر کسی حلقہ مین ہو جائین تو عہدیداران متعلقہ کا اپنی جگہون پر رہنا غیر ضروری ہو جائیگا
یہ بھی دیکھا ہو گیا کہ غریب مسلمان کو مقدمات وغیرہ کی پیروی مین بڑی دقتون کا سامنا ہوتا ہے۔
اکثر قواعد وغیرہ سے لاعلمی کی وجہ سے اسکو سخت نقصان پہونچتا ہے۔ اہلکار اسکو الگ تنگ
کرتے ہین اور عموماً وہ مقدمہ مین بڑا زیر بار ہو جاتا ہے۔ اس لئے میری رائے ہے کہ
شہری جماعتون کو کم از کم دو قانونی مشیر اپنے ہان رکھنے چاہئین۔ تاکہ وہ ایسے مسلمانونکی
اور ان تمام مسلمانون کی جو انکی امداد لینا چاہین مدد کرین بلا کسی معاوضہ کے اپنے کام سے فارغ ہو کر
ایسے مسلمان اگر کچھ دینا چاہین تو بیشک وہ قبول کر لیا جاوے اور آمد مین جمع کر دیا جاوے۔
قانون وراثت مسلمانون مین وراثت کے بارے مین جو قانون مروج ہے اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا ہے کہ
بڑی بڑی جائدادین تقسیم ہو ہو کر بالآخر بالکل ختم ہو گئی ہین۔ یہ صورت افسوسناک ہے میرے
نزدیک اس مسئلہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ آیندہ اس طریقہ سے جائدادین خراب
نہ ہون ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ خاندان کے سب سے بڑے لڑکے کو تمام جائداد
منتقل ہو جایا کرے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس مین اضافہ تو کر سکتا ہے لیکن اس کے
کسی حصہ کو علیحدہ کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اور یہ کہ خاندان کے دوسرے افراد کے
حصہ مین جس قدر جائداد آتی اس کے بقدر اس کی آمدنی کا حصہ انکو التزام کیساتھ

ملتا رہیگا اس طریقہ سے شرعی امور میں مداخلت کی ضرورت بھی نہ رہتی اور جائدادوں کو محفوظ کرنیکی بھی صورت نکل آتی اس کے علاوہ دوسری صورت یہ ہے کہ جیسے روسیوں نے تمام ملک کی زمینوں کو ریاست کی ملکیت تسلیم کر لیا ہے اور آبادی کے فلاح و بہبود کے تمام شعبہ جات کا انھوں نے اپنے آپ کو ذمہ دار کر لیا ہے۔ اس طریقہ سے یہ ممکن تھا کہ ساری زمینداریاں وغیرہ لیگ کے سپرد کر دیجائیں اور مزید کارروائی کے واسطے جو درست ہوتا وہ مناسب وقت پر کر لیا جاتا لیکن مسئلہ اہم ہے اور اس میں اُس وقت تک ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں جبتک کہ مسلمان اس کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح سے غور نہ کر لیں۔ لیکن اس کو زیادہ التوا میں ڈالنا بالکل غیر مناسب ہے۔ لیگ کے نقطہ نظر سے جب اس میں کارروائی کرنا ضروری ہو جاوے اسکے بعد اس مسئلہ میں خاموشی مجرمانہ ہو گی۔

قرضہ حسنہ فنڈ لیگ کا ایک شعبہ قرضہ حسنہ فنڈ کا ہو گا۔ اس کا منشا یہ ہو گا کہ جن مسلمانوں کو قرض کی ضرورت ہو وہ مقامی دفتر میں اس کے لئے درخواست دے سکتے ہیں جہاں سے وہ معقول ضمانت دیکر ایک معینہ میعاد کیلئے بغیر سود کے قرض لے سکتے ہیں۔ اگر وہ معینہ میعاد کے اندر اندر قرضہ کی رقم واپس نہ کرینگے تو جس چیز کو انھوں نے رہن رکھا ہو اس کو فروخت کر دیا جائیگا۔ اور جو رقم فاضل بچے گی وہ ان کو واپس کر دیجائیگی۔ اس کا مقصود یہ ہو گا کہ کام مستقل طریقہ پر چلتا رہے۔ یہ شعبہ بھی حسب معمول مرکزی دفتر کے

ماتحت ہوگا اور اس کی شاخیں بھی ملک کے تمام مقامات میں پھیلی ہوئی ہونگی اس سے زیادہ سے زیادہ کتنا روپیہ قرض دیا جا سکے گا میعاد واپسی کی کیا ہوگی ضمانت کس قسم کی لیجائیگی۔ ایک وقت میں کتنے آدمیوں کو قرضہ دیا جا سکے گا۔ یہ سب مناسب وقت پر طے ہو سکے گا۔

اگر کسی مسلمان کو بڑی رقم قرضہ کی لینی ہے اور وہ اپنے گاؤں وغیرہ رہن رکھنا چاہتا ہے تو اس کا انتظام بینکوں سے ہو سکتا ہے۔ جہاں سے انکو آسان شرائط پر قرضہ مل سکے گا۔

لیگ کی نمائندگی لیگ کیطرف سے ملک کی تمام ریاستوں میں نمائندے مقرر کئے جاوینگے جن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ریاست کے اسلامی باشندوں کے تمام حالات کی نگرانی رکھیں اور مرکزی دفتر کو برابر خاص کوائف سے مطلع کرتے رہیں اگر کسی خاص رتبہ میں یہ ضرورت محسوس ہوگی کہ مسلمانوں کی خاص خاص شکایات دور ہونے کی ضرورت ہے تو مرکزی دفتر اس سلسلہ میں تمام مناسب کارروائیاں کرے گا۔ تاکہ لیگ کی موجودگی میں ملک کے کسی حصہ میں مسلمانوں کو کوئی جائز شکایت رہے۔

مسلم لیگ کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ بیرونی ممالک میں اپنے نمائندے مقرر کرے تاکہ ان ممالک سے تجارت میں آسانیاں بہم پہنچیں خاص کر اسلامی

ممالک میں اس کا ضرور لحاظ رہے تجارت کے علاوہ اس طریقے سے اور بہت سی
بہتری کی صورتوں کے امکان ہیں۔

تمت بالخیر